دی اسلامک ملٹری سائنس سیریز

خواتینِ اسلام کیلئے مشعلِ راہ

میجر جنرل محمد اکبر خان (رنگروٹ)

قیمت:- تین روپے پچاس پیسے

پبلیشر

دی اسلامک ملٹری سائنس ایسوسی ایشن قدسی کراچی۔

تاریخ :- جون ۱۹۶۷ء

بار اول :- ایک ہزار

قیمت :- تین روپے

پریس :- باب الاسلام پریس کراچی

یہ کتاب میں

اپنی اہلیہ قدسیہ سلطان اکبر کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں
جنھوں نے اس جذبہ جہاد میں میرا ہاتھ بٹایا اور میرے چالیس
سال کی ازدواجی زندگی ہر لمحے کو خوشگوار بنایا۔

محمد اکبر خان

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
(۱)	عرض حال بہ زبان علامہ اقبالؒ	۹
(۲)	خواتین اسلام کیلئے مشعل راہ	۱۰
(۳)	حرف اول	۱۱
(۴)	قرآن مجید کا اعلان	۱۸
(۵)	چند آیات قرآنی کا مفہوم	۲۰
(۶)	ابو سفیان مدینہ میں (قریش کی ذہنی شکست	۳۶
(۷)	قیاس	۴۱
(۸)	ارشاداتِ نبوی	۴۵
(۹)	آنحضرت صلعم کا آخری حج	۴۸
(۱۰)	رزق حلال	۵۴
(۱۱)	حضرت ابو بکر صدیقؓ کا پہلا خطبہ	۵۶

(۱۲)	حضرت عمرؓ بن خطاب	۶۰
(۱۳)	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۷۹
(۱۴)	حضرت خدیجہؓ ام المومنین	۸۶
(۱۵)	خواتین اسلام میدان عمل میں	۱۰۷
(۱۶)	ام تمیم زوجہ خالد بن ولید قنسرین کے میدان جنگ میں	۱۲۱
(۱۷)	خواتین اسلام یرموک کے میدان جنگ میں	۱۳۳
(۱۸)	اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد غیبی	۱۴۲
(۱۹)	محفل میلاد	۱۴۸
(۲۰)	عورت کا مقام اسلام میں	۱۵۸
(۲۱)	خواتین اور جذبہ جہاد	۱۷۵
(۲۲)	شام کے میدان جنگ کی طرف	۱۸۱
(۲۳)	خولہؓ بنت الازدر بن سنان بن طارق بنو مذحج	۱۸۶
(۲۴)	اجنادین کی جانب	۲۰۲
(۲۵)	فتح دمشق اور اس کے بعد	۲۲۰
(۲۶)	اچانک حملہ	۲۲۸
(۲۷)	غیر مسلموں کی نظر میں پیغمبر اسلام	۲۳۴
(۲۸)	لب لباب	۲۴۸

(۲۹) دعا۔ ۲۶۸
(۳۰) ثنا ۲۶۹
(۳۱) اعتدال ۲۷۰
(۳۲) درود وسلام ۲۷۱
(۳۳) تعلیم نسواں حضرت اکبر کی نظر میں ۲۷۳

زیرِ نظر کتاب "خواتین اسلام اور حدیث" کے سلسلے کی ایک اور کڑی ہے۔ جسے میں نے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے غور و فکر کے لئے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب میں میلاد رسولؐ کی مجالس و محافل کے انعقاد و اہتمام کے متعلق ایسی ہدایات مندرج ہیں۔ جو خواتین کی مجالس ثقافت کی آئینہ دار ہیں اور مشعلِ راہ کا فریضہ ادا کر سکتی ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ط

(زرنگار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال بہ زبانِ علامہ اقبالؔ

میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں۔

حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں

گرچہ ہے میری جستجو دیر و حرم کی نقشبند
میری فغاں سے رستخیز کعبہ و سومنات میں

گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود!
گاہ اُلجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں

تو نے یہ کیا غضب کیا! مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں

اگر کج رو ہیں انجم، آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی

خطا کس کی ہے یا رب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟
اُسے صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر؟
مجھے معلوم کیا! وہ رازداں تیرا ہے یا میرا

اثر کرے نہ کرے سُن تو لے میری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

میری بساط کیا ہے؟ تب و تابِ یک نفس
شعلہ سے بے محل ہے الجھنا شرار کا

خواتینِ اسلام کے لیے مشعلِ راہ

کیا پوچھتے ہو طوقِ غلامی کو کدھر ہے؟
اپنا ہی تعلق ہے یہ ہم پیا ہی مگر ہے
یعنی وہ چلا چاہیں دنیا کے مطابق
عزّت نہ محلے میں گھٹے اس کا خطر ہے
تم دل کو لیے پھرتے ہو وہ نفس کے حامی
رسموں سے غرض دین کی عزت کو ضرر ہے
خالق پر بھروسہ ہو تو عزت نہیں گھٹتی

افسوس کہ انسان بہت پست نظر ہے
حضرت اکبر الہ آبادی

حرفِ اول

خواتینِ اسلام اور حدیث ہم نے وہ حالات۔ گوشتے از خروارے لکھے تھے جو عہد رسالت میں وقوع پذیر ہوئے۔ اس کتاب میں ہم یہ دکھانے کی سعی کریں گے کہ خلفائے راشدین اور ان کے بعد خواتین اسلام نے کس طرح سے وہ حدیث جوانُ کو ترکہ میں ملی تھی۔ انھوں نے کہاں تک اس کی پیروی کی اور اس کے نتائج کیا نکلے۔؟ تاکہ وہ کارنامے ہماری خواتین اپنی محفلِ میلاد میں دہرائیں اور ان کی معاشی حکمت عملی۔ نفسیاتی۔ نظریاتی۔ تصوراتی اور سقارتی الجھنوں کو سلجھانے کے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔

محفلِ میلاد کے منعقد کرنے کا درحقیقت مقصد یہ ہے کہ ہم گذشتہ ایام کی معلومات کے متعلق اپنے دل کو ٹٹولیں اور یہ اندازہ لگائیں کہ کہاں تک ہم راہ مستقیم پر گامزن ہیں اور کہاں کہاں بھٹک گئے ہیں اور ان محفلوں کا مقصد "آمدیم۔ نشستیم۔ خوردیم اور برخاستیم ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ان سے اشاعت اسلام اور اپنی باطنی صفائی اور بھبود و بہبود کی صحیح رہنمائی کرنا مقصود ہے۔

اسمیں یہ بھی یاد دلانا ہے کہ ایک مردِ محسن حضرت صلعم اور ایک مجاہدہ

حضرت خدیجہؓ نے کس طرح سے بقول مغربی مورخ لین پول ۔۔ وہ کام انھوں نے دس سال میں تکمیل کیا ۔ جو مقصد عیسائی رہنما صدیوں میں بھی پورا نہ کرسکے خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ حکومتیں خود عیسائیوں کی تھیں ۔ اقتدار ان کا تھا ۔ صنعت و تجارت ان کی تھی ۔ دفاعی طاقت میں وہ یکتا تھے ۔ اور مذہب کو پھیلاتے وقت انھوں نے طاقت و جبر کا بھی استعمال کیا ۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے ۔

تیرے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہدے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہدے
خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو ۔ زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
مکاں فانی مکیں آنی ازل تیرا ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہر مضمر کا گویا امتحاں تو
سبق پڑھ تو صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی !

دوسرے ہم کو یہ سوچنا اور سمجھنا بھی ہے کہ کیوں اور کس وجہ سے اور

کب مسلم عورتوں اور مسلم مردوں کا ہر شعبہ میں تعاون ٹوٹا اور ان کو کیونکر پھر سے ایام حاضرہ میں جاری کیا جا سکتا ہے بالفاظ دیگر مسلمانوں نے کس وقت اسے جذبہ جہاد کو کیوں صرف مردوں کے لیے مخصوص قرار دیدیا ہے اور کیوں ہماری بہنوں نے صرف خود آرائی اور خوشنمائی کی دلدل میں پھنس کرا پنے لئے پستی کو بخوشی تسلیم کر لیا۔ ہم اپنی بہنوں کو بقول شاعر یہ مشورہ دیتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ہیں خواتین اسلام اور حدیث، میں عرض کر چکا ہوں کہ بہت کچھ امیدیں جو پاکستان بننے سے وابستہ تھیں محض ہماری کمزوری سے اب تک بر نہیں آئی۔ گورنمنٹ کو قصوروار ٹھہرانا میری ناقص رائے میں صحیح نہیں ہے بقول شاعر ؎

حیرت آتی ہے مجھے اس حضرتِ انسان پر
کار بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

اس وجہ سے بار بار شعوب اسلامی مایوسی محسوس کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور آپ پوچھنے لگتے ہیں کہ "کیا آزادی کے یہی معنی ہیں؟ کیا اسلامی اقدار کی پذیرائی اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کی یہی صورت تھی جس کو دوبارہ دیکھنے اور بروئے کار لانے کیلئے صدیوں سے مسلمان کوشاں ہیں۔

واقعات صحیح اور سوالات بالکل بجا ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس صورت حال کی اصلی علت غائی کیا ہے؟ جو کچھ بے ترتیبی اور بے راہ روی اس وقت نظر آ رہی ہے اِس کا حقیقی باعث کیا ہے؟ میرے خیال میں موجودہ افراتفری کا حقیقی باعث واقعات کا یہ سلسلہ رہا ہے۔

(۱) موجودہ دور کے مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے اپنے ماضی کے حالات صحیح شکل پہ نہیں رہے ہیں۔

(۲) جب سے اسلامی حکومت کا مرکز مدینہ سے دمشق میں بدل گیا تو مغربی دولت و ثروت اور اقتدار کی وجہ سے اسلامی نظم پر مغربی تہذیب و تمدن کا اثر غالب ہوتا گیا۔

وجوہات کچھ بھی ہوں یعنی پولیٹیکل۔ نظریاتی۔ تصوراتی IDEOLOGICAL رواجی۔ معاشی۔ حکمت عملی یا ذاتی ہوس۔ تہذیب و تمدن کا اثر انسان کے ذہن پہ بہت گہرا ہوتا ہے۔ چنانچہ مغرب زدہ (رومائکے) مسلمانوں کی ذہنیت بھی بدل گئی۔

(۳) عباسیہ حکومت کے دوران میں مشترک عالموں۔ مغربی کتابوں اور زبانوں کے اثرات کے تحت اسلامی تاریخ۔ تہذیب اور تمدن سے مسلمانوں کے بندھن ٹوٹ گئے۔ تاریخی واقعات تو کیا حدیث میں رخنہ اندازی و تنوع پذیر ہوئی۔ عثمانی خلفا اور سلاطینی حکومتوں کے دور میں مثال کے طور پر شیخ الاسلام سلاطین کی خوشنودی کے لئے نت نئے فتوے گھڑ لیتے تھے۔ مسلمانوں کی ذہنیت کے اس طرح منعکس ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام سے متعلق

بعض بنیادی اقدار کے بارے میں ہی ان کے ذہن میں کوئی صحیح تصور باقی نہ رہا۔ مسئلہ جہاد میں مرد و عورت کا تعاون۔ عدل و انصاف خوفِ خدا وغیرہ۔ جب کسی عمارت کی بنیاد ہی نہ رہے تو اس کے قائم رہنے کی ضمانت کیا رہ جاتی ہے۔؟ اس وجہ سے مسلمان نہ صرف غیر اسلامی تمدن سے بے حد متاثر ہوئے بلکہ اس کے مقابلہ میں وہ اپنی تاریخ اپنے تاریخ دانوں سے اپنے تہذیب و تمدن یہاں تک کہ اپنی زبان کو گھٹیا سمجھنے لگے۔

یہی خصائل یہی طبیعت رہی تو قسمت یہی رہیگی
زمانہ بدلے گا بھی تو پھر کیا ہماری حالت یہی رہیگی
عمل جب اپنے نہیں ہیں اچھے تو ذکر عصیان غیر کیا
عدو کی قسمت بگڑ بھی جائے تو اپنی قسمت یہی رہیگی
ہزار سائنس رنگ لاتے ہزار قانون ہم بنائیں
خدا کی قدرت یہی رہیگی ہماری حیرت یہی رہے گی

اس وقت ہمارا اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ ان غلطیوں کا ازالہ کس طرح کیا جائے؟ اپنی ماضی کی تاریخ کس طرح پھر سامنے لائی جائے؟ اپنی تہذیب و تمدن کو کس طرح پذیرائی بخشی جائے؟ اپنی زبانوں کو کس طرح زندہ کیا جائے تاکہ مسلمانوں کو پھر قرآن مجید کا مقرر کردہ مقام حاصل ہو جائے اور اپنی حقیقی منزل نظر آنے لگے۔؟ میں اکثر سوچتا رہتا ہوں اور اس سوچ کا سلسلہ نصف صدی سے زیادہ عرصے جاری ہے۔ یعنی جب سے میں نے برطانوی پالیسی کو نزدیک تر ہو کر دیکھا۔ یہ اتفاقی بات تھی اور میں دیکھتا چلا گیا کہ آج کل کے

زمانے میں ہم اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر کیا ظلم وستم کر رہے ہیں کیونکہ ہم علاقائی زبانوں اور انگریزی کے عشق میں نہایت سرعت سے عربی فارسی اور اردو سے دور سے دور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ پنشن لینے کے بعد جب میں نے تلوار کو قلم سے تبدیل کر لیا اور کچھ کتابیں اردو زبان میں عوام کو نذر کیں تو محترم فیلڈ مارشل صدر مملکت محمد ایوب خان جو اسلامی دفاعی تاریخ کو از سرِ نو لکھنے کے حامی ہیں۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اب آپ انگریزی میں کتابیں لکھیے کیونکہ فوج اور سول کے افسران نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ وہ اردو زبان سے یا تو نابلد ہیں یا اس میں دسترس نہیں رکھتے۔

چنانچہ میں نے جب انگریزی میں کتابیں تیار کیں تو یہاں پر زبردست اور نیا مرحلہ پیش آیا کہ پاکستانی پبلیشرز جنھوں نے میری اردو کی کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لیکر شائع کیا۔ انگریزی کتابیں چھاپنے سے اسلئے عاری ہیں کہ عوام اردو میں لکھی ہوئی کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں اور انگریزی داں مذہبی معاملات میں بہت کم دلچسپی لیتے ہیں لہٰذا تجارتی نکتہ نظر سے انگریزی کتابوں کے چھاپنے میں گھاٹا ہے۔ وائے حسرت بر حال ما۔!

اب رہا غیر ملکی پبلیشر چاہے وہ انگلستان میں ہوں یا امریکہ میں انھوں نے مجھے لکھا کہ آپ کی کتابوں کے مسودوں کو بہت دلچسپ پایا اور ہم ان کو اس شرط پر شائع کرنے کو تیار ہیں اگر ان میں اشاعت اسلام کا حصہ اور نظریہ حذف کر دیا جائے۔ اس کا جواب ایک مسلم کیا دے سکتا ہے۔؟

اب میں نے اپنی بہنوں کی فرمائش پر خواتینِ اسلام پر پھر
سے اردو میں لکھنا شروع کیا ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

قرآن مجید نے عورت کا مقام بہت بلندی پر قائم کر دیا ہے حج ہو یا نماز۔ سب میں مسلمان عورت ماں۔ بہن بیٹی کی صورت میں ان کے حق میں دعائیں بار بار آتی ہیں مگر جو نماز و ارکان حج بھی نہ سمجھیں تو ان سے کوئی کیا کہے۔ یاد رہے دنیا کو آج مرد اور عورت یعنی دونوں کی ضرورت ہے۔ انسان اپنے تئیں بغیر علم و عمل کے انسان کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ اسلامی تاریخ مسلم اور مسلمہ کے شاندار اعلیٰ واقعات سے بھرپور ہے۔ آج کل بھی مجاہد اور مجاہدہ کی ضرورت ہے جو کہ اسلام کی ماضی، جو نہایت ہی شاندار رہی ہے اسے از سر نو زندہ کرے جو دھندلے مستقبل میں ہمارے لئے مشعل راہ بنے۔ آمین ـــ!

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اس کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انھیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
فقط میرا ہاتھ چل رہا ہے انھیں کا مطلب نکل رہا ہے
انھیں کا مضمون انھیں کا کاغذ قلم انھیں کا دوات ان کی

حضرت اکبر الہ آبادی ــ

قرآن مجید کا اعلان

ذالک الکتٰب لاریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون
بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون۔
والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل
من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون۔

اس کا مفہوم یہ ہے: "اس میں شک و شبہ کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے اس کی ایک ایک بات شک و شبہ سے پاک ہے۔ لیکن یہ کتاب راہِ ہدایت انھیں دکھاتی ہے جو فطرتاً برے کاموں کے کرنے سے گھبراتے اور خوف کھاتے ہیں اور نیک کاموں کے کرنے کی طرف مائل رہتے ہیں اور اپنی آنکھوں اور اپنی عقل کو معیار بنا کر نہیں بیٹھ جاتے بتانے سے ان چیزوں کا یقین کر لیتے ہیں۔ جب تک ان کی نگاہ اور ان کی عقل نہیں پہنچتی اور یہ کتاب راہِ ہدایت انھیں دکھاتی ہے جو فقط زبان سے اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتے بلکہ عمل بھی مسلمانوں کے سے کرتے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کی باتیں ہیں اور اسلام کی علامتیں ہیں۔ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور اللہ نے انھیں مال و زر دے رکھا ہے تو اس سے ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔ ایثار کا اور دوسروں کا کام نکالنے کا مادہ ان میں ہے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کتاب راہ ہدایت

اور صراط مستقیم انہیں دکھاتی ہے جن کے دل میں دُھکڑ پکڑ نہیں ہے تمہیں سچے دل سے پیغمبر مانتے ہیں اور تم پر جو نازل ہوا ہے اور تمہارے ذریعے جو پہنچایا گیا ہے اس کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں اور جو تم سے قبل نازل ہو چکا ہے اس کے نزول کے قائل ہیں۔ جنھیں واقعی یقین ہے کہ مرنے کے بعد اعمال کا حساب دینا ہے۔"

یہ وصف جس میں جتنے درجے کے ہیں اتنے درجے قرآن مجید اس کے لئے مؤثر ہے۔ اور جس میں یہ وصف نہیں ہیں۔ قرآن مجید اس کے لئے بے اثر ہے اور ہاں ایک شرط اور ہے کہ راہِ ہدایت اور صراط مستقیم کی چیٹک اور جستجو ہونی چاہیئے۔" اھدنا الصراط المستقیم زبان سے بھی کہو اور دل سے بھی کہو اور اس پر عمل بھی کرو۔ اتنی شرطیں پوری کردو تو راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم ضرور پالوگے۔ "اولئک علیٰ ھدی من ربھم و اولئک ھم المفلحون" ایسے لوگ جو فطرتاً متقی اور پرہیزگار ہوں اللہ کے فضل سے راہ ہدایت اور صراطِ مستقیم پالیتے ہیں اور منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں اور من مانی مرادیں حاصل کر لیتے ہیں اور جو مسلم اور مسلمہ قرآن پڑھے اور اُسے سمجھنے کی کوشش قطعی نہ کرے اسے کیا کہا جائے۔

نہ گل کا راز جانے تو۔ نہ بلبل کی زباں سمجھے
تو پھر تیری سمجھ کو بس خدا ہی باغباں سمجھے

بیمار محض پڑھ کر تندرست نہیں ہوا کرتے۔ نسخہ کی دوائیں کھاتے اور پیتے ہیں۔ پرہیز کرتے ہیں با الفاظِ دیگر نسخہ کی ہدایت پر عمل

کرتے ہیں۔

چند آیاتِ قرآنی کا مفہوم

قرآنی آیات کا مفہوم یا ترجمہ کرتے ہوئے مجھے یہ بات ہمیشہ محسوس ہوتی ہے کہ اللہ کے اپنے الفاظ میں جو کیف اور اثر ہے وہ کتنی بھی کوشش کر لیجئے۔ اردو اور انگریزی تو کیا عربی ترجمے میں بھی نہیں کی جا سکتی۔ یہ سمجھتے بوجھتے ہوئے میں عموماً مفہوم ہی پر اکتفا کرتا ہوں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کے سامنے ترجمہ پیش کرنے کی ہمت محض اسلئے کرتا ہوں کہ ہم اور آپ اس مسئلہ پر غور کریں۔ اور آیات قرآنی سے شناسائی کر سکیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی مدد فرمائے آمین ثم آمین۔

ہے طریقت کیا؟ اصولِ شرع کا!

زیست کی گہرائیوں میں دیکھنا

ہے تلاشِ رازِ دیں تجھکو اگر

اپنے دل کی خلوتوں پر رکھ نظر

یہ نہیں تو دین مجبوری تیرا

سنگ حائل ہے خدا کی راہ کا

بندے پر جب تک نہ ہو حق آشکار

ہے اسیرِ بند و جبر و اختیار

ہو ذرا فطرت میں اپنی غوطہ زن

مردِ حق بن، چھوڑ یہ تخمین و ظن

تا ہو رازِ خیر و شر تجھ پر عیاں
منکشف ہو جائیں اسرارِ نہاں

سیرتِ پیغمبر سے ہے جو بہرہ ور
ہے وہ جبریلِ امیں کا ہم سفر!

اے کہ تجھ کو نازِ قرآنِ عظیم
حجرہ میں کب تک رہے گا تو مقیم

اٹھ جہاں والوں کو رازِ دیں بتا
نکتۂ شرعِ مبیں ان کو سکھا

ہو نہ محتاجِ کسی کو غیر کی
نکتۂ شرعِ مبیں ہے بس یہی

مکتب و ملّا کا افسوں الامان
ہو گیا مومن سے یہ نکتہ نہاں

روحِ قرآں سے جو نا محرم رہا
دیکھی اس آئینہ میں اپنی ادا

چاکِ ملت یوں نہیں ہوتا رفو
ہاں دکھا اعمال سے حق پر ہے تو

سنہ ۶۲۵ء کا زمانہ مذہبِ اسلام کی ترقی کا زمانہ تھا۔ لوگ جوق در جوق مدینہ آکر مسلمان ہوتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین کی

ظاہری اور باطنی خوبیوں سے انھیں بہرہ اندوز فرماتے تھے۔ اسلام کی تعلیم مساوات اور احسان عام کا بدیہی نمونہ تھی۔ اپنے ہم جنسوں سے شفقت اور نرمی برتنی تمام بنی نوع سے خیر اندیشی کرنا۔ ان کا بھلا چاہنا بلکہ اپنی منفعت پر غیر کی منفعت کو مقدم رکھنا۔ اپنے دشمنوں۔ مخالفوں اور بدخواہوں سے احسان و مروت اور بالعموم دوستی کرنا۔ ان کی خطاؤں سے درگذر کرنا۔ برائی کے عوض ہمیشہ بھلائی کرنا، عمدہ اور افضل اخلاق اسلام کی تعلیم ہے۔

چونکہ عرصہ دراز سے کوئی ایسا حکیم دنیا میں نہ آیا تھا اور جن حکما اور فلاسفروں نے زمانے کا رنگ دیکھکر محاسن اخلاق بیان کئے بھی تھے۔ چونکہ وہ انسانی خیالات تھے اسلئے ان کے خیالات افراط و تفریط سے خالی نہ تھے۔ لہٰذا ان پر وثوق اور اعتمادِ کلی بغیر وحی اور انکشاف کے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ وہ وحیِ الٰہی جس کا انکشاف قرآن مجید کے ذریعہ ہوتا تھا۔ وہی صحیح نمونہ اخلاق کا تھا۔ اور یہی اسلام تھا جس کی اشاعت حضرت صلعم نے کی۔

اسلام نے نوع انسانی کی تاریخ میں سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ۔ حقیقت میں وہی شخص بزرگ و برتر ہے۔ جو اللہ سے ڈر کر گناہوں اور بے اعتدالیوں سے پرہیز کرتا ہے۔" اور یہی پرہیزگاری انسان کی بڑائی کی دلیل ہے۔ اور اس کا خاندان اور قبیلوں کی برتری سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قرآنی تصور اور اسلامی تعلیم کے مطابق نیک اعمال کا

دارومدار خوف خدا پر ہے - قوموں کی تہذیب کی تاریخ سے ظاہر
ہے کہ سخت سے سخت جسمانی سزاؤں کے خوف سے بھی انسان کے اعمال
میں وہ اصلاح رونما نہیں ہوتی جو کہ خوفِ خدا کے باعث مسلمانوں
کی سیرت میں ظاہر ہوئی - اگر انسان کا علم اس کے دل میں اللہ کا خوف
پیدا نہیں کرتا تو وہ علم نہیں جہل ہے - اور اگر انسانی عقل اسے اللہ
کے مقرر کئے ہوئے قوانین سے آزاد ہو جانے کی راہ دکھاتی ہے
تو وہ عقل نہیں نادانی ہے - اللہ کے خوف کا احساس قرآن مجید کی
سب سے بڑی دعوت ہے - اور اسلام کا مسلمانوں سے بڑا مطالبہ
یہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈر کر گناہوں سے پرہیز کریں -

جو لوگ خوفِ خدا کو خوف کے اس احساس سے تعبیر کرتے ہیں جو
کسی انسان کی جسمانی علمی باطنی قوت دل پر طاری کر دیتی ہے - وہ بڑے
دھوکے میں مبتلا ہیں - قرآن میں خدا کا خوف خدا کی خوشنودی کی آرزو
مندی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور یہ خوشنودی اسی انسان کو نصیب
ہو سکتی ہے جو خدا کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز نہ کرے کیونکہ انسان کی
تخلیق ایک ایسے نظام کے تحت ہوئی ہے جس میں کوئی بے اعتدالی نہیں سما
سکتی اور جس کو ایک ذرا سی حدنا شناسی درہم برہم کر دیتی ہے - پس اگر
یہ کہا جائے کہ خدا کا خوف حقیقت میں فطرت کے ان قوانین کی پابندی کا
نام ہے جن پر انسان کی تخلیق موقوف اور اس کی نشوونما منحصر ہے تو حقیقت
سے دور نہ ہوگا -

قرآن فرماتا ہے کہ " پروردگار نے مخلوق کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اُس کو تمام کاموں کو انجام دینے کی قوت بخشی ہے جن کی انجام دہی کے لئے وہ معرض وجود میں آئی ہے۔" اسی اندازے کو قرآن تقدیر کہتا ہے اور انسان کی اسی صلاحیت کو وہ اس کی قسمت سے تعبیر کرتا ہے اگر کوئی شخص اپنے مقررہ اندازے اور اپنے قویٰ کی صلاحیت کے مطابق اپنا دستور حیات مرتب نہیں کرتا۔ اور خداوند کی دی ہوئی قوتوں کو اپنی غفلت یا بے اعتدالی سے ان کے فعل سے محروم کر دیتا ہے۔ تو وہ اپنی تقدیر اپنے ہاتھوں بگاڑ دیتا ہے۔ اور اپنی قسمت کی نخل کی جڑیں کاٹ دیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

" کائنات کا سارا نظام حق پر قائم ہے اور کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ اس کو کھیل سمجھے یا اسے کھیل بنائے۔"

پس خدا کا خوف اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ انسان اپنے اعمال کو اعتدال کے سانچے میں ڈھالے۔ قرآن حدود اللہ سے موسوم کرے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو اس کی تخلیق کا منشا پورا نہیں ہوتا اور اس کے قویٰ ارتقاء کے وہ مدارج طے نہیں کر سکتے جنھیں طے کرنے کی استعداد اسے اللہ نے عطا فرمائی ہے۔

سیرانسانی جب اللہ کے "خوف کے" اس مضبوط سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ تو پھر اسے صراط مستقیم سے کوئی طاقت متزلزل نہیں کر سکتی اور اس میں پرہیزگاری کی تجلیوں کا وہ جذب پیدا ہو جاتا ہے کہ اس

کے اپنے "پیر حسن عمل" کے سوا اور کوئی نقش نہیں جم سکتا یہی وہ مقام ہے جسے قرآن مجید کی زبان میں "فوزِ عظیم" کہتے ہیں اور یہی انسان کی سب سے بڑی مراد مندی ہے پس قرآن مجید کی تعلیم اور اس کے لحاظ سے سیرتِ انسانی اس وقت تک ایمان کے نور سے منور نہیں ہو سکتی جب تک انسان کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو۔ اسی لیے قرآن نے اللہ کے خوف کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ "وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"

اللہ کا خوف قرآن کی تعلیم اور تصور کے مطابق اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ مسلمان ان اعمال اور اقوال سے پرہیز کریں جو اللہ کو ناپسند ہیں اور جنھیں قرآن گناہ اور ظلم سے تعبیر کرتا ہے۔ جو مسلمان ایسی سیرت رکھتے ہیں انھیں قرآن بشارت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالے کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہیں اور انھیں کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے۔ "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ"

پس قرآن کے نزدیک کسی شخص کی عزت اور بڑائی کا تعین نہ اس کے نسلی اقتدار سے ہوتا ہے اور نہ اس کے وطن کی جغرافیائی حیثیت ہی سے قرآنی معیار کے مطابق انسان کا شرف ایمان سے ہے اور ایمان کا شرف پرہیزگاری سے۔ اور جن لوگوں کو یہ نعمت میسر آجائے ان کے مرتبے کی بلندی کی بشارت کے صریح اور کھلے الفاظ میں موجود ہے۔

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے

فتنہ (اور ظلم وفساد) قتال سے بڑھکر (تباہیوں کا موجب اور) بُرا ہے (ظلم و فساد کو مٹانے کے لئے جنگ ناگزیر ہو جائے تو اُسے ٹالو نہیں۔ مگر پھر سن لو) مسجد حرام میں کفار سے اس وقت تک نہ لڑنا۔ جس وقت تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں۔ (اور پہل نہ کریں۔ ہاں) اگر وہ (مسجد حرام میں) تم سے لڑیں تو تم (ترکی بہ ترکی جواب دو) انھیں قتل کر ڈالو۔ (اُن کا قصہ پاک کرو۔ ایسے ڈھیٹ) کافروں کی یہی سزا ہے مگر (لڑتے لڑتے بھی ان کا دماغ راستی پر آجائے اور) وہ جنگ سے رُک جائیں اور جنگ بند کرنے کی درخواست کریں تو (پھر تمہیں لڑنے کا حق نہیں رہے گا۔) تم بھی لڑائی بند کر دینا اللہ جاننے والا اور غفور و رحیم ہے۔ (تم بھی معاف کرنا اور رحم سے کام لینا۔ کفار سے بس) اس وقت تک لڑنا جس وقت تک فتنہ ختم نہ ہو جائے اور اللہ کا حکم نہ چلنے لگے (ان کا اور تمہارا تنازعہ اور جھگڑا فقط اتنا ہے کہ تم۔ اے مسلمانو اللہ کا حکم ماننا چاہتے ہو اور اللہ کے قوانین کی پیروی کرنی چاہتے ہو۔ اور اگر یہ لوگ شر سے باز آجائیں ، ان کے باز آجانے کی صورت میں لڑائی جاری رکھنی ممنوع ہے سختی (باز نہ آنے والے) ظالموں کے سوا کسی سے نہیں برتی جاسکتی (مقصد اللہ کے دین کو بلا تشدد قائم کرنا

ہے۔ لوگوں کو مٹانا مقصد نہیں ہے۔ کفار اگر حرمت والے مہینوں
ذی قعدہ اور ذی الحجہ۔ یا رجب اور محرم میں لڑیں اور ان مہینوں کی
حرمت کی پرواہ نہ کریں تو تم بھی پرواہ نہ کرو) حرمت والے مہینوں
کے لحاظ کے مقابلے میں حرمت والے مہینوں کا لحاظ ہے اور (مہینے کیا)
جو جو واجب الاحترام چیزیں آڑے آئیں تم انھیں آڑے نہ آنے دو۔
اور بے دھڑک قصاص لو۔ (بشرطیکہ پہل فریق ثانی کرے) جو تم سے
سختی سے پیش آئے تم بھی اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرو۔ (مگر اتنی ہی
اور) ویسی ہی (جتنی اور) جیسی سختی تم پر کی جائے (سختی میں اضافہ
ہرگز مت کرنا۔) اور اللہ سے ڈرتے رہنا اور یاد رکھنا کہ اللہ (متقیوں
اور پرہیزگاروں) اپنے سے ڈرنے والوں کا ناصر و مددگار ہے۔
وہاں کوئی جنگ بغیر مالی اور جانی قربانی کے کامیاب نہیں
ہوسکتی) اللہ کی راہ میں (جنگ کے اخراجات کے واسطے جان۔ مال
اور زر بھی خرچ کرو) اور (محض لڑنے کے شوق میں) اپنے ہاتھوں
اپنے تئیں ہلاکت میں مت ڈالو۔ (اندھا دھند بغیر تیاری اور سامان
کے نہ لڑنے لگو۔ روپیہ خرچ نہ کر کے خود کو کمزور اور دشمن کو قوی
کرنا بھی اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا ہے) ہر کام قرینے سے ہونا چاہیئے۔
اللہ قرینے سے کام کرنے والوں کا دوست ہے۔
لہٰذا اسلام میں ٹوٹل وار ممنوع ہے۔ جہاں جہاد میں
مدافعانہ جنگ کی اجازت ہے وہاں پر جارحانہ لڑائی کرنا ممنوع قرار

دیا گیا ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا دین ہے لیکن اے مومنو! جو کفار تم سے (محض تمہارے مسلمان اور مومن ہونے کے باعث الجھیں) اور لڑائی مول لیں۔ ان سے بے تامل اور بے کھٹکے لڑو۔ نفسانیت کی بنا پر نہیں انسانیت کی خاطر فی سبیل اللہ۔ البتہ پہل یا معاہدہ شکنی تمہاری جانب سے نہیں ہونی چاہیئے اور نیز کفار کی اس زیادتی کے باوجود کہ ناحق تمہیں لڑائی کے لئے مجبور کیا اور خواہ مخواہ حملہ کر بیٹھے تم زیادتی (کسی قسم کی) مت کرنا۔ اللہ زیادتی کرنے اور حدود توڑنے والوں سے خوش نہیں ہوتا۔ (سورۃ ۲ آیات ۱۹۰ تا ۱۹۵)

نعمت کا ملنا آزمائش ہے۔ اس امر کا تم شکر ادا کرتے ہو یا ناشکری؟

غصہ کے وقت قصور وار سے بدلہ لینے سے پہلے یہ ضرور بہ ضرور خیال کر لیا کرو کہ تم اپنے "رب کی طرف سے اپنے لئے کرو وہی فیصلہ جو تم دوسرے کے لئے بھی تجویز کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔"

"دھوکہ دینے والا خود دھوکے میں ہوتا ہے۔"

"لوگو! تمہیں موت ضروری آئے گی۔ خواہ تم مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو۔"

"ہم نے تمہارے پاس تم ہی میں کے ایک شخص کو رسول بنا کر

بھیجا ہے جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور تمہیں قرآن اور اس کے اسرار سکھاتا ہے اور وہ وہ باتیں بتاتا ہے جنھیں تم پہلے نہیں جانتے تھے۔" (سورہ ۲۵ - آیت ۱۵۱)

"جب تک خدا کی راہ میں وہ چیزیں صرف نہ کرو گے جو تم کو عزیز اور پیاری ہیں نیکی کے درجے کو ہرگز نہ پہنچو گے۔ جو کچھ بھی تم خرچ کرتے ہو۔ اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرتا رہے گا۔ خدا اس کے تمام کام آسان کر دے گا۔ اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا۔ خدا اس کے لئے کافی ہے۔"

"اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر اور ایسے جم کر جنگ کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔"

"زمین پر جتنی حلال اور طیب چیزیں ہیں، ان سے خوب فائدہ اٹھاؤ۔ مگر شیطانی طریقوں سے دوسروں کا حق مارنے کی کوشش نہ کرو۔"

(اس آیات سے قرآن مجید نے واضح الفاظ میں ارشاد کیا ہے کہ دنیاوی وسائل اور خدا کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا اسلام کے منافی نہیں ہے)

"اللہ کے بندے وہ ہیں جن کو تجارتی کاروبار اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتے ایسی کسب معاش کو تمام مسلمانوں پر فرض قرار کر دیا ہے۔ یوں بعثتِ نبوی نے اللہ والوں کے لئے کاروبارِ حیات کے تمام راستے کھول دیئے۔ تجارت میں چور بازاری کا قلع قمع کیا۔ ناپ تول

کے قوانین وضع کئے اور سابقہ امتوں کو اس پاداش میں جو سزا ملی اس سے مسلمانوں کو عبرت دلائی۔ رزق حلال اور صدق مقال کی اہمیت پر زور دیا۔ دوسروں کا حق مارنے اور حرام مال جمع کرنے پر تعزیر کا خوف دلایا)

قرآن مجید دوسری جگہ فرماتا ہے۔

"اللہ نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا تاکہ حق وصداقت کا نظام دوسرے تمام نظاموں پر غالب آجائے خواہ مفسد لوگ اسے ناپسند ہی کریں۔"

(یعنی عقیدۂ توحید اور اقرارِ رسالت کسی مسلمان کو ایمان کی دولت اس وقت تک نہیں بخش سکتے۔ جب تک اس کے معاملات اور کاروبارِ حیات میں توازن پیدا نہیں ہوجاتا۔ یہی نظامِ حیات اور آئین زندگی ہے جس کا ذکر مذکورہ آیت میں آیا ہے۔ اسی غلبہ الٰہی کی خاطر کفار کی چیرہ دستیوں کے خلاف جہاد کی صورت پیدا ہوئی تاکہ زندگی کے تمام شعبوں پر ایمان والوں کی بالادستی ہو۔ اسی رنگ سے بعثتِ نبوی کے بعد دنیا کو منصفانہ نظامِ عمل مل گیا۔ ایک پاکیزہ معاشرہ شائستہ تہذیب وتمدن وجود میں آیا۔ جس نے انسانوں کو برائیوں سے پاک کرکے ان میں نئی روح پھونک دی۔ فرد وجماعت کو آپس میں اس طرح جوڑا کہ باہمی الفت کا جذبہ ادنیٰ واعلےٰ تمام طبقوں میں جاری وساری ہوگیا)

۔ جو لوگ برائی کے عوض میں بھلائی کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لئے دارِ جنت ہے۔ ان لوگوں کو دہرا اجر ملے گا۔ اسلئے کہ انہوں نے

نے صبر کیا اور برائی کے بدلے بھلائی کرتے ہیں۔"

"بری بات کا جواب اچھی بات سے دو۔" "برابر نہیں نیکی اور نہ بدی جواب میں اور اگر تم اس شخص کو جس نے تم سے دشمنی کی ہو تم اسے اپنا دوست و عزیز سمجھو۔ مگر یہ صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور جن کی قسمت بڑی ہوتی ہے۔ برائی کا بدلہ برائی ویسی ہے پھر جو معاف کرے تو اس کا ثواب عظیم ہے۔ اور اگر بدلہ لو تو اسی قدر بدلہ لو جتنی تم کو تکلیف پہنچی ہو اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے۔"

ہادی اسلام حضرت صلعم کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

"یہ کچھ خدا ہی کی مہر سے ہے کہ اس نے تم کو نرم دل دیا اور تم ان (مشرکین) سے نرمی سے ملے۔ اور اگر تم سخت اور سنگدل ہوتے تو وہ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔ لہٰذا تم ان کو معاف کر دو۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

پھر عام محبت کے لئے ہادیِ اسلام صلعم کو خداوند کریم کا یوں ارشاد ہوتا ہے۔

"اللہ تعالےٰ تم کو اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جو لوگ تم سے دین کے معاملے میں نہیں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ ان کے ساتھ تم احسان اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ تعالےٰ انصاف والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ جس بات سے منع کرتا

ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ دین میں تم سے لڑے۔ تمہارے گھروں سے
تم کو نکالا تم کو تمہارے گھروں سے نکالنے میں اوروں کی مدد کی۔ ان سے
دوستی نہ کرو اور جو لوگ ان سے دوستی کریں گے وہ ظالم ہیں۔ "

جس اسلامی تعلیم نے مسلمانوں کو اخلاق اور خصائل سے آراستہ
اور مہذب بنا دیا وہ ارشاداتِ ایزدی یہ ہیں۔

وہ لوگ رحمٰن کے بندے ہیں جو زمین پر آہستہ (بلا تکبر) چلتے
ہیں اور جب ان سے بے سمجھ لوگ بات کرتے ہیں تو ان کو سلام (نرمی
سوجھ بوجھ) کہتے ہیں اور رات کو عبادت و سجدہ کرتے ہوئے گذارتے
ہیں اور بارگاہِ الٰہی سے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں اور اس
عذاب کے وجود کو برحق تسلیم کرتے ہیں۔ بیشک ٹھہرنے یا رہائش
کے لئے بہت ہی خراب جگہ ہے۔"

" لوگ اپنا روپیہ اس طرح سے خرچ کریں کہ نہ تو اسراف کریں
اور نہ ہی کنجوسی۔ روپیہ خرچ کرتے وقت میانہ روی کا طرز سیدھا
اور اچھا راستہ ہے۔"

" جو لوگ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی حاکم کو مدد کے لئے پکارتے
وہ ایسا گناہ کرتے ہیں جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو منع کیا ہے۔ جو
لوگ بدکاری کرتے ہیں ان کو اس کے اجر میں نہایت دردناک عذاب
قیامت کے دن ملیگا اور ان کا یہ عمل ان پر خواری لائے گا۔ مگر جس نے
توبہ کی اور اپنی بدی کو نیکی کے عمل سے بدل دیا اور اللہ تعالےٰ پر یقین لایا کہ

اجر دینے والا اور بخشنے والا ہے۔"
(اللہ)

ہم نے بطور نمونہ مشتے از خروارے صرف چند آیات لکھی ہیں۔اس اسلامی تعلیم نے نہ فقط تمدنی معاشرتی حالت کو درست کیا بلکہ دنیا والوں کو دنیوی برکات سے بھی فیض یاب کیا۔ آپؐ ہر نصیحت کو خود عملاً عیاں کرتے تھے۔ ایک روز آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ کسی سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہاں پر سب تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپ نے فرمایا۔" عجمیوں کی طرح میری تعظیم کیلئے کھڑا نہ ہونا چاہیئے۔ اسی طرح جب آپ یہ دیکھتے کہ کوئی شخص آپ کی تعظیم حد سے زیادہ کرتا۔ تو اکثر فرمایا کرتے۔" میری حیثیت سے زیادہ میری تعریف و تعظیم نہ کیا کرو۔"

سنہ ۶۲۹ء کا سال ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔خدا کے مقرب رسول آنحضرت صلعم کو (اُس وقت جب کہ آپ مکہ اور شعب ابو طالب میں موجود تھے) خداوند کریم نے بذریعہ وحی دو وعدے فرمائے تھے۔ان میں سے ایک وعدہ یعنی حکومت روما کی ایران کے خلاف کامیابی کا تو پورا ہو چکا تھا۔اب دوسرا وعدہ یعنی اسلام ایران اور روم (موجودہ ترکی۔ اروم اور شام) میں پھیلیگا۔پورے ہونے کو تھا۔کیونکہ حجاز میں ترقی اسلام کے سب سے بڑے مزاحم تھے کے مشرک۔ ناموران قریش اور روما اور ایران کے باجگزار قبائلوں میں اسلام سرایت نہایت تیزی سے کر رہا تھا۔ بت پرست اور یہودی

ذہنی شکست کھا چکے تھے۔ ان تمام ممالک میں مشرکین بڑی تعداد میں روز بروز اسلام قبول کر رہے تھے۔

خداوند تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو "فتح مبین" کا لقب دیا۔ مگر اس پر بھی بعض مورخین نے اس معاہدہ کے متعلق گمراہ کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی سمجھ میں یہ اہم بات نہیں آئی کہ اس معاہدہ کی وجہ سے وہ روک ٹوک اٹھ گئی جس کی بنا پر مسلمان اور کفار آپس میں ملتے جلتے نہ تھے۔ اس معاہدہ کے بعد آمد و رفت شروع ہو گئی۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ آنے جانے لگے اور اب وہ مسلمانوں کی ہر پہلو سے ترقی کو دیکھنے لگے باتوں باتوں میں اسلامی مسائل اور اسکی ترقی کی وجوہات کا تذکرہ آتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ وہ یہ دیکھتے تھے کہ ہر مسلمان اخلاص حسن و عمل و نیکوکاری۔ پاکیزہ اخلاق۔ خواتین کا ایک نیا مقام ایک زندہ تصور تھا۔ جو مسلمان مکہ جاتے تھے ان کی صورتیں یہی مناظر پیش کرتی تھیں۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے تھے۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس وقت نہ فقط تبلیغ رسالت کی آواز سارے عرب میں گونج اٹھی اور ہر طرف سے گروہ کے گروہ مدینہ میں سرچشمۂ اسلام سے فیض یاب ہونے کے لئے کھنچے چلے آتے تھے۔ معاہدہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک کثیر تعداد میں لوگ اسلام لائے۔ تمام مشرکین عرب ان دلدادگانِ توحید کے بدترین دشمن

بنتے گئے۔ صلح حدیبیہ کے معاہدہ سے اگرچہ مشرکین عرب کو دس سال کے عرصہ کی مہلت مل گئی تھی تاکہ وہ امن واطمینان سے اپنی تجارت اور اپنے کاروبار میں مصروف رہیں اور پرانی دشمنیاں بھول جائیں لیکن فتنہ و سرکشی اِن کی گھٹی میں داخل تھی اس لئے مشرکین مکہ نے بھی صلح کے معاہدہ کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ اس معاہدے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلے چاہیں آنحضرت صلعم کے حلیف ہو جائیں اور جو چاہیں مکہ والوں کے طرفدار بن جائیں۔ چنانچہ بنی خزاعہ اس شرط کی رو سے مسلمانوں کے رفیق (حلیف) بن گئے۔ اور بنی بکر قریش مکہ کے ساتھ۔

ان دونوں قبیلوں یعنی بنی خزاعہ اور بنی بکر میں پرانی عداوت چلی آرہی تھی۔ ایک شب موقع پاکر بنی بکر نے قریش مکہ کی شہ اور مدد سے بنی خزاعہ پر شب خون مارکر ان کے کئی افراد قتل کر دیئے۔ اور ان کا مال اور جانور لوٹ لئے۔ بنی خزاعہ جان بچانے کی غرض سے حرم کعبہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ مگر وہاں بھی بنی بکر کا سردار نوفل جا پہنچا اور اعلان کر دیا کہ

"آج خدا کوئی چیز نہیں ہے ہمیں اپنا بدلہ لینا ہے ہم حرم کعبہ کی پرواہ نہ کریں گے"۔ بنی بکر نے بدیل ابن ورقا کی کفالت لی مگر جب وہاں بھی ان کو امان نہ ملا تو عمر بن سالم مدینہ میں آئے اور حلیف ہونے کی بنا پر آنحضرت صلعم سے امداد کی درخواست کی جسے آپ نے

منظور فرمالیا۔

ادھر قریش کو اپنی بدعہدی کا خوف تھا۔ وہ اسی سوچ میں تھے کہ اگر مسلمانوں نے صلح حدیبیہ کی بدعہدی پر جواب طلب کیا تو کیا عذر پیش کیا جائے گا اسی فکرو اندوہ سے بچنے کے لئے اور مدینہ والوں کے احساسات معلوم کرنے کی غرض سے قریش مکہ نے اپنے سردار ابوسفیان کو خفیہ طور سے مدینہ بھیجا تاکہ حالات کے مطابق عذرخواہی بھی کرے اور تجدید معاہدے کی بات چیت بھی کرے۔ ابوسفیان جب مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں بدیل سے جب ملاقات ہوئی تو ابوسفیان نے دریافت کیا۔

" کیا تم مدینے میں محمد (صلعم) کے پاس تو نہیں گئے تھے ؟" بدیل نے جواب دیا۔ " نہیں تو میں تو خزاعیوں کے پاس گیا تھا جو ساحل پر سکونت پذیر ہیں۔ "

ابوسفیان کو اس جواب نے اور بھی تذبذب میں ڈال دیا اور اس نے مدینہ خود جاکر حالات معلوم کرنے کا فیصلہ کیا۔

ابوسفیانؓ مدینہ میں۔ قریش کی ذہنی شکست

ابوسفیان عجیب عالم میں تھا۔ وہ نہتا شیر کی غار کی طرف خود بخود کھنچا چلا جا رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اس کی قوم کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ

کیوں ہمت ہار گئی ہے؟ وہ ابھی تک تعداد۔ مال و دولت میں مسلمانوں کے مقابلہ میں کثرت رکھتی ہے۔ پھر بھی انہوں نے اپنے سمرفدار کر ایسے شخص کے پاس درخواست دے کر بھیجا ہے جسے اس نے مکہ سے مار بھگایا تھا۔ آخر اس کی اپنی قوم ایسا کیوں کر رہی ہے؟ ''یہ غرور اور یہ تکبر اور پھر بھی وہ مدینہ کی طرف جا رہا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے دنیا کو ایک نیا ہتھیار دیدیا تھا۔ یعنی مسلمان کو بغیر ہتھیار۔ بغیر تصادم اور بغیر خونریزی کے اب مشرکین مکہ نے اپنے سے برتر تسلیم کر لیا تھا۔ حالات نے پلٹا ایسا کھایا تھا کہ کثیر تعداد والے قلیل تعداد والوں سے خوف زدہ تھے۔ ان کو اپنی دولت اور جدید ہتھیاروں پر اعتماد نہیں رہا تھا وہ ذہنی شکست کھا گئے تھے جو تمام اقسام کی شکستوں سے کارگر اور دیرپا ہے۔

ابوسفیان مدینہ پہنچکر خفیہ طور سے اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہؓ کے گھر میں گیا۔ وہاں آنحضرت کے بچھونے پر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ ام حبیبہؓ نے جھپٹ کر وہ بچھونا لپیٹ کر الگ رکھدیا۔ ابوسفیان نے اس حرکت پر ششدر ہو کر پوچھا۔

''بیٹی یہ کیا؟ کیا تو بھی میرے خلاف ہے؟'' ام حبیبہ نے فرمایا۔ ''یہ رسول اللہ صلعم کا بچھونا ہے اور آپ ابھی مشرک اور نجس ہیں اس لئے مجھ سے گوارہ نہ ہو سکا کہ آپ بچھونے پر بیٹھ کر اسے ناپاک کریں۔'' اس پر ابوسفیان نے کہا۔

"ام حبیبہ مجھ سے چھوٹ کر تم بھی غارت ہوگئیں -" اس پر ام حبیبہ رضؓ نے فرمایا۔

"آپ غلط کہتے ہیں غارت نہیں ہوئی بلکہ اللہ پاک کی عنایت سے شرک ونجس کے ناپاک اور تاریک گڑھے سے نکلکر چشمۂ اسلام سے پاک وصاف ہو کر اس مقام پر پہنچ گئی ہوں جو اسلام نے عورت کو بخشا ہے۔"

ام حبیبہ رضؓ کی اس گفتگو نے ابوسفیان کو مایوس کر دیا اور وہ اسی وقت وہاں سے اٹھ کر دربارِ رسالت یعنی مسجدِ نبوی میں حاضر ہوا اور آنحضرت صلعم کے سامنے اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ابوسفیان کو کچھ جواب نہیں دیا۔ جب ویرتک بیٹھنے کے بعد بھی کچھ شنوائی نہ ہوئی تو حضرت ابوبکر رضؓ سے ملا اور ان سے سفارش چاہی لیکن ابوبکر رضؓ نے جواب صاف دیدیا کہ میں اس بارے میں آنحضرت صلعم سے ایک لفظ بھی عرض نہیں کرسکتا۔

اسی طرح ابوسفیان عمر بن الخطاب رضؓ کے پاس جب پہنچا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا۔ "ناممکن ہے کہ میں تمہاری سفارش کروں۔ جب ان دونوں نے مجبوری ظاہر کی تو وہاں سے مایوس ہو کر ابوسفیان حضرت علی رضؓ کے پاس آیا اور اپنی قرابت اور پچھلے تعلقات کا واسطہ دیکر مدد مانگی۔ مگر حضرت علی رضؓ نے بھی اظہار معذوری کیا۔ مجبور ہو کر ابوسفیان حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کے پاس گیا۔ ان کے بیٹے کو گود میں لیا۔ پیار کیا اور ان کے بیٹے کا واسطہ

دے کر اپنے لیے امان طلب کی۔ جب یہاں سے بھی صاف انکار ہوا تو وہ بہت گھبرایا اور حضرت علیؓ سے دوبارہ امان کا طالب ہوا۔ اس کا تکبر اور غرور غائب ہو گیا۔ وہ اب اپنے آپ کو بے کس و معذور سمجھ رہا تھا وہ بے یار و مددگار تھا۔ اس کی نخوت اور قبائلی غیرت اس سے میلوں دور تھی۔ اس کی عاجزی پر حضرت علیؓ کو ترس آیا اس پر آپ نے فرمایا۔

"تم بنی کنانہ کے رئیس ہو تمہارے لیے مناسب یہ ہے کہ مسجد میں برسرِ عام اہلِ مدینہ سے امان مانگو اور فوراً اپنے وطن کو واپس چلے جاؤ۔

ابو سفیان نے ایسا ہی کیا اور اونٹ پر سوار ہو کر فوراً مکہ چلا گیا۔

جب ابو سفیان قریش مکہ کے پاس پہنچا اور سفارت کے حالات بیان کئے تو سب نے کہا علیؓ نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے اور تمہیں ذلیل کیا ہے اور تمہاری سفارت اور درخواست کو سب نے ٹھکرا دیا ہے۔

اللہ اکبر! اس دماغی منصوبہ میں کیا سادگی اور کیسی پُرکاری ہے اس فتح و کامیابی کا نام دشمن کی ذہنی شکست ہے۔ اسے کہتے ہیں عظمت و جلالت یہ ہے قیادت و سالاری اور یہ ہے فن دفاعی سیاست اور سپہ سالاری۔ کیا اس کی کوئی مثال سکندر اعظم ہو یا نپولین۔ رچرڈ شیردل ہو یا صدر جانسن کے عسکری کردار میں موجود ہے؟ اس کے پیش رووں کے کردار میں ملتی ہے؟ اس کے بعد آنے والوں کے کردار ملنے کی امید ہے؟ کامیابی و فتح مندی کے حقیقی معیار پر کوئی بھی پورا اترتا ہے۔؟ مقابلے

پر کوئی بھی ٹھہرتا ہے۔ کسی کو بھی نمونہ تقلید بنایا جاسکتا ہے؟ نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ مقام آنحضرت صلعم کا ہے۔ تعظیم و توصیف اور تقلید کی سزاوار آپؐ کی ذاتِ بابرکات ہے۔

یہ مسلم خواتین صرف چند برس پہلے کیا خصلت رکھتی تھیں آپ کا وقار اور دوربینی کیسی ہے۔ یہ اسلام کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ کسی مسلم خاتون نے برا بھلا نہیں کہا۔ مگر نہایت فاضلانہ انداز میں ابوسفیانؓ پر بار بار اور ہر بار ایسے وار کئے جنہوں نے اس کی ذہنی شکست کو مکمل کردیا۔ اس کی نخوت و تکبر اور غرور کے بل کس نکال دیئے۔ وہ الفاظ اور بےمعنی الفاظ سے حیوانی جامہ سے نکل کر انسان بن گیا۔ بعد کے واقعات نے ثابت کردیا کہ مکے سے روانہ ہونے وقت جو ابوسفیان تھا وہ اب ابوسفیان ہی نہیں۔ وہ غرور کی جگہ عجز کا پیکر بن گیا ہے۔ اگر ام جمیلہؓ نے اس کے ذہن پر کاری لگایا تھا تو حضرت فاطمہؓ نے اسے دائمی اثرات میں تبدیل کردیا۔ ان مسلم خواتین نے قیافہ شناسی سے وہ کام کیا جو تلوار نہ کرسکی۔

جہاد کی فضیلت پر قرآن مجید فرماتا ہے۔

" کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام آباد کرنے کو ان لوگوں کے کاموں کے مساوی قرار دیا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ جو لوگ ایمان لائے جنہوں نے

حق کے لئے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کیا۔ ان کا درجہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقت کامیاب ہیں (سورۃ توبہ)

قیاس

قیاس کے لفظی معنی۔ تولنا۔ یک جہتی اور برابری ہے مگر شرعی استعمال میں اس طرزِ عمل میں لانے وقت علما میں اختلاف رائے ہے مگر ایسا نہیں جو کہ عام استعمال میں مشکلات پیدا کر دے لہٰذا ہم موشگافی سے پہلو تہی کرتے ہوئے اسے عام فہم بنانے کی کوشش کرنے کی غرض سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

جب آنحضرت صلعم نے حضرت معاذؓ کو یمن کا عامل مقرر فرمایا تو یمن کو روانگی سے قبل آپؐ نے فرمایا۔ "آپ مقدمات کا کن بنیادی اصولوں پر فیصلہ کریں گے۔؟"

معاذؓ نے عرض کیا۔ "قرآن مجید کے احکامات کی رو سے"!

آنحضرت صلعم "اور اگر اس جیسی مثال آپ کو قرآن مجید میں نہ ملے؟"

معاذؓ "تو اس صورت میں احادیث سے رہنمائی حاصل کروں گا"

آنحضرت۔ "اور اگر اس قسم کا واقعہ آپ کو احادیث میں بھی

نہ ملے تو کیا کیجئے گا۔"

معاذ نے عرض کیا۔ "تو اس صورت میں جہاں تک میرے امکان میں ہے انصاف سے کام لوں گا۔" اس جواب پر آنحضرت صلعم نے اللہ تعالےٰ شانِ ایزدی میں مسرت سے یہ دعا فرمائی۔

"اے میرے باری تعالےٰ آپ نے اپنی رحمت سے مجھے ایک ایسا نمائندہ عطا فرمایا ہے جو تیری رضا اور خوشنودی کے لئے حتی المقدور سعی کرے گا۔"

ایک اور موقع پر آنحضرت صلعم نے ابن مسعودؓ سے فرمایا۔ "میں ان واقعات پر جن کے متعلق مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی اور قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ اپنے قیاس کی بنا پر فیصلہ دیتا ہوں۔ بہر حال آپ سب کے لئے مقدم ہے کہ فیصلہ دینے سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کرو اور اگر اس میں سے ہدایت نہ ملے تو پھر حدیث سے حل طلب کرو۔ اور دونوں صورتوں میں اگر آپ کو ہدایت نہ ملے تو پھر اپنے قیاس سے انصاف کرو۔"

حضرت عمرؓ خلیفۃ المومنین نے حضرت ابوالعشریؓ گورنر بصرہ کو تحریر فرمایا۔

"فیصلہ کرنے سے پہلے اگر کوئی اس قسم کی مثال موجود ہو تو اس سے راہنمائی حاصل کریں۔" اس زمرے میں ابوالعشریؓ نے عمرؓ کو ان صحابہ کرام کے لئے سزا کے متعلق دریافت فرمایا جنھوں نے شراب پی تھی۔ اس کے

جواب میں حضرت عمرؓ نے یہ تحریر فرمایا۔

"میں نے حضرت علیؓ سے بھی مشورہ لیا ہے اور ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ایسا جرم مرتکب کرنے والوں کو اسّی درّے لگائے جائیں۔ کیونکہ کہ اگر کوئی شخص منشیات (شراب گانجہ وغیرہ) کا استعمال کرتا ہے تو نشے کی وجہ سے مدہوش ہوجاتا ہے اور ایسی حالت میں کفر کی باتیں کرنے لگتا ہے اس لیے منشیات کا استعمال کفر کے برابر ہے۔"

یہاں چند نقاط قابل غور ہیں اوّل یہ کہ قرآن کی آیات مندرجہ ذیل کا نزول ہوچکا تھا۔

"ہم نے قرآن مجید میں ہر قسم کے معاملات پر روشنی ڈالی ہے (۱۶:۸۹)"۔ "ہم نے قرآن مجید میں کوئی نقطہ فراموش نہیں کیا۔ (۶:۳۸)"۔ "اے محمد صلعم لوگ مثالوں کے لیے تم سے کہیں گے۔ ہم نے مثالیں لکھدی ہیں مگر ان کا صحیح طور سے سمجھنا صرف روشن ضمیر لوگ سمجھ سکیں گے۔" (۲۹:۴۳) "اے لوگو جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں سبق سیکھو۔" (۲:۵۹) بالفاظ دیگر "قیاس" کے مطابق صرف وہی لوگ انصاف پر مبنی فیصلہ دینے کے اہل ہیں جو سمجھ بوجھ والے اور روشن ضمیر ہیں۔

دوسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا حکم سناتے وقت حضرت علیؓ کے "قیاس" کا بھی ذکر دیا کیونکہ حضرت علیؓ ایک بڑے روشن ضمیر صحابہ تھے۔

" قیاس " کے استعمال کے متعلق حنفی اور شافعی علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ مثلاً حنفی علماء فرماتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت " آمین " آہستہ آواز میں کہنا واجب ہے۔ مگر شافعی حضرات فرماتے ہیں کہ " آمین " بلند آواز سے کہنا چاہیئے۔

اسی طرح سے شافعی علماء کا خیال ہے کہ اگر نکاح کے وقت گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں (یعنی قرآن میں لکھا ہے کہ ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کی گواہی کے برابر ہے) تو نکاح جائز ہے مگر حنفی اس " قیاس " کو تسلیم نہیں کرتے۔

بہر حال ہماری ناقص رائے میں " قیاس " آج کل کے ایٹمی دور کے بدلتے حالات میں ایک نعمت ہے جس کو تمام دانشمند روشن ضمیر حضرات ملت کی بہبودی کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم موشگافی سے پرہیز کرتے مگر اس کے ساتھ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ قرآن مجید " تمام عالم " اور " ازل تا ابد " کیلئے بھیجا گیا۔

باب

ارشاداتِ نبویؐ

"میں اخلاقی بزرگیوں کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں"

(اخلاق کے معنی اچھائیوں سے بہرہ ور ہونا اور بری عادتوں سے پرہیز کرنا ہے۔ بعثت کے بعد دیکھتے دیکھتے اخلاقی نظام میں حیرت انگیز انقلاب آیا۔ کہاں چند برس پہلے عورت کا مقام ایک کنیز لونڈی کا تھا۔ وہ بھیڑ بکری کی طرح سے سمجھی جاتی تھی۔ مگر حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ عورتیں شرم وحیا کا سرمایہ بن گئیں عورتوں کا مقام بلند ترین ہوگیا بحیثیت ماں کے اولاد کے لئے جنت ماں کے پاؤں تلے تھی۔ بحیثیت بیوی کے وہ مشیر و معاون بن گئی۔ وہ امیر مدینہ بھی تھی اور ایک مجاہدہ بھی اور سالار بھی۔ خانہ جنگیوں کی جگہ مواخات۔ باہمی ہمدردی اور ایثار کا جذبہ ہوگیا وہ منتشر تھے منظم و متحد ہو گئے۔ تہذیب و اخلاق کے ساتھ ساتھ مالی اور معاشی اصلاح بھی جاری ہوگئی۔ تمام وسائل معیشت کہ جن پر کسی صالح تمدن کی بنیاد رکھی جا سکتی تھی۔ اسلامی ضابطہ و آئین کی حدود میں آ گئے)

آنحضرت صلعم نے حج کو مذہب اسلام کا پانچواں رکن قرار فرمایا۔

اسلام وہ پیغام امن و محبت ہے جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا ہے بیگانوں کو یگانا اور آشناؤں کو محسنِ صادق بناتا ہے احکام حج کا منشا یہی ہے کہ افرادِ مختلف کو ملّتِ واحد بنا کر ایک مرکز یعنی بیت اللہ پر جمع کردیا جائے یہی وجہ ہے کہ شارح اسلام نے مسلمانوں میں باہمی محبت و اتحاد قائم رکھنے کے لئے نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے لئے اپنے ہی محلے کی مسجد میں جمع ہونا افضل قرار دیا ہے اور جملہ مسلمانانِ شہر یا قصبہ میں محبت و تعلقات بڑھانے کیلئے ہفتہ میں ایک بار یعنی جمعہ کے دن جمع ہوکر احکام الٰہیہ یعنی خطبہ کا سننا اور نماز جمعہ کا ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے۔

اسی طرح مسلمانانِ اہل شہر و مضافات شہر کے مسلمانوں میں تعارف و تعلق و رشتہ اخوت مستحکم رکھنے کے لئے سال بھر میں دو بار عید کی نماز کو سنن ہدای میں واجب ٹھہرایا ہے۔ اُسی طریق وحدت کے مطابق مسلمانانِ عالم میں رابطہ دین مضبوط کرنے۔ مختلف قوموں۔ مختلف نسلوں۔ مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے افراد کو دین وحدت میں شامل ہونے کے لئے ایک دفعہ سب مسلمان جو استطاعت رکھتے ہوں انپر حج فرض کیا گیا ہے۔ فریضہ حج کی ترتیب نہایت ذومعنی ہے اور طریق نہایت سادہ اور اتحاد آموز ہے (اس کا ذکر ہم خواتینِ اسلام اور حدیث میں کر چکے ہیں) کسی بھائی یا بہن کی حاجت برآری کرنے والے ایسا ہی ہے کہ گویا اس نے تمام عمر خدا تعالےٰ کی خدمت میں گذار دی۔

اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ تو کسی مسلمان

بھائی کا دل خوش کر دے۔ شرک کے بعد بدترین گناہ ایذارسانی خلق ہے۔

ہمسایہ کا حق صرف یہی نہیں کہ اس کو کوئی تکلیف نہ دی جائے بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنا بھی ضروری ہے۔

تہمت کی جگہ سے دور رہ کہ کسی کو اپنی نسبت بدگمانی میں ڈالے۔

اگر تو صاحبِ رتبہ ہے تو کسی کے لیے کوشش کرنے میں دریغ نہ کر۔

سرورِ دو عالم کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالے کو دو قطرے بہت محبوب ہیں۔ ایک قطرہ آنسو کا جو خدا کے ڈر سے نکلا ہو۔ اور دوسرا قطرہ شہید کے خون کا۔"

میں دعوتِ حق کے لیے سراپا رحمت بن کر آیا ہوں۔ (اس امر کی تائید میں قرآن مجید نے فرمایا۔ "آج کے دن دین مکمل ہوا اور خدا کی نعمتیں تمام ہوئیں۔ حق آیا۔ باطل مٹا اور باطل کو آخر کار مٹ ہی جانا ہے۔" دوسری جگہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ "اے میرے حبیبؐ تبلیغِ حق کے لئے قیام کیجئے۔ لوگوں کو برے اعمال اور ان کے ہولناک نتائج سے ڈرایئے۔ اپنے مولا کی کبریائی کا چرچا کیجئے۔ اے پاک دامن پاک دامنی کی تعلیم عام کیجئے اور شرک کی فضا چھانٹ دیجئے")

آنحضرت صلعم کا آخری حج

ماہ ذیقعدہ کے آخری دنوں میں آنحضرت صلعم فریضہ حج کی ادائیگی کے لیئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ بیشمار مسلمانوں کا ہجوم تھا اور ساتھ ازدواج مطہرات بھی تھیں۔ مسلسل آٹھ روز کے سفر کے بعد یہ قافلہ اتوار کے دن ۴ ذوالحجہ کو مکہ معظمہ میں پہنچ گیا۔ قربانی کے لیئے بہت سے اونٹ ہمراہ تھے مقام "سوف" میں پہنچ کر سب لوگوں سے آپؐ نے فرمایا۔

"جو لوگ قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں وہ بدستور احرام باندھے رہیں اور حج سے فارغ ہو کر کھولیں۔ لیکن جو لوگ قربانی کے جانور نہیں لائے وہ فقط عمرے کے لیئے آئے ہیں لہٰذا وہ اسی مقام پر احرام کھول دیں۔"

چنانچہ اس حکم کے مطابق وہ لوگ جو قربانی کے جانور ساتھ نہ لائے تھے اور تمام امہات المومنین و فاطمہؓ الزہرا نے احرام کھول دیئے

حضرت علیؓ نجران میں یمن کی طرف گئے ہوئے تھے وہ بھی اس موقعہ پر مکہ معظمہ میں پہونچ گئے۔ مگر آپ احرام باندھے ہوئے تھے جب آپ نے فاطمہؓ کو احرام کھولے دیکھا تو پوچھا یہ کیا؟ انھوں نے فرمایا۔ "رسول اللہ صلعم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔"

حضرت علیؓ یہ سنکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے حضرت علیؓ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ "تم بھی طواف کر کے احرام کھول دو۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "میں تو یہ نیت کر کے آیا ہوں کہ جو نیت رسول اللہ صلعم کی ہے وہی میری ہے۔"

آپؐ نے فرمایا "کیا تم قربانی کے لئے جانور لائے ہو؟" علیؓ نے عرض کیا۔ "نہیں" آنحضرت صلعم یہ سنکر خاموش ہو رہے اور اپنی قربانی میں حضرت علیؓ۔ ازواج مطہرات اور فاطمہؓ کو بھی شامل کر دیا اور ان کی طرف سے بھی قربانی کی۔ اسی حج کے دن (واقدی) نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم پر یہ آیت کہ "ہم نے آج تمہارے دین کو کامل کیا اور نعمت اپنی تم پر تمام کی اور میں نے تمہارے اسلام سے جو دین تمہارا ہے راضی ہوا۔" اور یہ آیت اور دیگر چند اور آیتیں نازل ہوئیں۔

اس موقعہ پر عوام کے سامنے آپ نے ایک جامعہ تقریر فرمائی۔

"لوگو! میں جو کہوں سن لو! گو مجھے معلوم نہیں لیکن ممکن ہے کہ اس حج کے بعد پھر میں یہاں تم سے نہ مل سکوں۔ لوگو! جس طرح یہ دن اور یہ مہینہ محترم ہے اسی طرح آج سے جب تک زندہ رہو۔ تمہاری جانیں اور تمہاری عزتیں مال بھی باہم ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ عنقریب تم اپنے پروردگار کے سامنے دربار میں حاضر ہوگے اور تمہارے اعمال کی بابت تم سے باز پرس کریگا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہونا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ غرض میں

نے حقِ تبلیغ ادا کردیا اور اس ذمہ داری کی بنا پر کہتا ہوں کہ تم میں سے جس کسی کے پاس امانت ہو۔ اُسے وہ اس کے پاس پہنچا دے۔ سارا سود متروک ہے۔ پس جس قدر راس المال یعنی اصل سرمایہ ہے وہ البتہ تمہارا حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اب ربٰوا (سود) روا نہیں ہے اور عباس بن المطلب کا سارا سود متروک ہے۔

لوگو! جاہلیت کے جتنے خون باقی رہ گئے ہیں۔ ان سب کا انتقام موقوف ہے اور سب سے پہلا خون جو میں اپنی طرف سے ترک کرتا ہوں وہ عبدالمطلب کے پوتے ربیعہ بن حارث کا خون ہے جن کی رضاعت بنی لیث میں ہوئی تھی اور وہیں بنی ہذیل نے ان کو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح اب جاہلیت کے تمام خون چھوڑ دیئے جائیں۔

لوگو! شیطان اس سے مایوس ہے کہ پھر اس کے بعد کبھی وہ تمہاری اس سرزمین (عرب) میں پوجا جائے۔ یہاں کے سوا اور مقامات پر اس کی پرستش ممکن ہے۔

لوگو! ”نسی“ زمانہ کفر کی زیادتی ہے جس سے کفار اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں۔ کسی سال کے کسی مہینے کو حلال کرتے اور کسی سال اسے حرام بناتے ہیں تاکہ جو کام ان محترم و متبرک مہینے میں ان پر حرام ہو جاتے ہیں اُن کو بھی حرام رکھیں اور کبھی حلال کریں۔ تخلیق زمین و آسمان سے

آج تک زمانہ اپنے معمولی حساب سے چلا جاتا ہے۔ خدا کے نزدیک مہینوں کا شمار بارہ (۱۲) ہے جن میں سے فقط چار حرام ہیں۔ ان میں تین (یعنی ذیقعد۔ ذی الحجہ۔ محرم) تو متواتر ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں اور ایک ان تینوں سے الگ ہے۔ جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اور اسی طرح تم پر ان کے حقوق ہیں۔ ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ تمہارے بچھونے میں کسی کو شریک نہ کریں اور فحش کام نہ کریں۔ اور اگر ان سے ایسا قصور سرزد ہو تو خدا نے تم کو اجازت دی ہے کہ ان کو بستروں میں چھوڑ دو۔ اور ایسی سزا دو جو شدید نہ ہو۔ اور جب ایسے گناہوں سے باز رہیں تو تم پر ان کا حسب حیثیت روٹی کپڑا فرض ہے۔ اور اگر وہ بدکاری و زناکاری سے باز نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کی محبت ترک کر دو۔ اور ان کو بطور سزا کوڑے مار سکتے ہو مگر اعتدال کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

لوگو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ عورتوں کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کرو۔ اور وہ ایک انیس زندگی کی حیثیت سے تمہارے پاس تمہارے ساتھ رہیں تم نے کلمات الٰہی کے ذریعے سے ان کو اپنے اوپر حلال کیا ہے۔ اسلئے میری بات کو سمجھو اور گواہ رہو کہ میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں ورثہ میں چھوڑی ہیں جب تک

اِن کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیزیں کتاب اللہ اور اس کے رسولؐ کی سنت ہیں۔

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور نماز پنجگانہ ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت خوشی کے ساتھ دیا کرو۔ خدا کا حج بجالاؤ۔ اور اپنے اولیائے امور و حکام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہو گے۔

لوگو! جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو سنو اور خوب سمجھ لو۔ یاد رکھو کہ ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے لہٰذا ہر شخص کو دوسرے سے وہی چیز لینے کا حق ہے جس کو وہ طیب خاطر دے۔ کسی پر ظلم و جور ہرگز نہ کرو۔

خداوندا! میں نے تیرا پیغام ان لوگوں کو پہنچا دیا!"

اس پر اکثر لوگوں نے بہ آوازِ بلند کہا۔ "خدا گواہ ہے کہ آپ نے پہنچا دیا۔"

یہ سنکر آپ نے پھر فرمایا۔ "خداوندا! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔"

اس حج میں آپ اپنے شتر پر سوار تھے اور اِس خطبے کے الفاظ بار بار لوگوں کی فرمائش پر اُن کو مخاطب ہو کر دوہراتے تھے۔

ربیعہ بن امیہ بن خلف آپؐ کے ہم رکاب تھے۔ اور وہ آپ کے حکم سے آنحضرت صلعم کے الفاظ مبارک کو یوں پکار پکار کر لوگوں سے کہتے تھے کہ تمام حاضرین جو کئی ہزار کی تعداد میں تھے پیام نبوت کو سن لیں۔

"بھائیو! جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو اِس وقت موجود نہیں ان احکام کی تبلیغ کرتے رہیں ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اِس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں۔ جن پر تبلیغ کی جاوے۔ لوگو! تمہارا خداوند تعالےٰ ایک ہے۔ تم سب بھائی بھائی ہو۔ عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں۔ سفید رنگ والے کو سیاہ فام پر کوئی ترجیح نہیں ہے۔ تم میں سے وہ بزرگ اور افضل ہے جس کا اخلاق اور عمل سب سے بہتر ہے۔ تمہاری اپنی پسند اور ناپسندیدگی اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور ناخوشی پر مبنی ہونی چاہیئے۔ تمہارا ہر لمحہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی میں صرف ہونا چاہیئے۔ اور تم کو ہر لمحہ یہ محسوس ہونا چاہیئے کہ تم اللہ کے حضور میں کھڑے ہوتے ہو۔"

اس الوداعی خطبۂ نبوی میں چند نقاط خصوصی طور سے اہم ہیں۔

(۱) قرآن مجید پر عمل کرنے والے سے یہ عظمی وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

(۲) مسلمانوں میں باہمی حقوق۔ جان و مال وعزت کو محفوظ رکھنے

کے لئے فرمایا ہے۔

(۳) خواتین (بیوی کے خاوند پر اور خاوند کے بیوی) کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔

(۴) مختصر یہ کہ اپنے طریق عمل اور اپنی سوانح حیات کے کارناموں (حدیث کے متعلق ہمارے باپ داداؤں سے گویا اس کی مہریں ثبت کرائی ہیں۔

(۵) ہر ایک مسلمان تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذمہ دار ہے تمام مسلمان ایک ہی خاندان کے بشر ہیں سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

(۶) اس خطبہ کے الفاظ کو سمجھ کر دہرانا اور خود عمل کر کے دوسرے کے لئے نمونہ بننا لازم قرار دیدیا گیا ہے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان گراں قدر پند و نصائح سے مستفید ہوتی رہیں۔

(۷) تم دوسروں کے لئے اسی طرح سے بھلائی کے خواہاں رہو جیسے تم اپنے لئے بھلا چاہتے ہو۔

یہ ہیں وہ مقدس الفاظ جن کو ہمیں اپنی مشعل راہ بنانا چاہیئے!

رزقِ حلال

اسلام میں رزقِ طیب کے حصول کو بڑی اہمیت حاصل ہے

آنحضرت صلعم کا فرمان ہے کہ اہل و عیال کے لیے محنت و مشقت کر کے رزق حاصل کرنا عبادت ہے۔ حضرت علیؓ ایک بار کسی غزوہ سے فارغ ہو کر گھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ گھر میں غلے کا ایک دانہ بھی نہیں ہے۔ آپ اسی وقت ایک یہودی کے پاس پہنچے۔ اجرت طے کر کے اس کے باغ میں گئے اور درختوں کو پانی دینا شروع کر دیا۔ کنوئیں سے پانی کے ڈول کھینچتے کھینچتے آپ کے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے مگر آپ کمال اطمینان، سکون اور عزم سے اپنے کام میں مصروف رہے حتیٰ کہ تمام درخت سیراب ہو گئے۔ یہودی نے اجرت کی صورت میں جو کچھ دیا۔ اس کے جَو خرید لئے اور گھر لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے اپنے ہاتھ سے چکی میں جَو پیسے۔ تنور گرم کیا۔ روٹیاں پکائیں اور اہل بیت نے یہ روٹیاں نمک سے کھا کر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا کہ انھیں طیب رزق میسر ہوا ہے۔

اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمالوں کو خوب جانتا ہے۔ بدخلق۔ بدخواہ اور سخت گو آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

جس شخص کو یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے جی حضوری میں کھڑے رہیں۔ اس کی جگہ دوزخ ہے۔

مانگو تو تم کو دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو تم پاؤ گے۔ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔"

عیب جوئی نہ کرو۔ کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ ہو۔ جس طرح تم عیب جوئی کرو گے اسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی ہو گی۔

جس پیمانے سے تم اوروں کے لئے ناپتے ہو اسی پیمانے سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو حق گوئی اور راست بازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں وہ بالآخر آسودہ حال ہوں گے۔

سفر دو ہیں۔ دنیا کا اور آخرت کا۔ دونوں کے لئے زادِ راہ چاہیئے۔ دنیا کے سفر کا زادِ راہ ساتھ رکھنا چاہیئے۔ اور آخرت کا روانگی سے پہلے وہاں بھیج دینا چاہیئے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے — اقبالؔ

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا پہلا خطبہ

لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں نیک کام کروں تو اس میں میری مدد کرو۔ اور برا کام کروں تو مجھے ٹوکو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔ تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں اور تمہارا قوی شخص میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے

ذمے جو حق ہے وہ اس سے نہ لوں۔ جو قوم اللہ کے راستے میں جہاد ترک کر دیتی ہے اس پر اللہ ذلت وخواری مسلط کر دیتا ہے۔ اور اگر کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے۔ تو اللہ اس پر بلائیں اور عذاب عام کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو۔ لیکن مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جس سے اللہ اور رسول کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ اللہ تم پر رحمت فرمائے۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ۔ ابوبکرؓ نے مجھ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلعم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ میں نے کہا تین کپڑوں میں۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے یہ دونوں کپڑے دھو لو وہ دونوں کپڑے دریدہ تھے اور ایک کپڑا میرے لئے خرید لو۔ میں (عائشہؓ) نے کہا۔ ابا جان ہم لوگ تو خوشحال ہیں۔ آپ نے کہا۔ اے بیٹی! مردے کی بہ نسبت زندہ آدمی نئے کپڑے کا زیادہ مستحق ہے اور یہ دونوں کپڑے پرانے اور بوسیدہ ہونے والوں کے لئے مناسب ہیں۔ (طبری)

قاسم بن محمدؒ کہتے ہیں کہ " میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا اماں جان ذرا ہمیں رسول اللہ صلعم اور آپ کے دونوں رفیقوں کی قبریں کھول کر دکھلایئے۔ چنانچہ آپ نے میرے لئے حجرہ کھولا۔ اس میں تین قبریں تھیں نہ بہت اٹھی ہوئی۔ نہ زمین سے ملی ہوئی۔ ان پر

سرخ میدان کی ریتی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اُن میں سے رسول اللہ صلعم کی قبر پہلے ہے۔ اور ابوبکرؓ کی قبر حضور کے سر مبارک کے پاس ہے اور عمرؓ کی قبر ابوبکرؓ کے سر کے پاس ہے۔ (طبری)

سعید بن المسیب کی روایت ہے کہ " جب ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عائشہؓ نے ان پر نوحہ کرنے والیوں کو بٹھایا۔ اتنے میں عمرؓ آگئے اور ان کے دروازے کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔ آپ نے ابوبکرؓ پر نوحہ اور بین کرنے سے روکا۔ مگر ان عورتوں نے باز آنے سے انکار کر دیا۔ تو عمرؓ نے ان کی لیڈر ام فروہؓ کے درہ اٹھا کر رسید کیا درّے کی آواز سن کر نوحہ کرنے والیاں سب بھاگ گئیں۔" (طبری)

حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے کہ " ان سے کسی نے پوچھا کہ " ابوبکرؓ عتیق " کیوں کہلاتے تھے۔ عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلعم نے انکی طرف دیکھا اور فرمایا۔ ھٰذا عتیق اللّٰہ من النار (ترجمہ) ان کو اللہ نے عذاب دوزخ سے آزاد فرمایا ہے (طبری)

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے " بیعت خلافت کے بعد چھ مہینے تک آپ اپنے مکان میں سُنح میں تنہا مقیم رہے اور ہر روز صبح کو مدینے پیدل آتے رہے اور کبھی کبھی گھوڑے پر آتے تھے۔ اِن کے جسم پر ایک تہمد اور ایک پرانی چادر ہوتی تھی۔ آپ مدینے پہنچکر لوگوں کو نماز پڑھاتے اور عشا کی نماز پڑھا کر اپنے گھر سُنح کو واپس چلے جاتے۔ ابوبکرؓ قبول اسلام سے قبل

ما اللار تجارت پیشہ آدمی تھے اور خلیفہ ہونے کے بعد ہر روز صبح کو
بازار جاتے اور خرید و فروخت میں مصروف رہتے تھے۔
ان کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا کبھی آپ خود اس کو چرانے
کے لیے لے جاتے اور کبھی آپ کا یہ کام کوئی اور شخص کر دیتا تھا۔ آپ
قبیلے والوں کی بکریوں کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ
خلیفہ ہوئے قبیلے کی ایک چھوٹی لڑکی نے کہا کہ اب ہمارے گھر کی
بکریاں نہیں دوہی جائیں گی۔ اس کی یہ بات ابوبکرؓ نے سن لی۔ آپ
نے فرمایا۔ ہاں بخدا میں تمہاری بکریاں ضرور دوہوں گا۔ اور مجھے امید
ہے کہ اس منصب سے میری سابقہ عادات میں کوئی تغیر واقع نہ
ہوگا۔ چنانچہ خلیفہ ہوکر بھی ابوبکر قبیلے کی بکریوں کا دودھ نکالتے
رہے البتہ چھ ماہ بعد جب آپ کو سرکاری مصروفیات نے مجبور کیا تو آپ
سُنح سے مدینہ تشریف لائے تو یہ کام دوسرے کے سپرد کر دیا۔
لیکن جب آپ نے دیکھا کہ تجارتی مشاغل فرائض میں حارج
ہو رہے ہیں تو انھوں نے اپنا کاروبار ختم کر دیا۔ اور بیت المال
سے اپنے فرائض کی انجام دہی کے عوض برائے نام وظیفہ لینا شروع
کیا اور آخری دم تک اسی قلیل وظیفے میں اپنے اور اپنے اہل وعیال
کے اخراجات پورے کرتے رہے۔ اس وقت بیت المال میں لاکھوں
درہم مالیت کا سامان جمع تھا۔ مگر خلیفۃ المسلمین نے ہمیشہ ملت کی
فلاح و بہبودی کے لئے صرف کیا۔

حضرت عمرؓ بن خطاب

ہجرت کے وقت آپؓ کی عمر تقریباً چالیس برس تھی بچپن میں آپ کے والد خطاب نے اُن کے سپرد اونٹوں کو چرانے کی خدمت سپرد کی تھی۔ ایکبار خلافت کے زمانے میں حضرت عمرؓ کا گذر ضجنان کی چراگاہ میں سے ہوا۔ تو ان کو نہایت عبرت ہوئی آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ اللہ اکبر! ایک زمانہ تھا کہ نمدہ کا کرتہ پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا۔ باپ کے ہاتھ سے کوڑے کھاتا۔ آج یہ دن ہے کہ خدا کے سوا اور احکامات الٰہیہ کے ماسوا میرے اوپر کوئی حاکم نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد)

سفارت اور منافرہ یہ دونوں منصب عمرؓ کے خاندان میں موروثی چلے آتے تھے۔ عمرؓ کشتی لڑنے میں بہت ماہر تھے۔ اور شہسواری میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ مورخین نے باتفاق لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل قریش نے ان کو سفارت کا منصب دیدیا تھا۔ آپ نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں آپ نے عراق اور شام کے سفر کئے اور ان سفروں میں وہ عرب وعجم کے بہت سے بادشاہوں سے ملے۔ عکاظ کے معرکوں اور تجارت کے تجربوں نے ان کو تمام عرب میں روشناس کر دیا اور قبائل میں جب کوئی پرخطر یا نازک معاملہ پیش

آتا تو انہی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجتے۔

حضرت عمرؓ کی عمر ستائیس برس کی تھی جب عرب میں آفتاب رسالت طلوع ہوا لبینہ اس خاندان میں ایک کنیز تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ عمرؓ اس کو بے تحاشا مارتے اور مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے ۔۔ "ذرا دم لے لوں تو پھر ماروں گا۔" اسی طرح سے جس جس مسلمان پر ان کا قابو چلتا تھا اس کی زدوکوب سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

لیکن ان کو معلوم نہ تھا کہ ان کے بہنوئی سعد بن زید، اسلام لے آئے ہیں اور سعد کی وجہ سے ان کی چچا زاد بہن فاطمہ بھی مسلمان ہو گئی ہیں۔ اسی خاندان کے ایک اور معزز شخص نعیم بن عبداللہ نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ حضرت عمرؓ ابھی تک اسلام سے بیگانہ تھے۔ ان کے کانوں میں جب نعیم کے مسلمان ہونے کی صدا پہنچی تو سخت برہم ہوئے یہاں تک کہ قریش قبیلے میں جو لوگ اسلام لا چکے تھے۔ ان کے جانی دشمن بن گئے۔ لیکن اسلام کا سرور ایسا نشہ تھا کہ جس کو چڑھ جاتا اتر تا نہ تھا۔ اور ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بددل نہ کر سکے۔ مایوسی کے عالم میں عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ (نعوذ باللہ) خود بانی اسلام کو قتل کر کے قصہ پاک کر دیں۔

راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے تو عمرؓ نے ان کو لعنت و ملامت کی اور پھر کہا۔

"میں محمدؐ کو قتل کرنے (نعوذ باللہ) جاتا ہوں۔" نعیم نے کہا، میاں

پہلے اپنے گھر کی خبر لو خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں ۔ اور تم بینہ پر اپنا غصہ اتارتے رہتے ہو۔"

گھر پہنچکر عمرؓ اپنے بہنوئی سے دست و گریبان ہو گئے۔ اور بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی اور دونوں کے بدن لہولہان ہو گئے بہن کے منہ سے نکلا۔" عمرؓ! جو بن آئے کرو لیکن اسلام اب دل سے نکل نہیں سکتا۔"

عمرؓ کے دل پر اپنی چاہیتی بہن کے ان الفاظ سے گہرا اثر ہوا خاصکر بہن کو لہو لہان دیکھکر دل پشیمان ہو گیا۔ اپنی بہن سے کہا کہ " جو تم پڑھ رہی تھیں وہ لاؤ میں بھی تو سنوں " اس وقت بہن نے جب قرآن مجید کی سورۃ پڑھی۔" سَبَّحَ اللّٰہ ...... باللّٰہ ورسولہ " تو عمرؓ بے اختیار پکار اٹھے۔" اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ...... مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " حضرت عمرؓ نے وہاں آنحضرت صلعم کے آستانہ مبارک میں پہنچکر اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا ہو گیا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے جب عمرؓ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ مسلمانوں نے آج ہم سے سارا بدلہ لے لیا۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب سے عمرؓ اسلام لائے تو اسلام ہمیشہ عزت ہی میں پایا گیا۔ حضرت عمرؓ کا اسلام گویا اسلام کی فتح تھی۔ آپ کی ہجرت گویا نصرت تھی۔ آپ کی امانت گویا رحمت تھی۔ ہم میں طاقت نہ تھی کہ ہم بیت اللہ شریف میں نماز

پڑھ سکیں لیکن جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو آپ نے مشرکین سے اس قدر جدال و قتال کیا کہ انھوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا۔ اور ہم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے لگے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی خبر حضرت خدیجہؓ کو پہنچی تو وہ بیحد خوش ہوئیں۔ آپؓ نے عمرؓ کے حق میں دعا فرمائی۔

جنگِ بدر میں حضرت عمرؓ کے (بقول طبری کبیر) ساتھ ۱۲ قبیلے والے شریک تھے اور عاصی بن ہشام بن مغیرہ جو قریش کا ایک معزز سردار اور حضرت عمر کا ماموں تھا۔ حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ بات حضرت عمرؓ کی خصوصیات میں شمار کی گئی ہے کہ اسلام کے معاملات میں قرابت اور محبت کا اثر ان پر کبھی غالب نہ آسکتا تھا۔ چنانچہ ابن ہشام اور طبری نے لکھا ہے کہ اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے جب جنگ بدر کے بعد مشرکین قیدیوں کو دیکھا تو کہا۔ اسلام کے مقابلہ میں رشتہ و قرابت کو دخل نہیں۔ ان سب کو قتل کر دیا جائے اور اس طرح کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کر دے۔ مگر آنحضرت صلعم نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے پسند فرمائی اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے عہد میں جسقدر بڑے بڑے کام انجام پائے حضرت عمرؓ کی شرکت اور حضرت علیؓ کے مشورے

سے انجام پائے - اس قربت کے تجربہ سے حضرت ابو بکرؓ کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کے بعد خلافت کا بار گراں حضرت عمرؓ کے سوا اور کسی سے اٹھ نہیں سکتا۔

جب حضرت ابو بکرؓ کی علالت کے وقت اس بات کے چرچے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کو خلیفہ کرنا چاہتے ہیں تو بعضوں کو اس لئے تردد ہوا کہ وہ بحیثیت خلیفہ سخت گیر نہ ہو جائیں - اس کے جواب میں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا - " میں خدا سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اس شخص کو افسر مقرر کیا ہے جو تیرے بندوں میں سب سے اچھا ہے " پھر عمرؓ کو نہایت موثر اور مفید نصیحتیں کیں۔ جو حضرت عمرؓ کے لئے عمدہ دستورالعمل کے بجائے کام آئیں۔ چنانچہ ۲۳ جمادی الآخر ۱۳ھ کو عام مسلمانوں نے بالاتفاق حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی جس میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ بھی شریک تھے - حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔

" مجھ پر آپ لوگوں نے خلافت کی امارت کا بار ڈالا ہے لیکن میں اپنے آپ کو ایک چرواہے کی مانند سمجھتا ہوں - چرواہا اگر غفلت کرتا ہے تو نہ فقط اس کو نقصان ہی پہنچتا ہے بلکہ اس کی باز پرس بھی ہوتی ہے - لہٰذا میں جانتا ہوں کہ اس امارت میں مجھے اپنے فرائض میں اگر کوئی قصور ہو جائے تو مجھے درگاہ ایزدی میں اس کا جواب دینا پڑے گا - ہر شخص کو اپنے فرائض کا احساس

ہونا چاہیے۔

مذہبی طریق عمل کے علاوہ و بنیادی طرز تمدن اور طریقۂ انتظام منتظم کی طبیعت پر منحصر ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص کی طبیعت فطرتاً مختلف ہے۔

امور مملکت نیک نیتی اور بلا پابندی اسلام سرانجام ہونے چاہئیں ...."

حضرت عمرؓ نے ابھی اپنی تقریر ختم کی ہی تھی کہ قوم بنی مخزوم میں ایک نوجوان شخص اٹھا اور کہا۔

"اے عمرؓ قصور کا جواب اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں تو آپ بعد میں دیں گے مگر ہم اس سے قبل اس تلوار کی نوک سے اس قصور کا جواب دیں گے۔"

محفل میں سناٹا ہو گیا۔ لوگ حیران تھے کہ عمرؓ کیا جواب دیں گے مگر عمرؓ نے نہایت ہی خندہ پیشانی سے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔ "اے اللہ تیرے اسلام کی یہ برکت ہے کہ اب ان لوگوں میں اتنی خودی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ عمرؓ کو بھی اب سیدھے راستے چلانے کی ہمت رکھتے ہیں۔"

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ایک روز مدینہ کی گلیوں میں معمول کے مطابق چکر لگا رہے تھے تا کہ رعایا کا حال اور ان کی تکالیف معلوم کی جا سکیں۔ ایک مکان کے باہر آواز آنے کی

اندر سے آواز آرہی تھی۔ "بیٹی اس دودھ میں ذرا سا پانی ملا دو اور بازار جاکر دے آؤ۔"

بچی نے کہا "نہیں امی! حضرت عمرؓ نے ملاوٹ نہ کرنے کا حکم دیا ہوا ہے۔"

ماں نے کہا "کوئی بات نہیں بیٹی! عمرؓ کونسا یہاں دیکھ رہے ہیں۔"

لڑکی نے جواب دیا۔ "امی اگر خلیفہ عمرؓ نہیں دیکھ رہے تو خدا تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

یہ سنکر حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے۔ دوسرے روز صبح کے وقت انھوں نے ماں اور بیٹی کو دربار خلافت میں (مسجد نبوی) میں طلب کیا اور رات کا سارا واقعہ دہرایا۔ لڑکی اور ماں یہ سنکر حیران و ششدر ہوگئی اور سوچا کہ معلوم نہیں اب کیا ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے لڑکی کی ماں سے اپنے بیٹے کے لئے اس لڑکی کا رشتہ مانگا جو اس عورت نے قبول کرلیا اور اس لڑکی کی شادی حضرت عمرؓ کے بیٹے سے ہوئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ انہی کی اولاد تھے۔

کہہ گئیں راز محبت پردہ داریہائے شوق

تھی فغاں وہ بھی جسے ضبط فغاں سمجھا تھا میں

روایت ہے کہ ایک رات مدینہ کی گلیوں میں حضرت عمرؓ گشت لگا رہے تھے کہ آپ نے ایک عورت کی دردناک آواز سنی جو اپنے بچھڑے ہوئے کے فراق میں شعر پڑھتی تھی اور ہچکیوں سے روتی

تھی آپ رضؓ نے دوسری صبح اپنی ہمشیرہ فاطمہ رضؓ (ام سعید بن زید) کو اس عورت کے مکان پر بھیجا کہ اس کی تکلیف کا پتہ لگائے۔ فاطمہ رضؓ نے واپس آکر کہا کہ اس عورت کی شادی ایک مجاہد سے ہوئی ہے جسے آپ نے شادی کی پہلی رات ہی کے بعد ایران کے محاذ پر بھیجدیا ہے۔ اسے اپنے شوہر کی ایک سال سے زائد سے کوئی خبر نہیں ملی۔

حضرت عمر رضؓ نے اپنی بہن سے پوچھا کہ آپ کی رائے میں ایک نوجوان عورت اپنے شوہر سے کتنا عرصہ بلا ضبط و صبر کے علیحدہ رہ سکتی ہے۔ فاطمہ رضؓ نے فرمایا کہ میری رائے میں چھ ماہ سے زیادہ جوان میاں بیوی کو الگ رکھنا بہت ہی نامناسب ہے اور یہ رائے صرف میری نہیں ہے بلکہ میں نے اس کے متعلق کئی خواتین سے ذکر بھی کیا تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنی بہن سے فرمایا کہ اس خاتون کو یقین دلادیں کہ ان کے شوہر کو جلد واپس بلاؤنگا۔

چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے دو چھاؤنیوں کے بنانے کا حکم دیا۔ ایک کوفہ میں اور دوسری جابیہ میں۔ کوفہ میں خلیفہ نے ان مجاہدوں کے خاندانوں جو ایران کے محاذ پر جہاد کر رہے تھے اور جابیہ میں شام کے مجاہدین کے انتظامات کئے۔ خلیفہ نے یہ حکم دیدیا کہ جو مجاہد مالی دسترس نہیں رکھتے اور اپنی بیوی بچوں کو مختلف محاذوں میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتے ہیں۔ ان کے بیوی

بچوں کو سرکاری خرچ سے مکان بنوا کر ان چھاؤنیوں میں مقیم کیا جائے
اور ہر مجاہد کو جن کے بیوی بچے ان کے ہمراہ نہیں ہیں ہر چھ ماہ بعد میدان
جنگ میں سے ان چھاؤنیوں میں معینہ مدت کے لئے پیچھے بھیجدیا جائے
تاکہ عورتوں اور مردوں کے اخلاق میں فرق نہ آئے اور عرب عجمی عورتوں
سے شادیاں کرکے اپنی اولاد کو نہ بھول جائیں۔ اس کے علاوہ ہر ایسے مجاہد
کے لئے مناسب تنخواہ مقرر کردی۔

مصنّف کی رائے میں یہ بہترین انتظام تھا جو کہ خلیفہ حضرت عمرؓ
نے مجاہدوں کے لئے کیا۔ رنگروٹ (مصنّف) نے کئی جنگوں میں
حصّہ لیا ہے اور تقریباً ۱۸ برس میدان جنگ میں گذارے ہیں۔ اور
اس کا ۵۵ برس سے فوج سے گہرا تعلق ہے۔ اِس کی نقل ضرور بھیجی مگر اسے
صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ دراصل مغربی حکومتوں نے اپنے خیالات کو صلیبی جنگوں
(کروسیڈ) کے پس منظر سے دیکھا ہے جسے ہم شرمناک قرار دیتے
ہیں۔ فرانس۔ انگلستان۔ مصر اور آج کل ویٹ نام میں ہزار ہا تو کیا لاکھوں
بچے ایسے ہیں جن کے باپ کا پتہ نہیں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا عہد ۱۴۰۰ برس پرانا ہوچکا
ہے۔ مگر اسلامی معیار پاکدامنی و حیا۔ حلال و حرام ابھی تک ویسا ہے۔
گو موجودہ حکومت نے نہایت دانشمندانہ طرزِ عمل اختیار کر کے
اپنی افواج کو ویٹ نام نہیں بھیجا۔ مگر بہت ممکن ہے کہ U.N.O.
(یو۔ این۔ او) کی امن فوج میں ہمیں دستے بھیجنے پڑیں۔ تو اس صورت

میں اس قدرتی انسانی کمزوری کا خیال رکھنا ضروری ہوگا۔

خواتین اسلام کو آنحضرت صلعم نے امت میں ایک مقام عطا فرمایا ہے۔ اس مسئلہ پر اُن کو بھی غور کرنا ہوگا۔

نہیں فقر وسلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی وہ نگہ کی تیغ بازی
کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی ۔ (اقبال)

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی جانب سے روایت ہے کہ مندرجہ ذیل خط رسول اللہ صلعم نے آخری علالت سے ذرا پہلے جزیرۃ عرب کے عمال زکوٰۃ کے لیے لکھوایا تھا۔ لیکن اس کے بھیجنے سے پہلے آپ رحلت فرما گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بحیثیت خلیفہ اِس کو نافذ کیا اور ان کے بعد حضرت عمرؓ نے اِسے قلمبند کر کے رائج کیا:۔

۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط زکاۃ کے بارے میں ہے۔ ہر پانچ اونٹوں پر جو بیس تک ایک بکری زکاۃ میں لی جائے گی۔ پچیس ۲۵ سے پینتیس ۳۵ تک ایک بنت مخاض (دو سالہ بچہ) زکوٰۃ دینے والے کے پاس اگر بنت مخاض نہ ہو تو ابن لبون (۳ سالہ بچہ) دیا جائے چھتیس ۳۶ سے پینتالیس ۴۵ تک ایک بنت لبون۔ چھیالیس سے ساٹھ ۶۰ تک ایک حقہ (جوان ۴ سالہ اونٹنی)۔ اکسٹھ ۶۱ سے پچھتر ۷۵ تک ایک جذعہ (۵ سالہ اونٹ) چھہتر ۷۶ سے نوے ۹۰ تک دو بنت لبون۔ اکیانوے سے

ایک سو بیس تک دو حقے۔ ایک سو بیس کے بعد ہر چالیس اونٹوں پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ۔

بکریوں پر چالیس سے ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ میں لی جائے۔ ایک سو اکیس سے دو سو تک دو بکریاں۔ دو سو ایک سے تین سو تک تین بکریاں تین سو کے بعد ہر سو پر ایک بکری۔

زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیب دار نہ دیا جائے اور نہ (محصل زکوٰۃ) نر بکرا (جس کا عمل تلقیح کے لئے صاحب زکوٰۃ کے پاس رہنا ضروری ہے) لینے پر اصرار کرے۔ الا یہ کہ صاحب زکوٰۃ خوشی سے اُسکو دے۔ الگ الگ قابل زکواۃ (جو دو یا زائد مالکوں کی ملک ہوں) الگ الگ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے یک جا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح ایک گلہ کو (جو فرد واحد کی ملک ہو) زکوٰۃ سے بچنے کے لئے کئی فرضی مالکوں کے، الگ الگ حصوں میں بانٹنا بھی ممنوع ہے (اونٹوں یا بکریوں) کے دو شریک حساب سے زکوٰۃ آپس میں بانٹ لیں گے۔ جب کسی کے پاس پانچ اونس چاندی ہو جائے (یعنی دو سو درہم) تو اس کو ڈھائی فیصدی زکوٰۃ دینا ہوگی۔

شام کے مسلمانوں کے نام :۔ ۔۔ اپنے بچوں کو تیراکی۔ تیراندازی گھوڑے کی سواری۔ درختوں کی شاخوں میں چھپنے کی مشق کراؤ۔ ننگے پیر چلنے۔ تہمند پنڈلیوں سے اوپر کر کے باندھنے۔ عمدہ اشعار کہنے اور مشہور ضرب الامثال کہنے کی مشق کراؤ۔ مسلمانوں سے کہو کہ جوتا پہنے

اور ننگے پیر رہنے کی عادت ڈالیں ۔"

"سرکاری عہدہ دارو! تم دولت کے ستون پر بیٹھ گئے ہو۔ حرام طریقوں سے روپیہ کمانے ہو۔ حرام مال کھاتے ہو۔ اور اپنی اولاد کو حرام مال و دولت کا وارث بناتے ہو۔ میں محمد بن مسلمہ انصاری کو تمہاری آدھی دولت ضبط کرنے بھیج رہا ہوں ۔"

فتوح مصر ابن عبدالحکم!

صحیح بخاری، میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ "مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ مدینہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی لیکن طلوع اسلام پر خداوند کریم نے ان کے متعلق آیتیں نازل کیں تو ہم کو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔ اسلام نے صرف یہی نہیں کیا کہ عورتوں کے حقوق متعین کر دیئے بلکہ ان کو مردوں کے مساوی درجہ دے کر مکمل انسانیت قرار دیا۔

مرد اپنے اہل کا داعی بنایا گیا اور اس سے اس کے متعلق جواب طلب ہوگا۔ اور عورت شوہر کے گھر کی داعیہ ہے۔ اور اس سے اس کے متعلق بازپرس ہوگی۔"

سنن ابن ماجہ میں اس کی مزید تشریح ہے۔ "تم کو عورتوں پر بجز مخصوص حقوق کے کوئی دسترس حاصل نہیں ہے۔ لیکن ہاں جب کوئی گناہ کریں"

اس بنا پر اسلام میں عورت کی جو منزلت قائم ہوئی وہ

بلحاظ نتائج دیگر اقوام و مذہب سے بالکل مختلف تھی۔ تمام دنیا اپنی قومی تاریخ پر ناز کرتی ہے لیکن اگر ان سے یہ سوال کیا جائے کہ ان کی تاریخ میں صنف نازک کی سعی و کوشش کا کس قدر حصہ تھا تو فخر و غرور کی تمام عمارت ڈھے جاتی ہے۔ ہندوستان بھی کچھ دیویوں کا نام لے سکتا ہے اور ان کی معزز دیوی سیتا ماتا ہے۔ مگر اوتار رام چندر نے ایک دھوبی اور دھوبن کے جھگڑے کو سنکر عجیب فیصلہ کیا۔

روایت ہے کہ بن باسی کے بعد رام چندر اپنے وطن اجودھیا آئے اور تخت نشین ہوئے۔ دیوالی اور دسہرہ ان کی واپسی کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ ایک رات کو راجہ رام چندر شہر کا گشت کر رہے تھے کہ انھوں نے چیخ و پکار سنی۔ اس طرف گئے اور اندھیرے میں ایک اوٹ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ دھوبی اپنی بیوی سے لڑ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ "ابھاگن گھر سے نکل میں تجھ کو گھر میں نہیں رکھ سکتا، تو کہتی ہے کہ سادھوؤں کا گروہ دھوکا دیکر اٹھا لے گئے اور منت سماجت پر مہاگرو نے مجھے چھوڑ دیا اور میری عزت بچ گئی۔ تم تو خواہ خواہ شک کرتے ہو۔" "ارے ابھاگن میں راجہ رام چندر نہیں کہ عورت کے تریا چرت کو نہ سمجھوں۔ رام نے تو سیتا کو کئی برس راون کے پاس رہنے پر گھر میں بسا لیا۔ اور تمام رعایا کی ناک کاٹ دی۔ میں تم کو ہرگز گھر میں نہ رکھوں گا۔" اور اسے مار پیٹ کر گھر سے باہر

نکال دیا۔

اس کے بعد رامچندر کئی روز تک پریشان رہے تو سیتا نے اس پریشانی کی وجہ پوچھی تو رام نے یہ قصہ دہرایا اور کہا میرا خیال یہ ہے کہ تم کو گھر سے نکال دوں۔ گو میں تم کو ابھاگن نہیں سمجھتا۔ چنانچہ سیتا یہ سنکر اسی رات چپکے سے جنگل میں چلی گئی۔ گو وہ اس وقت حاملہ تھی۔ راجہ رام کے دونوں جڑواں بیٹے جنگل میں پیدا ہوئے۔ سادھو کے ہاں پرورش پائی۔ سیتا کے مرنے کے بعد سادھو نے ان کو ان کی ماں کی دکھی کہانی سنائی تو وہ دونوں سادھوؤں کے بھیس میں اجودھیا اور سیتا کی دکھ بھری کہانی گا گا کر عوام کو سناتے پھرتے تھے۔ راجہ رام چندر نے جب سادھوؤں کے شلوک سنے تو ان سے ان کا اتا پتہ دریافت کیا اور جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ اس کے اپنے بیٹے ہیں تو ان کو راج پاٹ حوالے کر کے خود بن باسی ہو گیا۔

اسی طرح سے یورپ چند جنگ آزما عورتوں کو پیش کر سکتا ہے لیکن اس کی وجہ سے دنیا کے تہذیب و تمدن میں کچھ ترقی ہوئی؟ اس کا جواب قطعی نفی ہے۔ فرانس کے بادشاہ ہنری کی بیوی جو بعد میں لندن انگلستان کے شیر دل رچرڈ کی ماں بنی اور اسکی عورتوں کی مشہور ٹولی نے۔ صلیبی جنگ لڑنے والوں میں خطرناک مسلے پیدا کر دیئے۔ اس کے

برخلاف اسلام نے جن خواتین کو اپنے کنار وعاطفت میں جگہ دی۔ انھوں نے دنیا میں بڑے بڑے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے جو تاریخ کے صفحات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ غرض کہ تاریخ عالم کی ورق گردانی کرنے کے بعد ہم بادلِ ناخواستہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ صفحہ ہستی کی تمام بنوتوں اور دنیا کی کل ادعیان مذاہب نے عورت کی کماحقہ منزلت نہیں کی۔ اس کی عصمت اور عفت کے در پے رہا عورت کو ہمیشہ ذلت ورسوائی کا سبب اور بدنامی اور بدنمائی کا ذریعہ سمجھا گیا۔ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں میں رسمی طور پر رائج تھا۔

بدھ مذہب میں عورتوں کو گندہ و غلیظ کہہ کر اپنے مذہب کے جاننے والوں کو عورت سے علیحدگی کا حکم دیتا ہے اور طرح طرح کے الزام تراش کر اس بے گناہ مخلوق سے نفرت دلاتا ہے۔ اب رہے یہودی تو ان کی تعلیمات کے ذریعہ ان کو یہ حقوق حاصل ہیں کہ وہ جب چاہیں ایک ادنیٰ انسی لغزش پر عورت کو گھر سے نکال باہر کر سکتے ہیں۔ مگر اس کے خلاف اسلام نے ببانگ ڈھل ڈنکے کی چوٹ پر پکار کر کہا۔

”مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی برابر پسندیدہ حقوق ہیں۔ اسلام نے عورت کی عزت وعظمت اور قدرو منزلت کا صرف

دعوے ہی نہیں کیا۔ حضرت محمد صلعم نے فرمایا۔ ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ حج وعمرہ کے ارکان عورت کی عظمت کو ہر مسلمان کے ذہن نشین کراتے ہیں۔ علم ہیں عمل ہیں تدبیر ہیں۔ سیاست ہیں شجاعت ہیں۔ تمدن ہیں۔ غرض کہ عورتوں کے چند فطری خصائص کے علاوہ زندگی کے تمام شعبہ حیات ہیں اسے عملی حیثیت سے مردوں کے دوش بدوش لاکر کھڑا کر دیا۔

فتح دمشق کے بعد مسلمانوں کی جماعت شراب نوشی کی مرتکب ہوئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی خبر مرکز کو دی تو حضرت عمرؓ جو اسوقت خلیفہ رسول اللہ تھے یہ احکامات ابو عبیدہ کو جاری کئے۔

"جو شراب پیئے اس کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی جائے میری جان کی قسم مسلمانوں کے لئے فقر و فاقہ ہی مناسب ہے لازم تھا کہ وہ اپنے مالک خدا سے ڈرتے سچے دل سے اس کی عبادت کرتے۔ اگر کوئی دوبارہ شراب پیئے تو اس کو پھر حد لگاؤ۔

مجھے یہ معلوم ہونے سے رنج ہوا ہے کہ مسلمان عورتیں (شام کے پبلک) حماموں میں غسل کرنے جاتی ہیں اور ان کے ساتھ ذمی عورتیں ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ بند کرو کسی عورت کے لئے جس کا ایمان خدا اور آخرت پر ہو۔ یہ مناسب نہیں کہ اس کی ستر پر غیر مسلم عورت کی نظر پڑے (اس "ذمی عورتوں" سے

غالباً مراد اُن حمام کی نہانے والی ذمی عورتیں ہیں جو نہلانے اور جسم ملنے کے لئے رکھی جاتی ہیں۔)"

ابو عبیدہؓ نے ان خطوط کے جواب میں لکھا کہ یہ لوگ قرآن کے الفاظ "فھل انتم منتھون" کو بطور حجت پیش کرتے ہیں کہ ان سے شراب کا حرام ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں عمرؓ نے لکھا۔

"ان لوگوں کو طلب کرو۔ اگر ان کا عقیدہ ہو کہ شراب حلال ہے تو ان کو قتل کر دو۔ اور اگر وہ تحریم کے قائل ہوں تو فی کس اسّی کوڑے مارو۔ لوگوں کو زمانہ جاہلیت کے واقعات سننے سنانے سے روکو۔ ایسا کرنے سے پرانی عادتیں اور عداوتیں تازہ ہوں گی اور نئے کینے جنم لیں گے اور جب تک وہ نل چھپی سے قرآنی آیتیں سنیں اُن کی سیرت و عمل کو بہتر بنانے کے لئے تلاوت کرو۔"

حذیفہؓ بن یمان میسوپوٹیمیا (عراق) کے عامل تھے۔ انھوں نے مدائن میں ایک یہودی عورت سے شادی کر لی۔ پرچہ نویس نے حضرت عمرؓ کو خبر کر دی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حُذیفہ کو لکھا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے مدائن کی ایک یہودی (کتابی) عورت سے شادی کی ہے اس کو طلاق دیدو۔"

حُذیفہؓ نے اس حکم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے یوں لکھا۔

"جب تک آپ یہ نہ بتائیں کہ آپ نے کیوں منع کیا ہے۔ کیا کتابی عورت

سے نکاح جائز نہیں ہے ؟

اس کا جواب عمرؓ نے یوں دیا۔ "کتابی عورت سے شادی جائز ہے۔ لیکن عجمی عورتیں دل فریب ہوتی ہیں اس لئے اگر تم نے شادی کیا تو وہ تمہاری عرب بیویوں پر چھا جائیں گی اور یہ مسلمان عورتوں کے لئے بڑی تباہی ہوگی۔"

حضرت عمرؓ کوفہ کے قاضی شریح کندی کو ۱۸ھ میں یہ ہدایات فرمائی تھیں۔

"اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا حل قرآن میں ہو تو اُس کے مطابق فیصلہ کرو۔ اور کسی مجتہد کی رائے کی طرف قطعاً دھیان نہ دو۔ اگر مسئلہ ایسا ہو جس کا حل قرآن میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ صلعم کی طرف رجوع کرو اور اگر وہاں بھی حل نہ ملے تو "ائمہ ھدیٰ" کی آرا اور فیصلوں سے کام لو اگر کسی مسئلہ میں قرآن سنت اور ائمہ ھدیٰ سے روشنی نہ ملے تو تم کو اختیار ہے خواہ اپنے اجتہاد سے کام لو۔ خواہ مجھ سے رجوع کرلو۔"

بغداد کے ضلع نہر الملک کی مالک ایک ذمی عورت تھی وہ مسلمان ہو گئی اور غالباً اس نے چاہا کہ اب لگان کی جگہ مجھ سے عشر (دسواں حصہ) لیا جائے۔ گورنر کوفہ نے خلیفہ کے سامنے معاملہ رکھ دیا تو اس کا جواب حضرت عمرؓ نے یوں دیا۔

"زمین عورت کو دے دو۔ وہ اس کا لگان ادا کرے۔" کیونکہ

اس کی زمین مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے مسلمانوں کی ملک ہو چکی تھی۔

جب آذربائیجان (ایران) فتح ہوگیا تو مسلمانوں نے وہاں کا لباس پہننا شروع کر دیا اور عادات بھی بدلنی شروع کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے عتبہ بن فرقدؓ گورنر صوبہ کو یوں لکھا

"مسلمانو! ردا اور ازار (تہبند) پہنو۔ (شروال اتار دو) تم کو اپنے دادا اسماعیل کا لباس پہننا چاہیے۔ (ازالہ) چرمی موزے اتار دو۔ جوتے پہنو۔ نشانہ بازی کی مشق کرو۔ رکابیں کاٹ دو اور گھوڑے کی پیٹھ پر کود کر بیٹھو۔ دھوپ میں رہا کرو وہ عربوں کا حمام ہے (ازالہ) بات چیت عربی میں کرو (اپنے دادا) سعد (بن عدنان) کی سی سادہ زندگی اختیار کرو۔ موٹا پہنو اور موٹا کھاؤ۔ مشقت اور تکلیف کی عادت ڈالو۔ آپس میں بھائیوں کی طرح رہو۔ تنعم کی زندگی سے بچو۔ رسول اللہ صلعم نے (مردوں) ریشم پہننے سے منع کیا ہے۔ الا یہ کہ اس کی لمبائی چوڑائی اتنی اتنی ہو۔ یعنی تین انگل یا چار انگل۔ اپنے بچوں کو تیراکی اور تیر اندازی کی مشق کرایا کرو۔"

حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا ہدایات فتوح الشام واقدی۔ شارح نہج البلاغہ۔ طبری وغیرہ مورخین سے اخذ کئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان آرام طلب نہ بنیں۔ نیک اوصاف۔ اور نیک سیرت ہوں۔ آپس میں مل جل کر رہیں اور اپنے ملک کی عورتوں پر

غیر مذہب کی عورتوں کی خوبصورتی کی بنا پر ترجیح نہ دیں لباس میں اور خوراک میں سادگی ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

حضرت محمد صلعم کے صحابہؓ کرام نے حضور سے دین اسلام کے سبق کچھ اس طرح سے لئے تھے جس طرح انسان اپنی مادری زبان سیکھتا ہے۔ حقیقتاً یہ بھی آنحضرت صلعم کا معجزہ تھا کہ انھوں نے اپنے اسوۂ حسنہ کی بدولت اُس گری ہوئی قوم کے پہلے نقوش کو ان لوگوں کے دلوں کی تختی پر سے ایسا مٹایا جیسے وہ نقوش کبھی قائم ہی نہیں ہوتے تھے جو شخص ایمان لاکر آنحضرت صلعم کی مجلس میں چند لمحے بھی بیٹھ گیا۔ اُسے وہ علم مل گیا تھا۔ جس کے سامنے بایزیدؒ کی گردن جھک جاتی تھی۔

صحابہؓ یہ جانتے تھے کہ مرنے کے بعد ہمیں پھر وجود ملے گا اور ہم سے ہمارے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ ان کا علم اُن کے عمل پر اثر انداز ہوتا تھا۔ اسوۂ حسنہ ان کے مشعل راہ تھے۔ صحابہؓ مرنے کے بعد کے وجود کو اس طرح جانتے تھے جس طرح ہم اپنے موجودہ وجود کو جانتے ہیں۔ ہم پہلے نہیں تھے۔ ہم عدم سے وجود میں آتے ہیں اور کبھی نہ کبھی موت کا مزا چکھنے کے بعد پھر معدوم ہو جائیں گے۔ اتنا

ہر شخص جانتا ہے مگر صحابہؓ کرام بالکل اسی طرح۔ یعنی قرآنی آیات
کے بموجب معدوم ہو جانے کے بعد کے وجود کو بھی جانتے تھے۔
اس بات کا علم ان کے اندر رَچ گیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وہ خوش نصیب ہستی تھے جو آنحضرت صلعم
کی صحبت سے بہت فیضیاب ہوئے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا مجھے وہ
منظر یاد ہے جب اللہ تعالے روحوں سے پوچھ رہا تھا۔ کیا میں تمہارا
رب نہیں ہوں۔؟

روحوں نے جواب دیا تھا۔ " بیشک تو ہمارا رب ہے۔ ہم اس
کے شاہد ہیں۔ اور جب اہل جنت اہلِ جہنم سے کہیں گے کہ ہم سے
ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا۔ اسے ہم نے سچا پایا۔ کہو تم سے
جو وعدہ کیا تھا، تم نے بھی اسے سچا پایا یا نہیں ؟

حضرت علیؓ نے پھر فرمایا:۔ تم اگر اس منظر کو دیکھ لیتے جسے تم
سے پہلے مر جانے والے دیکھ چکے ہیں تو تم چیخ اٹھتے اور فریاد کرنے
لگتے۔ تمہارے دل لرز جاتے اور اللہ کے اوامر و نواہی پر سوائے
"سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" کہنے کے اور کوئی لفظ تمہاری زبان پر نہ آتا۔
جو مرنے والوں نے دیکھ لیا ہے۔ وہ ابھی تمہاری نگاہوں سے
پوشیدہ ہے۔

حضرت علیؓ کے چند اقوال:۔

" دین کا پہلا زینہ اللہ تعالے کی معرفت ہے۔ حمد اور شکر

کرنے والوں کو بھی حمد اور شکر گذاری کرنی چاہیئے۔

جو دنیا اس قدر مرغوب ہے کہ تم اس کے لئے مرے جاتے ہو۔ اس کی قیمت بکری کی چھینک سے بھی تو کم ہے۔ اے دنیا دی آرائش کے فریب میں پھنسنے والو! جسے بحر مواج کی موجودگی کا یقین ہو جائے وہ کہیں پیاسا رہ سکتا ہے؟

منافرت اور نفاق کے راستوں سے الگ ہو جاؤ مفاخرت اور غرور کے تاجوں کو زمین پر پٹک دو۔ جو اپنے پر پرواز کے ذریعے بلندی کی طرف اڑا۔ وہی سلامت رہا۔ اور اسے راحت و آرام نصیب ہوا۔

اللہ تعالےٰ نے جسے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے اور جس کے اور شیطان کے درمیان حجاب باقی نہیں رکھا سمجھ لو کہ اللہ اس سے بے حد خفا ہے۔

جو نابکار اپنی قوم اور اپنے ہم مذہبوں کے خلاف تلوار اٹھائے اور کسی کی موت اور زلیست کی پرواہ نہ کرے۔ وہ اس کا متعلق ہے کہ اس کے عزیز و اقارب اسے اپنا دشمن سمجھیں اور بیگانے اسے دیانتدار اور امین خیال نہ کریں۔

جسے اللہ تعالےٰ نے یہ نعمت فرمائی ہو کہ اس کا جب نام آئے تو اس کی تعریف کی جائے یہ نعمت مال سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ ذکر خیر کو سننے والے۔ اپنے ہوں یا بیگانے والے

مغفرت کرتے ہیں اور مال چھوڑ جانے پر دعا کریں گے تو وہی کرینگے جنھیں مال ورثے میں ملیگا۔

جس انسان نے طمع کو وتیرہ بنالیا۔ اس نے اپنے آپ کو ذلیل وخوار کیا۔ اور جس نے اللہ کے سوا کسی کے سامنے اپنی احتیاج ظاہر کی اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ اس نے اپنی انسانیت کا خاتمہ کرلیا۔ یہ حرکت انسان کو گونگا بنا دیتی ہے۔ حق کی بات زبان سے نہیں نکالنے دیتی۔ محتاج وطن میں بھی مسافر ہوتا ہے اس سے کوئی دوستی نہیں کرتا۔

جو انسان لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور بشاشت سے پیش آتا ہے اور لوگوں کے ساتھ صلح رکھتا ہے اس کے عیب ونقص اس طرح چھپ جاتے ہیں گویا مردہ قبر میں چھپ گیا اور جو انسان طنطنہ دکھاتا ہے وہ لوگوں کے غیظ وغضب کو دعوت دیتا ہے۔

نعمتوں کی بہتات ہو جائے تو نعمت دینے والے کو نہ بھولو۔ ناشکری نعمتوں میں اضافہ نہیں کرتی اور انتہائے نعمت سے دور رکھتی ہے۔ ذرا سی نعمت پر بھی زیادہ سے زیادہ شکر ادا کیا کرو۔ تاکہ نعمتیں انتہائے کمال کو پہنچیں اے آدم! جب تو دیکھے کہ اللہ پے در پے نعمتیں نازل فرمارہا ہے۔ تو خوف کھا مبادا کفرانِ نعمت اللہ کو تجھ سے خفا کردے۔

نادان کی دوستی سے بچو۔ کیونکہ نادان نفع پہنچانا چاہتا ہے

لیکن نفع کی بجائے نقصان پہنچا دیتا ہے۔
بخیل کی دوستی سے بچو کیونکہ بخیل مدد کے وقت کام نہیں آسکتا۔
فاجر کی دوستی سے بچو کیونکہ وہ ذرا سے دام میں دوست کو بیچ ڈالتا ہے۔
کاذب کی دوستی سے بچو کیونکہ کاذب کی دوستی ایسی ہے جیسے سراب۔
بردباری کا پہلا بدلہ یہ ہے کہ غیر بردبار کے مقابلے میں لوگ اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔ تم بردباروں کی صفات اختیار کرو۔ جو شخص جس گروہ سے مشابہت رکھتا ہے وہ اسی گروہ کا فرد سمجھا جاتا ہے۔
دنیا جب کسی کی طرف جھک جاتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں عارتیًا اسے بخش دیتی ہے۔ وہ جاہل ہوتا ہے۔ دنیا اسے عالم کہتی ہے۔ وہ بخیل ہوتا ہے دنیا اسے سخی کہتی ہے۔ اور جب دنیا کسی سے رخ پھیر لیتی ہے اور اس کی اچھائیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ وہ عالم ہو کر جاہل کہلاتا ہے اور سخی ہو کر بخیل۔ تم ایسا طرز اختیار کرو کہ زندگی میں لوگ تمہاری ملاقات کے مشتاق رہیں اور مرنے کے بعد تمہیں یاد رکھیں۔
فتنوں سے بچنے کی دعا مانگنی بھی اچھی بات ہے لیکن گمراہ کرنے

والوں سے بچنے کی دعا اور زیادہ اچھی ہے۔

تجربہ کار بوڑھوں کی رائے نوخیز لڑکوں کی قوت و طاقت سے زیادہ کار آمد ہے۔ اکتساب علم دہنر سے بھاگنا ایک بیماری ہے۔

لوگوں سے وہی بات کہو جسے وہ سمجھ سکیں، تم کیا پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا جائے؟ (مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے بات ان کی عقل کے مطابق اور ایسی آسان زبان میں کہنی چاہیے جو اُن کی سمجھ میں آسکے - ہر انسان مصالح الٰہی یکساں نہیں سمجھ سکتا)

حضرت علیؓ درس و تدریس کبھی اپنے گھر اور کبھی مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو تعلیم دیتے اور اسلام کی روشنی اور خوشبو عام کرتے ان ہی خصوصیات کی بنا پر خود رسول اللہ صلعم نے انھیں - باب مدینۃ العلم، فرمایا ہے۔

ایک خطبے میں حضرت علیؓ نے فرمایا۔

۔ خدا کی قسم میں الٰہی پیغامات کی تبلیغ۔ خدا کے وعدوں کی تکمیل اور تمام حکمت کی باتوں سے واقف ہوں۔ دیکھو ہم اہل بیت رسولؐ کے پاس حکمت کے دروازے اور دین خدا کی روشنی و خوشبو موجود ہے آگاہ ہو جاؤ کہ دین کی شریعتیں ایک اور اس کے راستے سیدھے ہیں جو اسے پالے گا وہ حق تک

پہنچ جائیگا۔ اور فائدہ اٹھائے گا اور جو نہ پا سکے گا۔ وہ گمراہ اور پشیمان ہوگا۔ دیکھو اس دن کے لئے عمل کرو جس کے واسطے نیک کاموں کے ذخیرے جمع کئے جاتے ہیں اور جس میں راز فاش کئے جائینگے۔ اور یاد رکھو۔ جسے اس کی حاضر عقل فائدہ نہ دے گی اسے اس کی غائب عقل نفع پہنچانے سے عاجز اور مجبور ہوگی۔

حضرت خدیجہؓ ام المومنین

حضرت خدیجہؓ کے باپ کا نام خویلد تھا اور بنو عبدالعزیٰ سے تعلق رکھتا تھا۔ خویلد ایک جہاں دیدہ با وقار اور مہذب شخص تھا اور قریش مکہ کے بڑے متمول سوداگراں میں ان کا شمار کیا جاتا تھا ان کی تجارت شام اور یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت خدیجہؓ کے چچا کا نام ''نوفل'' تھا اور اس زمانے میں عسائیت کے مشہور عالم سمجھے جاتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا اور وہ بھی قریش کے اعلیٰ نسب خاندان کی تھی۔

حضرت خدیجہؓ بچپن سے ہی عفت وعصمت اور شرافت کے لیے مشہور تھیں۔ عزیز و اقارب اور خاندان والوں کے علاوہ غیر بھی آپ کو طاہرہ کے لقب سے پکارتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کے چچا کی بہت خواہش تھی کہ اس کی شادی اس کے لڑکے ورقہ بن نوفل سے ہو جائے۔ مگر رشتہ نہ ہو سکا کیونکہ ورقہ بن نوفل عیسائی تھا اور توریت وانجیل کا مشہور عالم تھا۔

حضرت خدیجہؓ کی شادی ابوہالہ نباش ابن زرارہ تمیمی سے

ہوئی۔ خدیجہؓ کے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ پہلے کا انتقال بچپن ہی میں ہوگیا۔ دوسرا جس کا نام ہندا تھا زندہ رہا۔ ہندا لبعدازاں اصحاب رسول صلعم میں داخل ہوا۔ اور جنگِ جمل میں حضرت علیؓ کی طرف سے جنگ کی اور شہادت پائی۔ جناب امام حسنؓ نے اکثر حدیثیں ہندا سے روایت کی ہیں۔

حضرت خدیجہؓ نے ابوہالہ کی وفات کے بعد بنو مخزوم کے ایک شریف نوجوان عتیق بن عائذ سے شادی ہوئی اور ایک لڑکی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی جس کا نام ہندہ رکھا گیا۔ عتیق حرب فجار میں مارے گئے۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ کی شادی حضرت محمد صلعم سے ہوئی۔ حضرت ہندہؓ نے حضرت محمد صلعم کی آغوش میں پرورش پائی اور نبوت کے پہلے ہی سال حضرت ہندہؓ نے اسلام قبول کیا۔ محمد مخزومیؒ انہی حضرت ہندہ کے بیٹے ہیں جو ایک بڑے صحابی اور مقدس بزرگ گذرے ہیں اور ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ مگر یہاں بتانا مناسب ہوگا کہ عتیق کی وفات کے بعد عرصہ تک شادی نہ کی گو آپ سے بہت سے نوجوان اور مالدار قریشی دل سے شادی کے خواہاں تھے۔

روایت ہے کہ ایک مالدار قریشی نے تو ایک ہزار اونٹ بطور مہر پیش کئے تھے۔ چونکہ آپ کے والد خویلد بہت بوڑھے ہوگئے

تھے۔ اس لئے انھوں نے اپنا موروثی مشغلہ تجارت چھوڑ دیا۔ اور ان کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ اس لئے حضرت خدیجہؓ نے اپنے باپ کا سارا بار سنبھال لیا اور آپ کی محنت وکوشش سے تجارت نے بہت فروغ کیا اور آمدنی بہت بڑھ گئی۔

جب آنحضرت صلعم کے دادا عبد المطلب کا انتقال ہوا تو آپ کے چچا ابوطالب آپ کے کفیل ہوئے۔ آنحضرت صلعم شام میں اپنے چچا کے ساتھ تجارت کے لئے تشریف لے گئے اور ویسے بھی اپنے چچا کا ہر قسم کے کاروبار میں ہاتھ بٹاتے رہے۔

ایک طرف تو ایرانیوں اور قیصر روما کی جنگ شروع ہوئی لہٰذا اس کا اثر یمن پر بھی پڑا۔ جہاں پر مشرق بعید اور ہندوستان سے تجارت کا مال آتا تھا اور ساتھ ہی حجاز میں بھی سخت قحط پڑا ابوطالب بوڑھے ہو چکے تھے۔ اور سرمایہ کی کمی کی وجہ سے معذور تھے لہٰذا آنحضرت صلعم نے اپنے چچا کی مرضی سے حضرت خدیجہؓ کے ہاں معقول معاوضہ پر نوکری کر لی۔ چونکہ حضرت صلعم نے کام محنت مشقت اور ایمانداری سے کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو شام میں تجارتی مال دیکر بھیجا۔ وہاں پر آپ کا سامان نہ صرف ہاتھوں ہاتھ بکا بلکہ بہت منافع حاصل ہوا۔ جو آپ نے اپنی مالکہ کے حوالے کر دیا۔ مالکہ نے خوش ہو کر مقرر کردہ معاوضہ سے کہیں زیادہ انعام آپ کو دیدیا جو کہ ابوطالب کے گھرانے کے لئے بہت کار آمد

ثابت ہوا۔ خدیجہ رضہ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام میسرہ کو آنحضرت صلعم کے ہمراہ بھیجا تھا تاکہ وہ آپ کی قابلیت اور ایمانداری کے متعلق مالکہ کو بتائے۔ میسرہ نے آنحضرت صلعم کی بہت تعریف کی اور یہ بھی کہا ایک معزز و مشہور راہب نطورا نامی نے اسے یقین دلایا ہے کہ یہ شخص (آنحضرت) بہت بڑے نبی ہوں گے۔ میسرہ کے بیان کی تائید خدیجہ رضہ کے عزیز خزیمہ بن حکم سلمی نے کی کیونکہ وہ اس قافلے میں موجود تھے اور راہب نے خزیمہ سے بھی یہی کہا تھا اور یہ بھی کہا کہ " کاش ان کی نبوت کے وقت میں زندہ رہتا تو میں بھی ان کے ہاتھ پر اسلام لے آتا۔ مگر میری موت بہت ہی قریب ہے۔"

آنحضرت صلعم کے چچا نے یہ سوچ کر کہ آنحضرت صلعم کی زندگی فارغ البالی سے گذرے گی۔ ابوطالب نے یہ بات حضرت خدیجہ رضہ تک پہنچائی۔ خدیجہ رضہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ انھوں نے مکہ کے معزز ترین افراد سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے اور اگر ایک مفلس یتیم سے شادی کریں گی تو عرب کے امرا کیا کہیں گے اور کیا کیا نام دھریں گے اور پھر یہ بھی سوچا کہ " میری عمر تو چالیس سال کی ہے اور بیوہ ہوں۔ اُدھر آنحضرت صلعم نوجوان اور اُن سے نصف عمر کے ہیں۔ خدا جانے وہ مجھے قبول کریں بھی یا نہیں۔ اِسی اثنا میں حضرت خدیجہ رضہ کی ہمراز سہیلی نفیسہ آپ سے ملنے آئیں۔ آپ کو تفکر کے

اندازمیں پاکر آپ سے وجہ پوچھی۔ مگر خدیجہ رضؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر نفیسہ کب ماننے والی تھی۔ آخر کار خدیجہ رضؓ نے سب حال بتادیا اور سہیلی سے کہا کہ جبتک مجھے محمدؐ کے دلی ارادہ کا پتہ نہ چلے میں کیسے کوئی فیصلہ کرسکتی ہوں۔"

چنانچہ نفیسہ حضرت محمد صلعم کے گھر نہایت ہوشمندی سے پہنچی تاکہ کسی کو ان کا اصلی مقصد معلوم نہ ہو اور آخر کار عقلمندی سے آنحضرت صلعم سے اُن کا دلی منشا معلوم کرلیا۔ اور آنحضرت صلعم کو یقین دلاکہ وہ سب معاملہ طے کرلیگی بشرطیکہ آپ کے بزرگ خاندانی روایت کے مطابق رشتہ طلب کریں۔ خدیجہ رضؓ خود مختار ہیں کیونکہ ان کے والد کا انتقال ہوچکا ہے۔ دوسرے بزرگوں کی اجازت محض رسمی ہے۔

آنحضرت صلعم اور خدیجہ رضؓ کا نکاح باقاعدہ طور سے ہوا خدیجہ رضؓ کی طرف ورقہ بن بن نوفل اور ان کے چچا عمرو بن اسد نے نکاح میں وکالت کی حق مہر کے متعلق اختلاف رائے ہے ابن ہشام سے مروی ہے ان کا مہر بیس اونٹ تھا۔ دوسرے مورخین نے ۴۰۰ (چارسو) مثقال طلائی کا مہر لکھا ہے اور بعض کا قول ہے کہ مہر کی مقدار ۵۰۰ (پانچ سو) درہم تھی۔

نکاح کے بعد آنحضرت صلعم حضرت خدیجہ رضؓ کے مکان میں منتقل ہوگئے اور دونوں کی عمروں میں بین فرق باہمی موانست اور

محبت میں فرق پیدا نہ ہو سکا۔ خصوصاً جب کہ آنحضرت صلعم
کی طبیعت ابتداسے ہی خلوت گزیں کی طرف مائل تھی۔ وہ بیشتر
وقت غور و فکر میں گذارتے تھے۔ خدیجہؓ نے شادی سے قبل
جب آپؐ ان کے ملازم تھے آنحضرت صلعم کی عادت کو خوب جانچ
لیا تھا۔ شادی کے بعد آپنے ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی
کی۔ بلکہ خدیجہؓ نے شادی کے بعد اپنے مال و اسباب اور تجارتی
کاروبار کو اپنے شوہر حضرت محمدؐ کے سپرد کر دیا۔ اس طرح سے
آنحضرت صلعم ضرورتمندوں کی مدد بلا روک ٹوک کر سکتے تھے
اور جب آنحضرت صلعم نے چند سالوں کے بعد زیادہ وقت غور و
فکر اور یاد الٰہی میں پہاڑوں کی غاروں میں بیٹھ کر صرف کرنا شروع کیا
تو آپ آنحضرت صلعم کے کھانے اور پینے کا سامان خود لے کر غار
میں جاتیں۔ لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلعم قریشی سرداروں
کی مجلسوں اور دار الندوہ میں ہونے والے مقرروں میں بھی شریک
ہوتے تھے۔ تجارت کا کام بھی کرتے تھے۔ وہ دنیادار ہو کر خدا
کی عبادت کرتے تھے۔ قریش کے سرداران سے وقتاً فوقتاً اہم امور
پر مشورہ لیتے تھے اور آپ کو امین کا لقب عوام نے دیا ہوا تھا۔
اور کم از کم دو بار قریش کے خاندانوں میں نہایت خونریز جنگ
ہوتے ہوتے رہ گئی۔ خاص کر خانہ کعبہ میں حجر اسود کو اس جگہ پر
کون رکھے؟ کا مسئلہ تھا۔ خدیجہؓ آنحضرت صلعم کے حلیما نہ

مشوروں اور فیصلوں کو نہایت خوشی اور مسرت سے سنتی تھیں۔

حضرت خدیجہؓ کی اطاعت محبت اور حرمت نے آنحضرت صلعم کا ساتھ ہر مشکل سے مشکل آزمائشوں میں نہ چھوڑا۔ خدیجہؓ نے کبھی تنگدستی اور فاقہ مستی نہ دیکھی تھی۔ مگر آپ نے یہ زمانہ نہایت صبر و خوشی میں گذارا جب کہ مکہ کے قریش نے آنحضرت پر نہایت سختیاں ڈھائی تھیں۔

آنحضرت صلعم نے اشاعت اسلام۔ غریبوں اور بیکسوں کی ہمدردی میں جو کچھ بھی ان دونوں کے پاس تھا تقسیم کر دیا تھا۔ آپ نے اس کے متعلق ہمیشہ خوشی کا اظہار کیا اور فخر سے بیان کیا۔ جب آنحضرت صلعم پر وحی نازل ہوئی تو سب سے پہلے انسان جس پر آنحضرت صلعم نے اس راز کو آشکار کیا وہ حضرت خدیجہؓ تھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو آپ پر کسقدر اعتماد تھا۔ جب حضورؐ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نہایت پریشان و ششدر تھے۔ ان کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ خواب دیکھ رہے ہیں یا وہ بیدار ہیں۔ اسی نہایت گھبراہٹ میں آپ جب گھر پہنچے تو حضرت خدیجہؓ نے دروازہ کھولا تو آپ کی پریشان حالت کو دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ مگر فوراً اپنے آپ کو سنبھال کر پریشانی کی حالت کی وجہ دریافت کی۔ مگر اس کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

۔ مجھے لیٹنے دو اور مجھ پر فوراً کمبل اوڑھا دو " اور کوئی ہوتا تو چیخ و پکار مچ جاتی ۔ مگر حضرت خدیجہ رضؓ نے آنحضرت صلعم کے فرمان کی تعمیل کے بعد نہایت فراست و ہمت سے آپ سے وجہ پوچھی تو انھوں نے حضرت جبرائیل سے ملاقات کا سارا واقعہ سنا دیا ۔ اس پر حضرت خدیجہؓ نے فرمایا۔ "خدا کی قسم ۔ اللہ آپ کا ہمیشہ مددگار رہے گا ۔ وہ آپ پر مہربان ہے ۔ کیونکہ آپ غریبوں ۔ محتاجوں کی مدد کرتے ہیں رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں ۔ ضعیفوں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ۔ بیوہ اور نادار عورتوں کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں ۔ مصیبت زدوں کی ہر طرح اعانت کرتے ہیں آپ نے جو دیکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے خدا آپ کو کبھی نہیں چھوڑے گا ۔

اس کے بعد جب آنحضرت صلعم آرام فرمانے کے بعد گھر سے باہر تشریف لے گئے تو حضرت خدیجہؓ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان کو سارا ماجرا سنایا جس پر ورقہ بن نوفل نے کہا ۔

"تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ۔ وہ شخص جو غار میں محمدؐ کو دکھائی دیا تھا ۔ وہ کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ وہ فرشتہ جبرئیل تھا ۔ جو اس سے قبل حضرت موسیٰ کے پاس

خدا کی طرف سے پیغام لایا تھا۔ یقیناً محمدؐ کو خدا تعالےٰ نے نبوت سے سرفراز کیا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ دیگر انبیاؑ کی طرح تمہاری قوم بھی تمہارے خاوند کی سخت مخالفت کریگی تم ثابت قدم رہنا کاش میں اس دن تمہاری مدد کرنے کو زندہ رہتا جب تمہاری قوم تم کو وطن سے نکال دیگی۔"

خدیجہؓ نے استعجاب سے پوچھا: "کیا ہماری قوم ہم کو گھر سے نکال دے گی۔؟"

ورقہ نے کہا "ہاں"

وہ گھر میں آئیں تو بہت خوش تھیں اور آتے ہی آنحضرت صلعم کو مبارک باد دی اور سارا ماجرہ بیان کردیا۔ جو ورقہ نے بیان کیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد ایک روز پھر رسول اللہ صلعم غار حرا میں اپنی عادت مستمرہ کے مطابق اعتکاف فرما رہے تھے کہ حضرت جبرئیل پھر تشریف لائے۔ اس بار حضرت جبرئیل نے آنحضرت صلعم سے فرمایا: "اقرا" یعنی پڑھیئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ میں کیسے پڑھوں۔؟

حضرت جبرئیل نے پھر اصرار سے کہا پڑھیئے تو آپؐ نے پھر نفی کا جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل نے آنحضرت صلعم

کو گلے لگا کر ایسے زور سے دبایا کہ آپ کو سخت جسمانی تکلیف ہوئی۔ اس کے بعد جب حضرت جبرئیل نے پڑھنے کے لیے کہا تو آنحضرت صلعم پڑھنے لگے۔

لہٰذا حضرت جبرائیل نے اپنا پاؤں زور سے زمین پر مارا تو وہاں سے چشمہ نمودار ہو گیا۔ تو حضرت جبرائیل نے پہلے وضو کیا اور پھر آپ کو وضو کرنے کا طریقہ بتایا اور پھر نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا ان واقعات نے آنحضرت صلعم پر بہت گہرا اثر کیا۔

ایام جاہلیت میں جادو پر عربوں کو بہت اعتقاد تھا۔ آنحضرت صلعم حیران تھے کہ آیا یہ سحر کے اثرات ہیں؟ آپ نے اس بات کے خیال سے کہ لوگ آپ کو جادوگر کہیں گے۔ خودکشی کے ارادے سے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تاکہ وہاں سے اپنے آپ کو گرا کر جان دیدیں مگر عین اس وقت حضرت جبرائیل نمودار ہوئے اور فرمایا۔

"اے محمدؐ تم اللہ کے سچے رسول ہو اور میں روح الامین ہوں اور میں تمام انبیاء۔ المرسلین پر نازل ہوتا رہا ہوں۔ آپ اپنے ان ارادوں سے باز آئیں۔"

آنحضرت صلعم اسی حیرانی کے عالم میں گھر آئے تو حضرت خدیجہؓ نے جب دروازہ کھولا تو آپؐ کو پریشان حال میں دیکھا۔ وہ کچھ پوچھنے کا ارادہ فرما رہی تھیں کہ آنحضرت صلعم

نے فرمایا۔

"مجھے فوراً کمبل اُوڑھادو! مجھے فوراً کمبل اوڑھادو۔"

حضرت خدیجہؓ نے دیکھا کہ وحی کے دوبارہ جاری ہونے سے آنحضرت صلعم کا چہرہ بشاش ہو کر چمکنے لگا۔ اور آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا۔

"مجھ پر ابھی ابھی پھر وحی نازل ہوئی ہے۔ سب سے پہلے کون میری دعوتِ اسلام کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کون سلسلہ اسلام میں داخل ہو کر سب سے پہلے تقدیم اسلام کا ثبوت دیتا ہے۔"

حضرت خدیجہؓ نے کہا۔" یارسول اللہ میں آپکی نبوت اور رسالت کی سب سے پہلے گواہی دیتی ہوں۔ اور فوراً کلمہ پڑھا۔" آنحضرت صلعم نے دعائے خیر دی۔

اس طرح سے اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو سب سے پہلے شرفِ اسلام ایک خاتون کو عطا فرمایا اور وہ معظم و محترم شخصیت ام المومنین حضرت خدیجہؓ کو حاصل ہوا۔ یہ درجہ کسی مذہب میں کسی خاتون کو عطا نہیں ہوا وجوہات کئی ہوسکتی ہیں لیکن سب سے اہم امر یہ ہے کہ اسلام میں عورت نے ایک خاص اور اہم مقام حاصل کر لیا کیونکہ آپ (خدیجہؓ) نے پیغمبر آخرالزماں آنحضرت صلعم کی نبوت کی تصدیق فرمائی اور سب سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف حاصل کیا۔

مورخ ابن ہشام کہتے ہیں، کہ جب جبرائیلؑ آنحضرت صلعم کی خدمت میں

حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ خدیجہؓ کو ان کے پروردگار کی طرف سے سلام پہنچا ہے۔

چنانچہ جب آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ " اے خدیجہؓ جبرئیل خداوند تعالےٰ کی طرف سے آکر تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا۔ اے اللہ سلام ہے! اللہ سلام ہے! اے جبرئیل تم پر بھی میرا سلام ہے۔ "

ابن اسحاق نے روایت لکھی ہے کہ " حضرت خدیجہؓ سے حضور نے فرمایا کہ مجھکو اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ملا ہے کہ میں آپؓ (خدیجہؓ) کو بشارت دوں کہ آپ کو جنت میں ایک محل عطا فرمایا گیا ہے اور جس میں آپ کو ہر قسم کا آرام ملیگا اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی "

ابن اسحاق بروایت حضرت عائشہؓ بیان کرتے ہیں کہ " پہلے پہل حضور پر ہر نماز میں دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے حضر میں چار رکعتیں کر دیں۔ اور سفر میں دو رکعت ہی کو قائم رکھا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت خدیجہؓ کی حالت میں ایک انقلاب آگیا۔ اب انھیں رات دن اِسی بات کی دھن تھی کہ ان کا ایک ایک لمحہ دین اسلام کی اشاعت و خدمت میں صرف ہو۔ اور قرب الٰہی کے مراحل تیزی سے طے کر سکیں۔ ایمان

و عرفان کا بلند مقام جو آپ کو اللہ تعالٰی کی طرف سے عطا ہوا ہے اس کے اہل ثابت ہوں۔

جب آپؓ مسلمان ہوئیں تو آنحضرت صلعم کے متعلقین پر بھی اس کا اثر پڑا اور بہت سے نامور قریش مسلمان ہو گئے۔ شروع شروع میں تو تبلیغ اسلام خفیہ طور سے ہوتی رہی۔ مگر جب آپ پر یہ وحی نازل ہوئی۔

"تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اسے اعلانیہ بیان کر دیا کرو۔ اور مشرکین کی طرف سے منہ پھیر لو"

اس آیت کے بعد آنحضرت صلعم نے اعلانیہ تبلیغ اسلام شروع فرمائی۔ اس وجہ سے مشرکین مکہ میں آتش غضب بھڑک اٹھی اس آیت کے نزول سے قبل مسلمان مکہ کی گھاٹیوں میں چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے مگر اب اشاعت و عبادت اعلانیہ ہونے لگی۔

حضرت خدیجہؓ سے بھی قریش مکہ کی مخالفت کا حال پوشیدہ نہ تھا۔ وہ اپنے احباب و رشتہ داروں میں بہت مقبول تھیں لہٰذا سب خواتین ان کو حالات بتاتی رہتی تھیں۔ مگر آپؓ کو یقین تھا کہ اللہ تعالٰی اپنے دین کی ضرور مدد فرمائے گا۔ لیکن ساتھ ہی انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ اسلام کے خلاف قریش کی ریشہ دوانیاں ایک دن ضرور رنگ لا کر ہی رہیں گی۔ چنانچہ اس دشمنی کے آثار چند دنوں میں ظاہر ہونے لگے۔ لیکن حضرت خدیجہؓ کے پائے استقلال و عزم میں جنبش تک نہ آئی

اور تمام مصائب و آلام کا حوصلہ مندی سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوگئیں۔

ایک دن آنحضرت صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر بلند آواز سے کئی بار پکارا " اے بنو عبدالمطلب! اے بنو عبد مناف! اے بنو اسد اے لوگو! آپ اس پہاڑ پر جمع ہو جائیں "۔

لوگ جوق در جوق کوہ صفا پر پہنچے، اور جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

" اے لوگو! اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن کا ایک لشکر اس پہاڑ کے دامن میں چھپا ہوا ہے اور موقعہ پاکر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مان لو گے؟ "

عوام نے ایک زبان ہو کر کہا۔ " ہاں آپ سچے ہیں۔ آپ امین ہیں۔ ہم نے کبھی آپ کے منہ سے جھوٹی بات نہیں سنی "۔

اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ " میں تمہیں اس سے بھی خطرناک خبر سناتا ہوں کہ اس صورت میں کہ تم بت پرستی کو ترک نہ کرو گے تم پر ہولناک عذاب نازل ہونے سے ڈراتا ہوں۔ اس عذاب سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ خدائے واحد کے پرستار بن جاؤ "۔

اتنا سنکر قریش کے سردار ابولہب اور دوسرے بزرگ غضبناک ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔

" تم نے ہم کو مذاق کرنے کے لئے یہاں بلایا تھا "۔ اور لوٹ گئے

ملامت کرتے ہوئے گھر چلے گئے۔

حضرت خدیجہؓ کو اس بات کا سخت صدمہ ہوا اس بدمزگی اور مخالفت کا سرغنہ ان کا پہلا شوہر اور بہت قریبی رشتہ دار تھا اور وہ اپنے اقتدار سے آنحضرت صلعم کو نقصان پہنچانے کی پوری سعی کریگا۔ کیونکہ وہ طبعاً ضدی واقع ہوا ہے۔ مگر حضرت خدیجہؓ نے اپنے آپ کو سنبھالا کیونکہ انھیں یقین تھا کہ اللہ تعالےٰ اپنے دین کو ہرگز ہرگز ذلیل نہ کرے گا۔

تھوڑے ہی وقفہ بعد آنحضرت صلعم پر مخالفین کی نامرادی کے متعلق کھلے الفاظ میں یہ آیت نازل ہوئی:

"ہلاک ہوگئے ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ خود بھی ہلاک ہوگیا۔ نہ اس کا کوئی مال کام آیا اور نہ جو اس نے کمایا۔ عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھایا کرتی ہے۔ اس کی گردن میں اس کا پھندا ہے۔" اس آیت نے آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہؓ کے یقین کو اور بھی محکم کر دیا۔

عداوت جلد ہی بے حد بڑھ گئی۔ حالات بہت نازک ہوگئے قریش مکہ نے ابوطالب کو پہلے منت وسماجت سے سمجھایا اور پھر ڈرایا۔ رشوت دینے کا قصد کیا۔ کہ وہ آنحضرتؐ کو اپنے ارادوں سے باز رکھیں مگر جب یہ حربہ ناکام رہا تو وہ لوگ جبر وتشدد پر اتر آئے اس نہایت خوفناک حالات میں حضرت خدیجہؓ ایک لمحہ کے لئے اپنے فرائض یعنی ایک

مجاہدہ اور آنحضرت کی رفیق حیات بنیں ان دونوں فرائض کو فراموش نہ کیا۔ اس نہایت ہی پر آشوب زمانے کے دوران آپؓ نے مسلمانوں سے ماں کی سی شفقت اور محبت کا سلوک کیا۔ ان کا ہاتھ ہر ضرورتمند کی امداد کے لیے پہلے سے زیادہ دراز تھا اور ان کی پوری جدوجہد مسلمانوں کو مشرکین سے رہائی دلانے کے لئے صرف ہوتی رہی مکہ کے کئی غلاموں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ کئی مقروضوں کے لئے قحط کی دشواریوں کی وجہ سے ناطقہ تنگ تھا۔ اور اس کی پاداش میں ان کے مالک یا قرض خواہ سخت ظلم ڈھا رہے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان میں سے بیشتر غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اور قرضداروں کے قرض ادا کر دیئے۔

حضرت خدیجہؓ کی اولاد

حضرت خدیجہؓ سے دو بچے قاسم اور طاہر پیدا ہوئے جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ چار لڑکیاں زندہ رہیں۔ زینبؓ۔ رقیہؓ۔ ام کلثومؓ۔ فاطمہؓ۔

زینبؓ:۔ نبوت سے دس سال پیشتر پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکا علی اور امامہ پیدا ہوئیں۔ علی بن ابی العاص جب جوان ہوئے تو فتح مکہ کے دن لوگوں نے انھیں اپنے نانا آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار دیکھا تھا۔ امامہؓ بعد وفات حضرت فاطمہؓ حضرت علی کے نکاح میں آئیں۔

جن سے ایک لڑکا علی اوسط پیدا ہوا۔

رقیہؓ:۔ ان کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہوا۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھ آپ نے حبشہ کو ہجرت فرمائی۔ وہیں ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا۔ رقیہؓ نے ۲ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

ام کلثوم:۔ کا نکاح ابو لہب کے لڑکے کے ساتھ ہوا تھا۔ اسلام لانے پر آپؐ کے شوہر نے چھوڑ دیا۔ حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد آپ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا گیا۔ ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آنحضرت صلعم کی دو بیٹیاں آئیں اس لئے آپ کا لقب ذی النورین ہوا

فاطمہؓ:۔ نبوت سے پانچ برس قبل پیدا ہوئیں آپ کی شکل آنحضرت صلعم سے بہت ملتی جلتی تھی۔ آپ کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔ تین صاحبزادے حسنؓ۔ حسینؓ۔ اور محسنؓ اور تین صاحبزادیاں زینبؓ کلثومؓ اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ محسنؓ اور رقیہؓ نے بچپن میں انتقال فرمایا۔ زینبؓ کا عبداللہ بن طیارؓ سے بیاہی گئیں اور ام کلثوم حضرت عمرؓ سے بیاہی گئیں۔

جب اعلانیہ تبلیغ کی وجہ سے کفار نے ایذارسانی بہت بڑھ گئی اور مسلمانوں کو مالی اور خوردنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ کفار ہر کام میں مسلمانوں سے عدم تعاون کر دیا تھا۔ اسلئے آنحضرت صلعم نے مسلمانوں

کو ظلم سے بچانے اور اسلام کو قائم رکھنے کے لئے حبشہ (موجودہ ابی سینیا) کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی رحم دل اور انصاف پسند تھا۔

ابن اسحاق نے مرقوم کیا ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نے ملک حبشہ میں جا کر اطمینان کر لیا۔ اور فراغت و اطمینان کے ساتھ اپنے دین کے احکام ادا کرنے لگے اور نجاشی شاہ حبشہ نے مسلمانوں کے ساتھ نیک سلوک کا برتاؤ کیا۔ تو کفار قریش کو اس بات کا سخت صدمہ ہوا۔ تو کفارانِ قریش نے باہمی مشورہ کرکے نجاشی کے پاس اس غرض سے وفد بھیجا کہ وہ اپنی حکومت سے مسلمانوں کو نکال دے۔ مگر ان کو کامیابی نہ ہوئی۔

مورخین کا بیان ہے سب سے پہلے ترک وطن حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ نے کیا۔ مکے سے نہایت پوشیدہ طور سے نکلے تاکہ کفار کو ان کے اس منصوبے کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ قدرتی امر ہے کہ بیٹی کا نامعلوم جگہ اور سفر کے خطرات کا سامنا کرنے کے باوجود حضرت خدیجہؓ نے خوشی خوشی اپنی بیٹی اور داماد کو رخصت کیا تاکہ دوسرے ملکوں میں بھی اشاعت اسلام ہو۔ اس طرح سے حضرت خدیجہؓ نے اپنی ثابت قدمی کا مزید ثبوت دیا۔

جب کفار مکہ حبشہ سے ناکام پھرے تو ان میں انتقام کا جذبہ

اور بھی بڑھ گیا۔ مشرکین نے مسلمانوں کو محصور کر لیا۔ اور اس طرح
سے ناقہ ہر طرف سے ناکہ بندی کردی تاکہ کوئی اشیاء خوردنی ان تک
نہ پہنچے۔ مختلف مورخین نے ان ایام کے حدیثوں کے حوالے سے
لکھا ہے کہ کافی عرصہ مسلمانوں نے درختوں کے پتے کھا کھا کر گذارہ
کیا حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران نے فرمایا کہ ایک رات
میرے پاس کچھ نہ تھا۔ مجھے ایک سوکھا ہوا چمڑا ملا۔ میں نے اسے
پانی میں دھویا پھر آگ پر بھونا اور پانی ملا کر کھا گیا۔

جب مسلمانوں کے بچے بھوک سے بلبلا کر روتے تو مشرکین
مکہ بہت خوش ہوتے۔ ایک اور روز کا واقعہ ہے کہ حکیم بن حزام
ایک غلام کے سر پر کچھ غلہ رکھے ہوئے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ
کے پاس جا رہے تھے۔ راستے میں غلام کو ابو جہل کو روکا اور کہا کہ
میں تمہیں بنو ہاشم کے پاس گیہوں نہ لے جانے دوں گا۔ اور سارے
مکہ میں تمہیں رسوا کروں گا۔ کہ تم برادری کے فیصلے کو توڑ رہے
ہو۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ابو الجزدی جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے
تھے۔ انہوں نے ابو جہل کو ٹوکا تم اس معاملے میں کیوں مزاحمت کر
رہے ہو۔ آخر وہ اپنی پھوپھی کے لئے ہی غلہ لے جا رہا ہے
آخر کار ہاتھا پائی ہوئی اسی اثنا میں حضرت حمزہؓ وہاں پہنچ گئے
ابو جہل فوراً کپڑے جھاڑ کر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر وہاں
سے چلا گیا۔

حضرت خدیجہؓ دنیا کی ان عورتوں اور مردوں میں سب سے پہلی خاتون تھیں جنھوں نے اسلام قبول کیا۔ انھوں نے اپنی باطنی فراست اور مالی طاقت کو اشاعت اسلام کے جہاد میں صرف کیا۔ مسلمانوں کی ہمت بڑھائی اور آنحضرت صلعم کے عمل وحی سے قبل ایک بے مثال بیوی کا مظاہرہ کیا۔ عمل وحی کے آغاز سے اپنی زندگی کے آخری سانس تک خالق کائنات سے وابستگی اور دین اسلام کی اشاعت میں پوری قوت سے حصہ لیا۔ خواتین اسلام کے لئے آپ نے یہ پیغام بقول شاعر چھوڑا ۔

یقین افراد کا سرمایۂ تعمیر ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے
تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا!
یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی!
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

خودی میں ڈوب جا غافل یہ سرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا
مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گذر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں میں
گلستاں راہ آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا
تیرے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

خواتینِ اسلام میدانِ عمل میں

مذہبِ اسلام میں جہاں تک مرد اور عورت کے اخلاقی درجہ اور مقام کا سوال ہے۔ اسلام نے دونوں کو مساوات کا درجہ عطا کیا ہے۔ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت ..... مومن ہو یا مومنہ دونوں کو ان کے عملِ صالح کا اجر دیا جائے گا۔ یعنی ان کے اعمال کے بدلے میں جو اجر ان کو ملیگا اس میں یہ امتیاز نہ ہوگا کہ وہ مرد ہے یا عورت اور اس لحاظ سے اس میں کم و بیشی نہ کی جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ انہیں اچھے کاموں کا اجر ضرور ملے گا۔ اور نیکیاں ہرگز ضائع نہیں ہوں گی۔

اسی طرح سے مال و دولت کے ورثہ کا استعمال اور مصارف پر دونوں کو بنیادی حقوق عطا کئے گئے ہیں۔ مردوں کو اپنے والدین ..... عزیز و اقربا کے چھوڑے ہوئے مال اور

جائداد میں سے حصہ ملے گا تو عورتوں کے لئے بھی یہ حق اسی طرح محفوظ کر دیا گیا۔ اور ان کو بھی یہ حصّہ ورثہ میں ملے گا۔

جس طرح مردوں کو ان کی کمائی کے خصوصی حصّہ پر حق ہے بالکل اسی طرح عورتوں کو ان کے کمائے ہوئے مال کے خصوصی حصّہ پر حق و اختیار حاصل ہے۔

لہذا مذہبی۔ اخلاقی معاشی اور معاشرتی میدانوں میں بھی اسے ایک ہی بلندی پر لا کھڑا کیا ہے۔ اس طرح سے اسلام نے عورت کا اس کی ذمہ داریوں کو سامنے رکھتے ہوئے اسکا مقام تعین کیا۔ بسا اوقات وہ لوگ جو قرآن اور حدیث کو بغور نہیں پڑھتے وہ مغرب کی خواتین کے چند حقوق کو دیکھ کر اسقدر دھوکا کھاتے ہیں کہ وہ ملمع کے نیچے اصلی دھات کو نہیں دیکھتے بلکہ ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھتے ہیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ جو حقوق اسلام نے یکدم ان کو عطا فرما دیئے وہ آج تک مغربی خواتین کو نصیب نہیں ہوئے۔ یورپ میں عورتوں نے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے ایجی ٹیشن کیا۔ تو ان کو ووٹنگ کا حق ملا۔ پھر پارلیمنٹ کی ممبر بننے کے بعد انکو حقوق ازدواجی میں کچھ رعایات ملیں۔ مگر وہ پچاس سال کی کوشش کے بعد بھی مسلم خواتین کے حقوق کی برابری حاصل نہیں کر سکیں۔ رومن کیتھولک مذہب کے ممالک مثلاً فرانس میں ابھی تک

تو عورت کو طلاق لینے کا حق ہے اور نہ ہی اسے اپنے ورثہ کی نگرانی کرنے کے حقوق حاصل ہیں۔ اگر تعلیم اور فن وحرفت میں حصہ لینے کے حقوق ان کو اب بیسویں صدی میں ملے ہیں تو اسلام نے آج سے چودہ سو برس پہلے دیدیئے تھے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! تعلیم کا حصول مرد اور عورت دونوں پر برابر لازم ہے۔ احادیث کے جمع کرنے میں خواتین اسلام نے بہت ہی نمایاں حصہ لیا اور اس طرح سے اشاعتِ اسلام مردوں اور عورتوں میں یکساں طور سے ہوتا رہا۔ ہم اس نایاب ذخیرہ میں سے چند مشتے از خروارے پیش کرتے ہیں۔ یہ احادیث مستند ہیں:

حضرت امّ عطیہؓ فرماتی ہیں "میں نے رسول اللہ صلعم کے ہمراہ سات غزوے کئے ہیں۔ میں سواریوں کے پیچھے رہا کرتی تھی ان کے واسطے کھانا تیار کرتی زخمیوں کی دوا اور مریضوں کی خدمت کیا کرتی۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "جب مکہ والوں نے بدر کے بعد اپنے قیدی چھڑانے کے واسطے مال روانہ کیا تو ابوالعاص کی رہائی کے واسطے حضرت زینب (دختر آنحضرت صلعم) نے بھی مال روانہ کیا۔ اس میں ان کے گلے کا ہار بھی تھا جو اپنے جہیز میں لے کر آئی تھیں۔ یہ ہار حضرت خدیجہؓ کا تھا۔ جب آنحضرت

صلعم نے اس کا ملاخطہ کیا تو آپؐ کو رنج ہوا۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا۔ "اگر تمہاری مرضی ہو تو اس کا تمام مال واپس کردیں۔ اور اس کے قیدی کو مفت رہا کر دیا جائے۔" لوگوں نے عرض کیا! "ٹھیک ہے۔"

آنحضرت صلعم نے ان کے خاوند (ابو العاص) سے یہ عہد لیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو مدینہ آنحضرت صلعم کے پاس آنے سے منع نہ کریگا۔ چنانچہ ابوالعاص نے زید ابن حارثؓ کے ہمراہ زینبؓ کو حضور کی بارگاہ میں بھیجدیا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: "آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں کوئی عورت اگر کسی (دشمن) کو امان دے۔ تو وہ قابل قبول ہے۔"

حضرت امہانیؓ بنت ابی طالب کا بیان ہے کہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں فتح مکہ کے سال حاضر ہوئی اور عرض کیا "یا رسول اللہ میرے بھائی حضرت علیؓ کا یہ خیال ہے کہ میرے پاس جو ابن امیرہ پناگیر ہے۔ اسکو قتل کردیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا مہانی جس کو تم نے امان دی ہے ہم نے بھی اس کو امان دی۔ تمہاری امان ہمیں منظور ہے۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تلبینہ (ایک قسم کا کھانا) مریض کے واسطے تسکین بخش ہے۔ اور

اس کے انکار کو دور کرتا ہے"

حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "کھجور نہایت نافع ہے صبح ہوتے ہی اس کا کھالینا تریاق کا اثر رکھتا ہے"

حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا "ایک ایک مہینہ ہوجاتا اور ہمارے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی اور پانی پر گزر ہوتا تھا۔ آنحضرت پر کبھی ایسے دو روز نہ گزرتے جن میں دونوں روز گیہوں کی روٹی میسر آئی ہو۔ بلکہ ان دونوں میں سے ایک روز ضرور کھجوروں پر گزرتا ہوتا۔ اور اسی طرح آنحضرت صلعم وفات پاگئے کبھی ہم نے پیٹ بھر کھجور اور پانی نہیں پیا، عائشہ رضہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضہ آنحضرت صلعم کے واسطے چھوڑی ہوئی روٹی ایک رکابی میں لائے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے کنارے سے کھاؤ وسط میں ہاتھ نہ ڈالو۔ کیونکہ برکت وسط میں نازل ہوتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ لالچ نہ کرو اور جو تمہارے سامنے کھانا آئے کھاؤ۔ نیز دوسروں کے سامنے کی چیز کو رغبت اور لالچ سے نہ دیکھو"

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ جب حضور کی کسی بیوی کو بخار آجاتا تو آپ حریرہ بنانے کا حکم فرماتے۔ جب حریرہ تیار ہوجاتا تو آپ اس کو کھانے کا حکم فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ یہ خوراک

غمگین کو سکون دینے والا اور قوت بخشنے والا ہے۔ بیمار کے دل سے تکلیف اور شعت کو ایسا دور کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی پانی سے اپنے چہرے کی میل کو صاف کر دیتا ہے،،

حضرت عائشہؓ نے حضرت ابی بردہؓ کو ایک پیوند لگی چادر اور موٹے کپڑے کا پاجامہ دیکھا کر فرمایا کہ آنحضرت صلعم وفات کے وقت یہی لباس پہنے تھے اور ان کے سہارے کا تکیہ چمڑہ کا تھا جس میں خربہ کے ریشے بھرے ہوئے تھے،،

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ،، آنحضرت صلعم نے ایک بلر تہہ بند کا ذکر کیا۔ اس پر میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلعم عورت کو کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ ایک بالشت رنصف ساق سے زیادہ نیچی کر سکتی ہے۔ میں نے عرض کیا اس صورت میں اسکی پنڈلی ظاہر ہوتی رہے گی۔ فرمایا ایک ہاتھ سے زیادہ نیچا نہ کرنا چاہیئے،،

حضرت بنانہؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنے میں ان کے پاس ایک لڑکی لائی گئی۔ اس کے پاؤں میں جھانجن پڑے ہوئے تھے جن سے آواز نکلتی تھی عائشہؓ نے فرمایا جب تک اس کے پاؤں کے جھانجن توڑے نہ جائیں۔ اسوقت تک میرے پاس نہ لانا۔ میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ جن مکانوں میں گھنٹیاں بجتی ہیں اس میں ملائکہ داخل نہیں

ہوتے"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "آنحضرت صلعم کی خدمت میں کچھ یہودیوں نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت ملی تو وہ لوگ اندر آئے اور کہا اسلام علیک آنحضرت صلعم نے اس کے جواب میں وعلیکم کہا عائشہؓ نے جواب میں کہا "وعلیکم اسام ولعنکم وغضب علیکم"۔ آنحضرت صلعم نے اس پر فرمایا "عائشہ خاموش رہو تم کو نرم کلامی کرنی لازم ہے۔ فحش اور سختی سے تم کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ جب یہودی چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ نے سنا بھی کہ ان لوگوں نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں سنا اور تم نے بھی سنا کہ میں نے انہیں پر ان کی بات لوٹا دی۔ ان کی خواہش تو قبول نہ ہوئی لیکن میری بات ان کے حق میں قبول ہو گئی۔

ایک دن ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ اپنی قوم میں شریر آدمی ہے۔ اس کو اجازت دیدو۔ جب وہ شخص بیٹھ گیا تو حضور اس کے ساتھ نہایت کشادہ روئی اور انبساط سے پیش آئے۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلعم آپؐ نے اس کے متعلق فلاں فلاں بات کہی تھی لیکن پھر آپؐ نے نہایت کشادہ جبی اور انبساط سے کام لیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ مجھ کو بداخلاقی کرتے کب دیکھا ہے؟ قیامت

کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریر وہ شخص ہوگا جس کے شر سے لوگ اس کو چھوڑ دیتے ہیں ۔،،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلعم کا گزر ابو بکرؓ کے گھر کے پاس سے ہوا ۔ اس وقت ابو بکرؓ اپنے کسی غلام کو لعنت کر رہے تھے ۔ حضور صلعم نے فرمایا رب کعبہ کے رب کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والا بھی ۔ ابو بکرؓ نے اسی روز اپنے غلام کو آزاد کر دیا پھر حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آئندہ یہ فعل نہ کروں گا ،،

حضرت ثوبانؓ فرماتی ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز بدل نہیں کر سکتی ۔ اور عمر دس زیاتی نیکی کے علاوہ کوئی چیز نہیں کرتی اور آدمی کو گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کیا جاتا ہے ۔،،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک اعرابی آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا ۔ کہ تم بچوں کو بوسے دیتے ہو لیکن ہم بچوں کو پیار نہیں کرتے حضور صلعم نے فرمایا اگر تیرے دل سے اللہ رحم اٹھا لے تو کیا میں اس کا مالک ہو سکتا ہوں ؟

ایک عورت دو بچوں والی آکر مجھ سے سوال کرنے لگی ۔ اس وقت میرے پاس اس کو دینے کے واسطے سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ تھا ۔ میں نے اسکو وہ کھجور دیدی ۔ اس عورت نے وہ

کھجور دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی۔ جب آنحضرت صلعم میرے ہاں آئے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا جس شخص کی لڑکیاں ہوں اسکو چاہیئے کہ ان کے ساتھ اچھے برتاؤ سے پیش آئے کیونکہ وہ اس کے واسطے آگ سے پردہ ہونگی۔"

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیطؓ نے فرمایا ہے کہ "رسول انور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو شخص عمدہ بات کہہ کر نیکی کے ساتھ دو شخصوں کے درمیان میں صلح کرائے وہ جھوٹا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلعم نے تین جھوٹوں کے علاوہ کسی جھوٹ کی اجازت نہیں دی۔ اول وہ جھوٹ جو لڑائی میں بولا جائے۔ دوئم وہ جو لوگوں کی اصلاح کے واسطے بولا جائے۔ یا مرد اپنی عورت سے یا عورت اپنے شوہر سے جھوٹ بولے"

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ اپنے کسی بھائی سے خفا ہو کر تین روز تک چھوڑے رکھے۔ اگر راستہ میں ملاقات ہو جائے۔ اور وہ اسکو تین مرتبہ سلام کہے لیکن یہ کسی سلام کا جواب نہ دے تو اسے گناہ ہوگا۔ اور اگر اس نے تین روز تک اس کو چھوڑ دیا نیز اس سے بات چیت نہ کی اور اسی حالت میں مر گیا تو دوزخ میں داخل ہوگا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رفیق ہے۔ نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ تم نرمی اختیار کرو۔ سختی سے پرہیز کرو۔ اور فحش سے بچو۔

جس شئے میں نرمی کی جاتی ہے اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جو چیز نرمی سے علیحدہ ہوتی ہے وہ عیب دار ہے۔

جس شخص کو نرمی کا کچھ حصہ دیا گیا ہو۔ سمجھ لو کہ اسکو دنیا اور آخرت دونوں کا حصہ حاصل ہوگیا اور جو نرمی کے حصہ سے محروم رہا۔ وہ دنیا اور آخرت کے حصہ سے محروم ہے۔ مومن اپنے حسن خلق کی وجہ سے شب بیدار اور روزہ دار کا درجہ حاصل کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم یہ دعا فرمایا کرتے تھے " اے اللہ جس طرح تو نے مجھے حسن صورت عطا فرمایا ہے اس طرح مجھے حسن سیرت بھی عطا فرما" نیز آنحضرت صلعم نے فرمایا "جن گھر والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا نفع پہنچانا چاہتا ہے ان کو تکلیف کے بعد نرم اخلاق عطا فرماتا ہے"

حضرت اسماءبنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ " رسول اللہ نے فرمایا وہ شخص نہایت برا ہے۔ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور تکبر کرے اور خدا ئے بزرگ و برتر کو بھول جائے۔ وہ بندہ قیامت میں برا ہے جو لوگوں پر اپنا غلبہ جتلائے اور جبار اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کو بھول جائے نیز قبروں کی یاد اسکو نہ رہے اور نہ اپنے فرسودہ ہونے کا اسے خیال رہے۔ وہ بندہ بہت برا ہے جو سرکشی اور

نافرمانی میں غرق رہے نیز ابتدا اور انتہا کی کوئی پرواہ نہ کرے۔ وہ بندہ بھی بہت برا ہے جو امورِ دین کے ساتھ دنیا کو بھی طلب کرے وہ بندہ بھی بہت برا ہے جو دین میں شبہات کے افعال کر کے خلل پیدا کرے وہ بندہ بھی بہت برا ہے جس کو طمع کھینچے اور جس کو نفس کی خواہش گمراہ کرے وہ بندہ بھی برا ہے وہ بندہ بھی برا ہے جس کو حرص ذلیل کرے۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "مجھ کو دوزخ کی یاد سے رونا آ گیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا "عائشہؓ کیوں روتی ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم دوزخ کو یاد کر کے رونا آ گیا۔ کیا آپ قیامت کے روز اپنے اہل کو یاد رکھیں گے؟ حضور صلعم نے فرمایا۔ عائشہؓ تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ اوّل اعمال تولتے وقت ہر شخص کو خیال ہو گا کہ دیکھو خدا جانے ترازو ہلکی ہوتی ہے یا بھاری؟ دوئم اعمال نامے ملتے وقت کیونکہ یہ خیال ہو گا کہ نہیں معلوم کتاب کون سے ہاتھ میں دی جائے گی۔ داہنے ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں۔ پشت کے پیچھے یا آگے سے! سوئم پل صراط پر گزرتے وقت جو کہ دوزخ پر رکھا ہو گا۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "ایک شخص آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلعم۔ میرے دو غلام ہیں جو میری نہایت نافرمانی کرتے ہیں۔ خیانت کرتے ہیں اور میرے سامنے جھوٹ بولتے ہیں۔ میں ان کو مارتا اور گالیاں دیتا ہوں۔ تو

قیامت کے دن میرے اور ان کے متعلق کیا شکل ہو گی؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا جب قیامت کا روز ہو گا تو ان کی خیانت۔ نافرمانی اور جھوٹ کا حساب کیا جائیگا۔ اگر تیرا سزا دینا ان کے قصوروں کے برابر ہوگا۔ تو نہ تجھ کو کوئی نقصان ہوگا نہ فائدہ۔ اور اگر ان کے قصوروں سے تیری سزا کم ہوئی تو تو فضیلت کا مستحق رہیگا۔ اگر تیری سزا ان کے قصور سے زیادہ ہوئی تو تجھ سے ان کو بدلہ دلایا جائے گا۔ کیا تو نے نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے۔ اور کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔ خواہ رائی کے دانے کے برابر کیوں نہ ہو؟ مگر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ہم اس کو حاضر کریں گے۔ ہم اس کے حساب کرنے کو کافی ہیں! اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم میں اپنے ان غلاموں کے واسطے سوائے جدائی کے اور کوئی صورت بہتر نہیں دیکھتا ہوں۔ لہذا میں آپؐ کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ سب کے سب آزاد ہیں!

عائشہؓ فرماتی ہیں، رسول اللہ صلعم نے کسی بیوی یا خادم کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ ہاں جب راہ خدا جہاد کرتے تھے اور حضور صلعم پر کوئی زیادتی کی جاتی تو آپؐ اپنے نفس کی خاطر اس کا بدلہ نہ لیتے تھے۔ ہاں اگر وہ چیز ممنوعات شرعیہ میں سے ہوتی اور اس کا ارتکاب کیا جاتا تو محض بوجہ اللہ اس کی سزا دیتے تھے۔"

رسول اللہ صلعم خود اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے۔ کپڑے سی لیتے تھے اور گھر کے اندر اسی طرح سے کام کیا کرتے تھے جس طرح تم لوگ گھروں کے اندر کام کرتے ہو۔ اپنی بکری کو دوہ لیتے تھے۔ اور اپنا کام خود کر لیتے تھے۔ میں نے رسول پاک صلعم سے سُنا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر نبی کو موت کی حالت میں دنیا اور آخرت میں سے ایک کو پسند کر لینے کا اختیار ہے۔ مرضِ موت میں حضور صلعم کی آواز گرگراہٹ پیدا ہوئی تو میں نے سنا کہ آپ فرمارہے تھے۔ "میں ان نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور نیک بندوں کی جماعت چاہتا ہوں جن پر تو نے اپنا فضل فرمایا۔" یہ سن کر میں سمجھ گئی کہ حضور اکرم صلعم کو اس وقت دنیا اور آخرت میں سے ایک چیز پسند کر لینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے نہ کوئی دینار چھوڑا۔ نہ درہم۔ نہ بکری۔ نہ اونٹ اور نہ کچھ وصیت فرمائی۔"

ان نہایت معتبر چند احادیث کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین کس طرح سے اپنے ملنے جلنے والوں کو نیک اور صحیح راستوں پر چلانے کیلئے کوشاں رہتی تھیں۔ اور ساتھ ہی خواتین کو اسلام کے دیئے ہوئے عورت کے مقام کو ذہن نشین کراتی تھیں کیونکہ مشرکین ہوں یا انصارا یا یہودی ان میں سے کسی کو یہ حقوق حاصل نہ تھے کہ دشمن کے کسی شخص کو ایک عورت امان دے دے تو اس امان کو قانونی حق تسلیم کیا جائے۔ ملازمین سے بدسلوکی۔ تعلیم و تربیت

کی طرف توجہ قناعت و سادہ زندگی۔ اور دیگر خانگی امور کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ساتھ ان کے میدانِ جنگ میں جانے اور زخمیوں کا ذکر کیا جاتا۔ یہ ہیں وہ امور جو ہماری بہنوں کو اپنی اپنی محفل میلاد۔ جلسوں۔ دعوتوں اور عام میل و ملاقات کے دوران ذکر و اذکار کرنا چاہئیے چنانچہ اس طرزِ عمل سے وہ اپنی بھولی بھٹکی بہنوں کو راہِ راست پر لا سکتی ہیں ÷

باب

اُمِ تمیمؓ زوجہ خالدؓ بن ولید قنسرین کے میدانِ جنگ میں

جب دمشق فتح ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہ نے اپنی فوج کو لشکر دن میں تقسیم کر کے تمام شمالی علاقے میں پھیلا دیا تاکہ شام کا شمالی علاقہ دشمن کی فوج اور اسکے اثرات سے پاک ہو جائے اسلامی فوجیں بہت ہی سرعت سے آگے بڑھیں اور بہت سے قلعجات کو انہوں نے فتح کر لیا۔ قنسرین قیصر ہرقل کا بہت اہم قلعہ تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ بھی باقی ماندہ فوج کو بطور ریزرو کے آگے بڑھاتے گئے تاکہ مناسب وقت اور مناسب مقام پر کسی بھی لشکر کو کمک روانہ کر سکیں۔ حتیٰ کہ آپ مقام شیزر میں پہنچے۔ وہاں کے عوام اور پادریوں نے اسلامی فوج کا استقبال کیا نیز صلح کی درخواست کی۔ جو کہ ابوعبیدہؓ نے قبول فرمائی۔ ان

لوگوں نے آپکو یہ بتایا کہ حاکم قنسرین نے قیصر ہرقل کو امداد کے لئے درخواست کی تھی اور ہرقل نے جبلہ بن ایہم الغسانی کو غسان اور قبیلہ منتصرہ سے دس ہزار عرب فوج دیکر بھیجا ہے۔ اور یہ ابھی فوج راستے میں ہے ان سے آپ ہوشیار رہیں۔ یہاں یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ حاکم قنسرین نے حضرت ابو عبیدہؓ سے دوستی اور صلح کا عہد نامہ کیا تھا۔ گو در حقیقت اس نے وقتی طور سے اپنے نفس کو دھوکا دیا تھا۔ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ جلد ہی قیصر روما سے اس کے لئے کمک آجائے گی اور پھر وہ مسلمانوں سے نبٹ لے گا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو مشورہ کے لئے بلا بھیجا۔ تاکہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ اسلامی لشکر حلب کی جانب سے بڑھکر انطاکیہ پر فوج کشی کرے۔ یا پہلے قنسرین کے حاکم کو اس بدعہدی کی سزا دی جائے خصوصاً قنسرین کے قلعے کو اپنے پیچھے دشمن کے قبضہ میں چھوڑ کر آگے پیشقدمی کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

حضرت خالدؓ بن الولید نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کے میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ قنسرین کا حاکم جو بطریق ہے آپ سے مکر و فریب کر رہا ہے تاکہ وہ قیصر روما سے کمک کے آنے پر یہ عہد نامہ توڑ کر ہم پر حملہ

کرنے کے قابل ہو جائے۔ لہذا ہمیں پہلے اس غدار حاکم سے حساب چکا لینا چاہیئے۔ اس مشورہ کی بنا پر حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے تمام لشکروں کو یکجا ہونے کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر کی تعداد چونکہ زیادہ تھی اس لئے کھانا پکانے کے لئے جلانے کی لکڑی کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی۔ حضرت عبیدہ رضؓ کو جب معلوم ہوا کہ لشکر کے بعض غلاموں نے زیتون کے درختوں کو ایندھن کے لیے کاٹا ہے تو آپ نے سختی سے اس کارروائی کو روکا اور حکم دیا کہ لوگ حفاظتی دستہ ہمراہ لیکر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لائیں اور پھل دار درختوں کو کسی صورت میں نقصان نہ پہنچایا جائے۔

واقدیؒ نے بیان کیا ہے کہ حفاظتی دستہ کا افسر سعیدؓ بن عامر تھا۔ جن کو ایندھن کی لکڑیاں کاٹنے بھیجا تھا۔ جب یہ لوگ کیمپ کو لوٹنے کے لیے جمع ہوئے تو سعیدؓ بن عامر کا غلام جس کا نام مہجع تھا وہ اور نو اور نفر غائب تھے۔ مہجع بہت بہادر اور جنگجو مجاہد تھا کئی جنگوں میں اُسنے کارِ نمایاں کئے تھے۔ سعیدؓ بن عامر اس کی تلاش میں نکلے تو انھوں نے مہجع کو بری حالت میں زخمی پایا۔ اس کا سر پھٹا ہوا تھا اور تمام جسم لہولہان تھا۔ سعیدؓ بن عامر نے اس کے منہ میں پانی ڈالا۔ اور جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے کہا کہ ہم دس

نفر دوسروں سے علیحدہ اچھی سوکھی لکڑی کی تلاش میں دور نکل گئے تھے۔ دفعتاً ایک ہزار کے گروہ نے ہمیں گھیر لیا۔ جو عیسائی عرب تھے انھوں نے سب پر حملہ کیا اور مجھے غالباً مردہ سمجھ کر وہیں چھوڑ گئے۔ اس کے بعد ہجیح نے کہا کہ وہ عرب قبیلہ غسان کے لوگ تھے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ غسان شہسواروں نے سعیدؓ بن عامر کو گھیر لیا۔ اور اسے گرفتار کر کے جبلہ بن الہم کے پاس لے گئے۔ جبلہ نے جب دیکھا کہ سعیدؓ اس کے مکر و فریب اور لالچ میں نہیں آیا تو اس نے ڈپلومیسی سے کام لیا اور اس سے کہا۔ چونکہ تم میرے ہم قوم یعنی حسان قبیلہ کے ہو حسان اور غسان ایک قوم ہیں لہٰذا میں تم کو رہا کرتا ہوں تاکہ تم جاکر اپنے قبیلہ والوں یعنی تمام انصاروں اور خصوصاً دوسرے عربوں کو بھی سمجھاؤ کہ سلامتی اسی میں ہے کہ آپ سب لوگ ہم سے معاہدہ کرلیں اور وطن کو واپس لوٹ جائیں۔

سعیدؓ بن عامر جب جبلہ سے رہائی پاکر اپنے کیمپ میں پہنچا تو اس نے سب حالات سے حضرت ابو عبیدہؓ کو مطلع کیا۔ ابو عبیدہؓ کو بہت رنج ہوا کہ قنسرین کے بطریق حاکم نے عہد نامہ فریب و دغا کی بنا پر کیا تھا۔ خالدؓ بن ولید نے امیر لشکر ابو عبیدہؓ سے عرض کیا کہ ہمیں حاکم قنسرین کو فریب و دھوکہ کی سزا دینی چاہیئے۔ لہٰذا یہ طے ہوا کہ خالد چند چیدہ

شہسواروں کے ہمراہ قنسرین کے حاکم پر ایسے وقت میں چھاپہ ماریں جب کہ وہ جبلہ بن الیہم کے استقبال کے لئے قنسرین سے باہر غسان کے پڑاؤ پر آرہا ہو۔ خالدؓ مع اپنے ہمراہیوں کے ایک جگہ رات کے وقت چھپ کر گھات میں حاکم قنسرین کا انتظار کرنے لگے۔

مجاہدوں نے صبح کی نماز پڑھی اور نماز کے بعد بارگاہِ الٰہی سے اپنے مشن کی کامیابی کے لئے دعا مانگ رہے تھے انھوں نے دیکھا کہ حاکم عموریہ اور غسانی لشکر کا دستہ دور سے ایک آہنی دیوار کی طرح آہستہ آہستہ آتا ہوا نظر آیا۔ اسی اثنا میں بطریق اور گورنر قنسرین بہت قریب دوسری جانب سے مع اپنے حفاظتی دستے کے آتا ہوا اچانک نہایت قریب دکھائی دیا۔ خالدؓ نے اپنے ساتھیوں سے بطریق قنسرین پر فوری حملہ کرنے کو کہا۔

مجاہدوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے قنسرین کے بطریق یعنی گورنر پر حملہ کیا۔ مجاہدوں اور قنسرین کے فوجی دستوں کے درمیان سخت لڑائی ہونے لگی۔ خالدؓ کوشاں تھے کہ کسی طرح سے بطریق قنسرین کو قتل کر دا دیں۔ مگر اس کے محافظین بہت جوانمردی سے اپنے حاکم کی حفاظت کرتے رہے۔ مگر خالدؓ، رافعؓ بن عمرؓ یعنی الطائی اور عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ نے بطریق قنسرین

کے قریب پہنچ گئے۔ اور خالدؓ نے دشمنوں کو مارتے کاٹتے ہوئے
آخر کار بطریق پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا

عین اسوقت جبکہ معرکۂ جنگ ہو رہا تھا۔ جبلہ بن الیہم الغسانی
بطریق قنسرین کی مدد کو پہنچ گیا۔ اس نے خالدؓ کے ساتھی مجاہدوں
کو گھیرے میں لے لیا۔ اور اب جنگ نے بہت خوفناک حالت اختیار
کر لی۔ عبدالرحمنؓ نے چند مجاہدوں کو لے کر خود تو جبلہ بن الیہم پر حملہ
کیا اور دوسرے مجاہدوں کو خالدؓ کی حمایت اور حفاظت کے لئے
چھوڑ دیا۔

اب مسلمان بہت خطرناک حالت میں تھے۔ مورخ واقدیؒ
نے ابی مسلم کی طرف سے روایت لکھی ہے کہ ابھی صبح کاذب تھی
اور ہم نماز تہجد سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت ابو عبیدہؓ اپنے خیمے
سے نکلے اور النفیر۔ النفیر پکارنے لگے۔ چند لمحوں میں جب مسلمان
ان کے گرد جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ
جب میں تہجد کے بعد غنودگی میں تھا تو رسول اللہ نے مجھے بری
طرح سے ڈانٹا اور فرمایا ہے کہ: تم نے خالدؓ کو نہایت ہی
خطرناک مہم پر نہایت ناکافی مددگاروں کے ساتھ بھیجا ہے۔
لہٰذا تم فوراً خالدؓ کی مدد پر روانہ ہو جاؤ۔"

لہٰذا تم فوراً جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مجاہدین فوراً اپنے
اپنے خیموں کی طرف دوڑے اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار

ہو کر حضرت ابو عبیدہ رضؓ کی قیادت میں گھوڑوں کو گیلپ (تیزی سے دوڑاتے ہوئے) سے دشمن کی طرف بڑھے۔ جب مجاہدوں کا دستہ جا رہا تھا تو مخبر ہونے پر حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے دیکھا کہ ایک شہسوار مع ایک چھوٹے سے دستے کے ان کے آگے کافی فاصلے پر آگے آگے اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا چلا جا رہا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے ایک شہسوار کو حکم دیا کہ وہ برق رفتاری سے آگے بڑھ کر اس سوار کو روک کر کہے کہ وہ باقی دستے میں شامل ہو کر دشمن کی جانب پیشقدمی کرے اور بلاوجہ جذباتی رو میں بہہ کر آگے آگے اکیلا نہ جائے نیز اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالے۔ وہ سوار آگے بڑھا اور اس شہسوار کو اسنے روکا جب ابو عبیدہ رضؓ آگے بڑھ کر اس شہسوار کے پاس پہنچے تو انھوں نے پہچانا کہ وہ ام رضؓ تمیم زوجہ خالدؓ بن ولید ہیں۔

چلتے چلتے ابو عبیدہ رضؓ نے ام تمیم رضؓ سے پوچھا کہ " اس عجابت کی وجہ کیا ہے؟" تو ام تمیم رضؓ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا شوہر سخت خطرے میں ہے میں نے جب ادھر ادھر دیکھا تو خالد رضؓ اس کلاہ کو عجلت کی وجہ سے خود کے نیچے پہننا بھول گئے ہیں جسمیں انھوں نے حضرت صلعم کے گیسوئے مبارک پیوست کئے ہوئے تھے۔ میرے علم

یہیں یہ بات ہے کہ گو کئی بار خالدؓ کے خود کو دشمن کی تلوار نے
کاٹ دیا مگر اس کلاہ کی وجہ سے وہ ہمیشہ محفوظ رہے۔ میں نے
چونکہ خواب میں یہ دیکھا کہ خالدؓ گھیرے میں ہیں اور یہ کلاہ
یہاں ہے لہٰذا میں عجلت میں ہوں کہ یہ کلاہ ان تک پہنچا دوں۔
کیونکہ جب کلاہ ان کے سر پر ہوگا تو دشمن ان کو مغلوب نہیں کر سکتا۔
اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ

ام تمیمؓ تم ضرور نہایت تیز رفتاری سے چلو۔ میں ایک
دستہ کو ساتھ لے کر تمہارے ہمراہ چلتا ہوں باقی لشکر مقررہ
رفتار سے پیشقدمی کرے گا تاکہ میدان جنگ میں تھکی ماندی
حالت میں نہ پہنچے کیونکہ وہاں پہنچکر انہیں دشمن سے زور آزمائی
کرنا ہے۔ باقی خواتین جو میرے پیچھے آرہی ہیں وہ ان مجاہدوں
کی بہنیں یا بیویاں ہیں جو کہ دشمن کے نرغے میں اس وقت ہیں

رافعؓ بن عمیرۃ الطائیؒ کا بیان مورخ واقدیؒ نے لکھا ہے کہ دشمن
نے ہم پر بہت جوش سے حملہ کیا۔ مجاہدین سمجھ چکے تھے کہ ہم سب
جام شہادت پئیں گے۔ کیونکہ دشمن ان سے دو سو گنا زیادہ تھا۔
یہ سوچ رہے تھے کہ ہم نے تہلیل اور تکبیر کی آواز سنی اور دو ٹولیاں
خاک کے غبار میں سے نمودار ہوئیں۔ اور دونوں ایک ساتھ الجھ گئیں۔
بعد میں ہم کو پتہ چلا کہ ان میں سے ایک جماعت عورتوں کی تھی جس
کی سردار ام تمیمؓ تھیں اور باز کی طرح سے اڑتی چلی آرہی تھیں۔

اوران کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور یہ عورتوں کا شہسوار دستہ دشمن کو چیرتا پھاڑتا اس مقام پر آ پہنچا جہاں خالدؓ دشمن کے گھیرے میں تھے۔ گو زخموں سے خون بہنے سے ان کی زرہ سرخ ہو رہی تھی لیکن وہ دشمنوں پر بجلی بن کر بار بار گرتے تھے اور دشمنوں کا خاتمہ کرتے چلے جاتے تھے۔ اتنے میں یہ مجاہدین کا دستہ (خواتین) خالدؓ تک پہنچ گیا اور انھیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ خالدؓ نے پکارا کہ تم کون ہو۔ ام تمیمؓ نے آگے بڑھ کر خالدؓ سے کہا!

"لو میں تمہارا کلاہ لے کر آئی ہوں۔ اسے پہن لو۔"

خالدؓ نے فوراً کلاہ لے کر پہن لیا اور خواتین سے کہا کہ تم حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس جاکر محفوظ دستے کے ساتھ مل جاؤ۔ ہم سب جلد مل جائیں گے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی جب باقی ماندہ فوج پہنچ گئی تو انھوں نے دشمن پر شدت سے جوابی حملہ کیا اور سب دستے وہاں پہنچ گئے جہاں خالدؓ اپنے ہمراہیوں کے گھیرے میں تھے۔

دشمنوں نے جب مسلمانوں کی کمک اور اُن کے شدید حملے کا مزا چکھا تو وہ بھاگ نکلے۔ ان میں سے بہت سے مارے گئے اور بہت سی قیدی بنا لیے گئے۔ دشمن بھاگتا ہوا جب قنسرین کے قریب پہنچا تو شہر والے اس شکست خوردہ فوج کو دیکھ کر ہمت

ہار گئے۔ انھوں نے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور صلح کی درخواست کی۔

اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان ایام میں گو خواتین اسلام مردوں کے شانہ بہ شانہ خطرات کا مقابلہ کرتی تھیں۔ مگر پھر بھی ان کو صرف اس وقت خطرناک اور جان جوکھوں کے مقابلے میں ڈالا جاتا تھا جب حالات مجبور کر دیتے تھے۔ ورنہ وہ ایک محفوظ دستہ کے مانند امیر لشکر کے دوسرے محفوظ دستہ کے ساتھ رہتی تھیں۔ گو وہ شمشیر زنی میں ماہر، تیر اندازی اور شہسواری میں اعلیٰ مہارت رکھتی تھیں مگر عموماً ان کو زخمیوں کی تیمارداری۔ مرہم پٹی وغیرہ جیسے کاموں پر معمور کیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ بچوں کی نگرانی۔ کھانا پکانا اور دوسرا امورِ خانہ داری خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت جسمیں عسکری تعلیم مثلاً شہسواری، شمشیر زنی، تیر اندازی وغیرہ ان کے ذمے تھی۔

یہ ہیں وہ روایات جنھیں ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی مشعل راہ بنانا چاہیے۔ گو خانہ داری ان کا اولین فرض ہے مگر دین اور اپنے ملک کی حفاظت میں وہ اپنے مردوں کی طرح سے برابر کی ذمہ دار ہیں۔ ورنہ جذبہ جہاد اور عسکری قابلیت میں ان کا کوئی مقام نہ ہوتا۔

اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خواتین کو جذبہ جہاد کے ساتھ ساتھ اپنے عزیز و اقارب۔ شوہروں اور بھائیوں وغیرہ سے کسقدر انس تھا۔ یہ وہ جذبہ الفت تھا جس نے اسلامی خواتین کو دوسرے مذاہب کی خواتین پر فوقیت دی تھی۔ مثلاً۔

قنسرین کی فتح کے بعد جب اسلامی لشکر بعلبک میں پہنچا تو وہاں کی عورتیں گو وہ عرب النسل تھیں مگر مذہبی اثرات نے ان کو اسقدر گرا دیا تھا کہ وہ صرف آہ بکا ہی کرنا جانتی تھیں۔ ان کے رونے دھونے کا اثر ان کے عزیزوں پر ہوا جو قیصر روما کے سپاہی اور افسر تھے۔ لہٰذا انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور امان کی درخواست ابوعبیدہ رضؓ سے کی۔ یہ بات یاد رہے کہ بعلبک کا قلعہ ان ایام میں تو کیا چند صدیاں بعد تک نہایت ہی مضبوط ہونے کی وجہ سے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔

قلعہ ہو یا مورچہ وہ اسی وقت تک ناقابلِ تسخیر ہے جب تک اس کی حفاظت آہنی ارادہ والے عوام کے ہاتھ میں ہو۔ اس بیان کی دلیل میں ہم آپ کو یرموک کے میدان کی طرف لے چلتے ہیں جہاں قیصر ہرقل کیا چاہتا تھا اور آخر کار کیا ہو گیا!!

اس موت کے آگے اے اکبرؔ مشغولیِ دنیا کچھ بھی نہیں
سب کچھ ہم سمجھتے تھے ابھی دم بھر میں جو دیکھا کچھ بھی نہیں
تدبیر کی کوئی حد نہ رہی اور بالا آخر کہنا ہی پڑا
اللہ کی مرضی سب کچھ ہے بندے کی تمنا کچھ بھی نہیں

باب

پینا وہ ہے کہ مبنی ہو اوج معرفت پر
جینا وہ ہے کہ جو ہو امید آخرت پر — اکبر الہ آبادی

خواتینِ اسلام یرموک کے میدانِ جنگ میں

قیصر روما ہرقل نے جب یہ دیکھا کہ باوجود کثرت افواج جدید ہتھیاروں اور لاانتہا دولت کے عرب کے بھوکے ننگے مسلمانوں نے اسے شام کے علاقے میں بار بار شکستیں دی ہیں تو اس نے اپنے سرداروں کو مشورہ کے لئے طلب کیا ہرقل نے اپنے جرنیلوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ

"روما کی فوج نے آج تک شکست کا منہ نہ دیکھا تھا۔ آپ سب جنگجو اور جنگ آزمودہ بہادر ہیں۔ فن حرب اور دانائی سیاست کے ماہر ہیں۔ آپ نے جسقدر فوج مانگی نیز جب اور جس مقام پر آپ نے طلب کی پہنچائی۔ دشمن کو لالچ دے کر خریدنے کے لئے میں نے سونے کی اشرفیوں کے

ڈھیر آپ کے سامنے لگا دیئے پھر کیا وجہ ہے کہ ان عربوں سے جو ابھی تک ہمارے نمک خوار تھے۔ ہماری نوازشوں کے طلبگار تھے اب وہ ہم پر حملہ آور ہی نہیں ہوئے ہیں بلکہ ہم کو سیاسی میدان اور میدان جنگ ہر جگہ پر شکست فاش دے رہے ہیں آپ نے ان مسلم عربوں کو قریب سے دیکھا ہے لہٰذا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان کی فتحیابی کی وجہ کیا ہے؟"

سب سردار بطریق (روما کی حکومت میں جنگجو پادریوں کو بطریق کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اور انہیں بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا جاتا تھا) اور جرنیل دیر تک خاموش رہے ان کی گردنیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں۔ آخر کار ایک بوڑھے جنگ آزمودہ جرنیل نے اس سکوت کو یوں توڑا۔

"ظل الٰہی آپ کی فوج بہت طاقتور ہے اور عرصے سے فاتح رہی ہے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے مقابل کے سالار اور لشکری اسی کمزوری کا شکار تھے جو کہ ہماری فوج میں ہے۔ مثلاً روما کے سپاہی بہادر ہیں۔ فن حرب میں ماہر ہیں مگر وہ ظالم ہیں۔ عیاش ہیں۔ شراب پینے کے عادی ہیں دوسروں کا مال غصب کرنے سے نہیں ڈرتے۔ خدا کا خوف ان کے دل میں نہیں رہا۔ اور نہ ہی وہ عبادت کرتے ہیں۔ وہ گناہوں کی دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ اس لیے عوام کی ہمدردی ان کے

ساتھ رتہ بھر نہیں رہی ہے۔ اس کے برعکس میں نے مسلمانوں کی نتحیابی کی وجہ معلوم کرنے کی غرض سے بھیس بدل کر ان کے کیمپ میں رہا۔ مسلم فوجی سالار اور سپاہی ایک ہی معیار پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ سالار اور سپاہی کا پتہ صرف میدان جنگ کی سالاری کے وقت۔ نماز کی ادائیگی کے وقت یا پھر سیاسی حالات کے بحث کے وقت ہوتا ہے۔ یہ لوگ رات بھر عبادت کرتے ہیں۔ سادی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی خواتین بہادر اور نیک ہیں۔ وہ اپنے شوہروں کا۔ بھائیوں کا اور والدین کا ہر معاملہ میں ہاتھ بٹاتی ہیں۔ مسلم لشکری کسی پر ظلم یا عورتوں کی پردہ دری نہیں کرتے۔ وہ لوگ رعایا سے سامان خریدتے ہیں جبراً مفت وصول نہیں کرتے۔ وہ شراب نہیں پیتے۔ زنا سے قطعاً پرہیز کرتے ہیں۔ وہ عہد کے پابند ہیں جھوٹ نہیں بولتے دغا نہیں کرتے مگر میں نے یہ چند خوبیاں نشئے ارخورارے اس غرض سے بیان کی ہیں تاکہ میں اپنے نوجوان بھائیوں کو صحیح راستے کی طرف لاسکوں۔"

اس ولولہ خیز تقریر کے بعد سب سے بڑا البطریق اپنے ہاتھ میں بائیبل لیکر اٹھا اور اس کے ساتھ سب نے ملکر قسم کھائی کہ وہ اپنی جان قربان کردیں گے اور صرف اس وقت دم لیں گے جب کہ وہ مسلمانوں کو صرف روما کی مقدس سرزمین سے نہ نکال دیا۔

بلکہ مدینہ پر حملہ آور ہو کر اسلام کا نام تک مٹا دیں گے۔

ہرقل بہت خوش ہوا کہ وہ اپنی سیاسی چال میں کامیاب ہو گیا اب اس نے دفاعی منصوبہ بنایا۔ کہ دشمن کو پہلے اپنے قلعہ جات میں روکے اور ساتھ ہی ایسا جال پھیلائے کہ وہاں کے بچے کھچے مسلم سپاہی اپنے وطن کو نہ لوٹ سکیں پھر اس کے بعد مدینہ پر یورش کی جائے۔ نقشہ سے ظاہر ہوگا کہ ہرقل کا دفاعی منصوبہ کسقدر صائب اور کارگر تھا۔

ابو عبیدہؓ کے جاسوسوں نے جب دشمن کی تیاریوں کی خبر دی تو آپ نے حسب معمول اپنے تمام لشکریوں کو جمع کیا تاکہ سب کے مشوروں سے وہ مستفید ہو سکیں۔ مختلف سالاروں کی مختلف رائیں تھیں مگر خالدؓ سب کی پرجوش تقریریں سنتے رہے اور خاموش تھے۔ آخرکار حضرت ابو عبیدہؓ نے خالدؓ سے کہا کہ

"اباسلیمان تم کیوں خاموش ہو؟ میں تمہاری رائے سننے کا مشتاق ہوں۔ ان تمام مشوروں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔"؟

خالدؓ نے فرمایا۔ "اگرچہ میں اس مشورہ کے خلاف ہوں مگر عامۃ المسلمین کی یہی رائے ہے کہ ہم دمشق ٹھہر کر آخری دم تک لڑیں اور آپ بھی اسے پسند کرتے ہیں۔ آپ امین الوقت اور امیر لشکر ہیں۔ لہذا مسلمانوں کی اسی میں بہتری ہو گی۔

آپ اسی پر عمل کیجئے۔"

جب ابو عبیدہؓ نے خالدؓ سے اصرار سے پوچھا تو آپ نے اس مشورے کی خرابیاں بیان کیں اور آخر میں یہ کہا کہ اس پر عمل کرنے سے ہم دشمن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن جائیں گے۔ نیز ہم حدیثی اصولِ جنگ کی خلاف ورزی کریں گے۔ اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے خالدؓ سے دفاعی نظریہ کی بنا پر خلوت میں دفاعی منصوبہ طے کیا اُن تمام شہروں کے عوام کو جن سے معاہدہ کی بنا پر فدیہ کی رقم لی تھی۔ وہ انہیں اس بنا پر واپس کر دی گئی کیونکہ اس وقت اسلامی لشکران کی حفاظت کا ضامن نہ بن سکتا تھا۔ دمشق کے عوام نے بہت اصرار سے روپیہ نہ لینے کے لئے التجا کی مگر حضرت ابو عبیدؓ نے یہ کہکر ان کی درخواست رد کر دی کہ مسلمان وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔

خالدؓ نے ابو عبیدہؓ سے عرض کیا کہ ہرقل نے سمندر اور خشکی کے راستے فوجیں بھیجنے کا منصوبہ بنا کر اس پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں لازمی ہے کہ ہم اپنے منصوبے کو نہایت ہی پابندی سے صیغہ راز میں رکھیں تاکہ دشمن کو ہمارے صحیح ارادوں کا پتہ نہ چلے دشمن نے تمام بڑی بڑی سڑکوں کے چوراہوں پر چوکیاں بٹھادی ہیں تاکہ ہماری نقل و حرکت کو دیکھتے رہیں۔ خالدؓ نے تجویز کیا کہ پہلی بار ہم نقلی کوچ کریں اور مشہور کریں کہ ہم عربستان کو واپس

لوٹ رہے ہیں۔ چنانچہ خالدؓ ایک ہزار چیدہ شاہسواروں کے ساتھ رات کو چل پڑے اور ایسا راستہ اختیار کیا جہاں درختوں کے سوکھے پتے گرے ہوئے تھے۔

رومیوں نے کوچ کرنے اور پتوں کی کھڑکھڑاہٹ سنکر سمجھا کہ عرب واقعی رات کو بھاگ رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے خالدؓ کی فوج پر حملہ کیا مگر وہ خود خالدؓ کی فوج کا شکار بن گئے۔ جب اسلامی لشکر نے دوسری رات اپنے کیمپ کو چھوڑا تو اس دفعہ رومیوں نے یہی تصور کیا کہ عرب پھر ان کو دھوکا دے رہے ہیں لہٰذا اسلامی فوج بچکر نکل گئی اور ایسے نامعلوم پگڈنڈیوں سے گذری کہ رومیوں کی چوکیوں کو ان کی نقل وحرکت کی خبر نہ ہوئی۔ اور اس طرح سے ابو عبیدہ کا اسلامی لشکر بلا کسی مزاحمت کے اذرعات کو پس پشت چھوڑتا ہوا دریائے یرموک کی وادی میں داخل ہو گیا اور خالدؓ اپنے منصوبے کے تحت دوسرے راستے سے مختلف شہروں کو تاراج کرتے ہوئے حضرت ابو عبیدہؓ سے مع بے شمار مال غنیمت کے پہنچ گئے رومی حیران تھے کہ اسلامی لشکر کہاں جارہا ہے یہ کیا کر رہے ہیں اور کیوں ؟ ۔ یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے خالدؓ سے فرما دیا تھا کہ اس جنگ کے خاتمے تک میں تمہارے تابع رہوں گا تاکہ تم اپنے وناعی

منصوبے پر کسی شک شبہ کے عمل کر سکو۔

خالدؓ نے ایک بلند پہاڑی ٹیلے پر عورتوں اور بچوں کا کمپ تجویز کیا تاکہ وہاں سے خواتین رومیوں کے شاہسواروں کے حملے سے مامون رہیں اور بلندی کی وجہ سے دشمنوں پر تاک تاک کر لمبے فاصلے پر تیر برسا سکیں۔ ہرقل کو جب اسلامی فوج کے پنجے سے نکلکر یرموک کی وادی میں پہنچ جانے اور بہت بڑی مقدار میں غلہ اور مویشیوں کے بطور مال غنیمت لے جانے کی خبر ملی تو اس نے اپنے بڑے سپہ سالار باہان کو سرزنش اور ملامت کی اور سب سالاروں کو حکم دیا کہ جلد از جلد یرموک پہنچ جاویں۔

خالدؓ نے تمام خواتین جن میں عفیرؓ بنت عفا۔ ام ابانؓ بنت عقبہؓ بن ربیعہ۔ خولہؓ بنت الازور۔ مزرعہؓ بنت عملوقؓ سلمیٰ بنت زوارع بن عروہؓ۔ لبنیٰؓ بنت سوار۔ سلمیٰ بنت النعمانؓ اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ زوجہ زبیرؓ العوام اور ان کے علاوہ دیگر خواتین تھیں جن کی شجاعت اور پیشقدمی لڑنے والوں میں مشہور تھی یوں مخاطب کیا۔

"اے اولاد و تبالعیہ بقیہ عمالقہ اور سرداران کا سرہ! تم نے اسلام کی وہ خدمت کی ہے جس سے خدا۔ اس کے رسولؐ اور مسلمانوں وراضی کیا ہے۔ اسی وجہ سے تمہارا ذکر عزت و احترام سے کیا جاتا

ہے۔ اور بہشت کے دروازے تمہارے واسطے کھول دیئے گئے ہیں اور تمہارے دشمنوں کے لئے دوزخ کی آگ روشن کردی گئی ہے۔ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ پر اس بات کا اعتماد ہے کہ اگر رومیوں کے لشکر نے آپ پر حملہ کیا تو ان کا منہ توڑ جواب دوگی اور اگر مسلمانوں میں کمزوری پاؤگی تو اُن کو غیرت دلاؤگی۔ ہاں میں تم کو یہ بھی تبلانا چاہتا ہوں کہ غالباً مجھے دفاعی منصوبے کے بموجب پیچھے اس غرض سے ہٹنا پڑے گا کہ انہیں ایسی جگہ لاؤں کہ وہ بچ کر نہ جاسکے۔ اس کی اطلاع میں مناسب وقت پر دونگا۔ یہ دفاعی چال مشکل اور خطرناک ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے وقت میں تم حوصلے بلند رکھوگی اور آزمائش میں پوری اترو گی۔ میں نے خولہ بنت الازور کو آپ کا سالار مقرر کیا ہے خدا حافظ و ناصر۔"

لڑائی دو دن تک بہت ہی جوش و خروش سے ہوتی رہی۔ تیسرے دن کا معرکہ بہت ہی سخت تھا۔ کچھ رومیوں کے ذمے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلامی لشکروں کو مارتے ہوئے پیچھے ہٹاتے چلے آئے اور عورتوں کے کیمپ کے قریب آگئے۔ رومیوں کا خیال تھا کہ اب عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اسلامی لشکر میں ہل چل مچ جائے گی اور ان کو اپنی فتح کا یقین ہوگیا۔ مگر خواتین اسلام نے جم کر ایسے تیر برسائے

اور جو رومی زد میں آئے ان پر بھالے پھینک کر ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عورتوں کی اس دلیری اور بہادری نے رومیوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ اُدھر خالدؓ نے اپنے دفاعی منصوبے کے بموجب رومیوں پر ہر پہلو سے شدید حملہ کر دیا اب رومی ہٹ رہے تھے۔ اور مسلمان اُن کا قتل عام کر رہے تھے حتیٰ کہ رات کے اندھیرے نے دونوں فوجوں کو جدا کر دیا۔ ماہان سمجھ گیا کہ یہ خالدؓ کی دفاعی چالاکی تھی وہ پیچھے ہٹ رہا تھا لہٰذا اس نے اپنے سالاروں اور فوجوں کو پھر آراستہ کرنے کا حکم دیدیا تھا اس لئے رومی فوج شکست فاش سے بچ گئی۔ مگر دونوں فوجیں ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں لہٰذا یہ امر لازم تھا کہ حفاظتی دستے مسلسل گشت کرتے رہیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور محفوظ دستے کے ساتھ گشت کرنے لگے تاکہ مجاہد جو دن بھر لڑتے رہے ہیں آرام کر لیں۔ مرہم پٹی کر سکیں اور کھانا کھا لیں۔ اس کام میں عورتوں نے بہت نمایاں حصہ لیا۔ انھوں نے کھانا مہیا کیا۔ مرہم پٹی کی اور اس کے بعد مردوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ حفاظتی دستوں کے ساتھ گشت لگاتی رہیں تاکہ مجاہدین رات کے وقت زیادہ سے زیادہ آرام لے سکیں اور دوسرے دن کی لڑائی کیلئے تازہ دم ہو جائیں۔

رومی سپہ سالار باہان نے نہایت عقلمندی سے پہلے اپنی فوجوں کو رات کے وقت پیچھے ہٹا لیا۔ اور صرف چند دستے حفاظت کے لئے میدانِ جنگ میں چھوڑ دیئے تاکہ مسلم لشکریوں کو ان کے منصوبے کا پتہ نہ چلے۔

چوتھے اور پانچویں دن رومی لشکر اپنے کیمپ سے آگے نہ بڑھے اور معمولی جھڑپوں کے سوا کوئی بڑے معرکے کی لڑائی نہ لڑی گئی۔ خالدؓ غیر معمولی قابلیت کا جرنیل تھا۔ اسنے صحیح اندازہ لگایا کہ دشمن کو بھاری جانی نقصان ہوا ہے اور ان لشکروں کی آمد کا منتظر ہے جو اس کی کمک کے لئے آ رہے ہیں۔ خالدؓ نے فوراً چند لشکر مشہور سالاروں کے تحت مختلف مقامات پر بھیجدیئے تاکہ وہ اُن رومی لشکروں پر جو راستے میں ہیں اور بغیر کسی احتیاط کے سفر کر رہے تھے جیساکہ عام طور پر امن کے زمانے میں افواج نقل وحرکت کرتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کو ان حملوں سے بہت سا رسد و چارہ اور خوراک کے جانور بھی مل گئے۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے امدادِ غیبی

مسلمانوں کے حملوں کے خوف سے حمص کا نہایت مالدار تاجر ابو الجنید وطن کو ترک کر کے وادی یرموک میں مقیم ہوگیا تھا۔

قیصر کے حکم سے اس نے بطریق نطور جو کہ تقریباً ۵۰ ہزار فوج بطور کمک لا رہا تھا۔ ابو الجنید کا مہمان ہوا۔ ضیافت کے بعد نطور اور اس کے لشکریوں نے شراب سے مخمور ہو کر عورتوں کی بے حرمتی کی۔ اور ابو الجنید کے لڑکے کو اس بنا پر قتل کر دیا کہ اس نے نطور کو اس کی بدفعلیوں پر لعنت و ملامت کی تھی۔ ابو الجنید رات کو بھاگ کر خالدؓ کے کمپ میں پہنچا اور اسے حالات سے آگاہ کیا۔ خالدؓ نے ضرارؓ کو ایک ہزار لشکر کے ساتھ بھیجا تاکہ نطور کے لشکریوں پر شبخون مارے۔ نطور مارا گیا اور اس کے لشکری یا تو مارے گئے یا بھاگ گئے اور ضرار مع بڑی مقدار مال غنیمت کے لشکر میں لوٹ آیا۔

ابو الجنیدؓ نے خالدؓ کو ایک اور تجویز پیش کی جس کی مدد سے اسلامی لشکر رومیوں کو بہت عظیم نقصان پہنچا سکتا تھا۔ خالدؓ نے ضرارؓ۔ عیاضؓ غنم اور رافع بن عمیرہ کو خفیہ طور سے ابو الجنیدؓ کے بیان کی تصدیق کے لئے بھیجا۔ انھوں نے خالدؓ سے ابو الجنیدؓ کے بیان کی تصدیق کی۔ خالدؓ کے لئے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اس ان کے تحت صرف چالیس ہزار مجاہدین تھے اور رومیوں کا لشکر ڈیڑھ لاکھ سے زائد تھا۔ نیز اسے برابر کمک مل رہی تھی اور چند بڑے لشکروں کے جلد اس سے مل جانے کی امید تھی۔ بہر حال منصوبہ گو پر خطر تھا مگر اس کے نتائج

اسلامی لشکر کے لئے بہت دور رس اور فائدہ مند تھے۔

چنانچہ پانچویں دن کی رات کو رومی کیمپ پر شبخون مارا گیا۔ اس کے جوابی حملے کے لئے رومی لشکر فوراً میدان جنگ میں آ گئے۔ مسلم سپاہی دریائے واقوصہ کے کنارے کی طرف ہٹے۔ وہاں پہنچکر مسلم سپاہی تو دائیں طرف خشک نالے میں ہو کر دریا پار کر گئے اور مسلمانوں کی دوسری جماعت نے جو پہلے سے دریا کے پار مقیم تھی انھوں نے کئی جگہ لکڑیاں جلا کر روشنی کی تاکہ یہ معلوم ہو کہ دریا کے پار اس مقام پر ہونا چاہیئے اور کچھ دریا کے پار سواروں نے گھوڑوں کو پانی میں چلا کر یہ ظاہر کیا کہ مسلم جانباز اسی مقام سے پار ہو گئے۔ رومیوں نے بلا دھڑک اپنے گھوڑے پانی میں ڈال دیئے اور پیدل فوج جو پیچھے آ رہی تھی ندی میں داخل ہو گئی۔ جب اگلے رومیوں نے ڈوبتے وقت شور مچایا تو ان کے ساتھیوں نے یہ سمجھا کہ وہ مزید مدد مانگ رہے ہیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ

"دریائے واقوصہ یا قوصہ یا ناقوصہ بن گیا کیونکہ ہزارہا رومی دریا کی گہرائی اور لہروں کی نذر ہو گئے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ خالدؓ نے اس خیال سے کہ کہیں رومی لشکر غضبناک ہو کر اسلامی کیمپ پر حملہ نہ کر دے لہٰذا دریا کے پار کا کام زیادہ تر

خواتین کے ذمے کیا گیا تھا جنہوں نے جگہ جگہ آگ روشن کی۔ ڈھول بجائے شور و غوغا کیا جس سے معلوم ہوا کہ شبخون مارنے والے بیحد خوف زدہ ہیں اور تیزی سے بھاگنے کی فکر میں ہیں تاکہ اس طرح سے رومی اندھا دھند تعاقب کرنے کی غرض سے دریا میں کود جائیں۔ اسلامی لشکر کا دستہ ایسا پایاب سے پار چلا گیا تھا جس کا علم رومیوں کو نہ تھا۔

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا!

اقبالؔ

جنگ یرموک کو بلا تردید تمام مورخین نے اسلام اور عیسائیت کا فیصلہ کن معرکہ لکھا ہے اس کی تصدیق خود قیصر ہرقل کی زبان سے یوں ہوتی ہے۔ جو کہ انہوں نے یرموک کی جنگ کی شکست فاش سے ہوتی ہے مدینا کے قیصر نے اپنے سرداروں کے سامنے یہ کہا۔

"الوداع! اے سر سبز وادیٔ شام! تم میرے تاج کا بہترین جواہر تھی۔ اب میں قسطنطنیہ کو واپس لوٹتا ہوں۔ اے بیت المقدس الوداع! میں تمہاری پاسبانی کے قابل نہیں رہا۔"

مورخین نے لکھا ہے کہ اس بیان کے بعد قیصر ہرقل

دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو ڈھانپ لیا تاکہ اس کے امیر اس کی اشکباری کو نہ دیکھ سکیں اور پھر وہ انطاکیہ سے اپنے دارالخلافہ کو ہٹا کر دوبارہ قسطنطنیہ لے گیا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں — اقبالؔ

یہ ہیں وہ روایات جوکہ زندہ رکھنے کے قابل ہیں۔ جب دنیا قائم ہے اور اسلام قائم ہے یرموک کی جنگ و فتح ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اور اس کا ذکر اکثر آتا رہے گا۔ مگر حیف کہ خواتین کے ایثار اور جذبہ شہادت سے بہت کثرت سے عوام ناآشنا ہیں گو یہ جذبہ شہادت اور کارنمایاں ایسے ہیں جن پر مردان کو بالعموم اور خواتین اسلام کو بالخصوص فخر و ناز کرنا لازم ہے اور اسے اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

ہر محفل میں اس کا تذکرہ ہو تاکہ ہماری موجودہ و آئندہ نسلیں ماضی کی خواتین کی طرح ایک قابلِ فخر حصہ ہوں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے:

• خواتین اور مردوں کے حق کے برابر ہیں۔ خواتین کے حقوق سب پر واجب ہیں۔ ہر مسلم کا فرض ہے کہ خواتین کے حقوق کو نہایت پابندی سے برقرار رکھا جائے اور ان کا احترام کیا جائے .....“

بقول اکبر الہ آبادی

کیا کام چلے کیا رنگ جمے کیا بات بنے کون انکی سنے
ہے اکبر بے کس ایک طرف اور ساری خدائی ایک طرف
فریاد کئے جا اکبر کچھ ہو ہی رہے گا آخر کار
اللہ سے تو یہ ایک طرف صاحب کی دہائی ایک طرف

محفلِ میلاد

محفلِ میلاد کے فوائد اور مقاصد بہت ہیں مگر دو ایسے نقاط ہیں جو کہ سب سے نمایاں ہیں۔ اول یہ کہ ہم ماضی پر غور کریں کہ ہم کہاں کہاں اپنے مقاصد میں کامیاب رہے اور کہاں کہاں کن وجوہات کی بنا پر ہم راستے سے بھٹک گئے۔ دوسرا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ ہم آپس میں تبادلہ خیالات کر کے آئندہ کے لئے پروگرام بنائیں اور ایسے حضرات سے مشورہ لیں جو ہم سے زیادہ ماہر اور علم رکھتے ہیں۔ اس طرح سے اُن کے علم سے فائدہ اٹھائیں۔

ہم سب کے لئے جنکو مسلمان مملکت کا شرف حاصل ہے اُن کے لئے اسلام کے تاریخی واقعات سے واقفیت لازم ہے۔ تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اشاعت اسلام کس طرح سے ہوئی اور کون سے ایسے بنیادی اصول ہیں جو کہ ہمارے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاکہ ہم سیدھے راستے سے نہ بھٹک جائیں۔

اس لئے ہم کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ جب سے نمود اسلام
کا اعلان ہوا اس وقت سے آجتک اسلام نے ایک امت
قائم کی جس کی مثال دنیا بھر میں کہیں نہیں مل سکتی ہے۔ عیسائیت
نے اولڈ ٹسٹیمنٹ کی جگہ نئی ٹسٹیمنٹ قائم کی مگر اس
کے باوجود حالت پہلے سے بدتر ہے کیونکہ اُن ممالک کے لوگ
کمیونسٹ۔ شوسلسٹ وغیرہ جیسی جماعتوں میں اس لئے شامل
ہو رہے ہیں تاکہ رنگ و نسل کی تفاوت سے نجات پا کر مساوات
کو حاصل کر سکیں۔ مگر یہاں بھی اُن کو کامیابی نہیں ہوئی چین
اور روس کے آپس کے جھگڑے ایسے عیاں ہیں کہ بیان کے محتاج
نہیں۔

مکہ میں خاندانِ قریش کے چند حضرات یعنی حضرت
محمد صلعم اور اُن کے صحابہ رض کرام تھے جنھوں نے خواتین اسلام
کو ایسے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا یعنی وہ مقام جو آج تک کوئی
دوسرا مذہب۔ فرقہ یا حکومت اُسے نہ دے سکی۔

بااوقات ایسا ہوا ہے کہ چند قابل اشخاص جو کہ علم ولایت
وخیالات میں یگانگت رکھتے ہوں آپس میں مل کر انھوں نے
ایسے نمایاں کام انجام دیئے جن کا اثر بہت دیر پا رہا۔ لیکن دنیا
نے آج تک کبھی نہ ایسا دیکھا اور نہ دیکھی گی۔ کہ صرف چند اشخاص
(مرد وعورت) کے تعاون کے اثرات ۱۴۰۰ برس سے روز افزوں

ترقی پذیر رہے ہوں۔ وہ چند اشخاص حضرت صلعم حضرت خدیجہ رض اور چند صحابہ رض تھے جنہوں نے نہایت مشکلات۔ دشواریوں اور مخالفتوں کے باوجود کہیں اس اُمت کی بنیاد طلوعِ اسلام کے وقت ڈالی۔ یہ امر گو نہایت ہی اہم اور واضح ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس کی تاریخ کا مطالعہ سنجیدگی اور باریک بینی سے برابر کرتے رہنا لازمی ہے۔ کیونکہ یہی تاریخی واقعات مسلمانوں کے لئے اہم مشعل راہ ہیں اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا درس۔ حضرت صلعم کے ارشادات یعنی حدیث اور آپ کے اسوہ حسنہ بغیر کسی ردوبدل کے اپنے اصلی ڈھب پر ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہیں۔ یہ مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے کہ قرآن مجید کے ارشادات اسی حالت میں موجود ہیں جیسے کہ وہ تقریباً چودہ سو برس پہلے طلوع اسلام کے وقت تھے۔ کوئی دوسرا مذہب ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا کہ ان کے مذہب کی بنیادی کتاب اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔

علاوہ ازیں قرآن مجید کے احکامات کے متعلق اللہ تعالےٰ نے آیاتِ قرآنی میں فرمادیا ہے کہ وہ حشر تک نہ بدلیں گے۔ حضرت صلعم قرآن مجید کے تعارف اور سمجھانے و پڑھانے کیلئے اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اور اپنے مشن کے بعد آپ خود تو بارگاہِ الٰہی میں تشریف لے گئے مگر قرآن۔ حدیث اور اسوہ حسنہ ہماری رہنمائی کے لئے چھوڑ گئے۔ بالفاظ دیگر قرآن کے ذریعے

قانون الٰہی تا ابد قائم رہے گا۔ یہ کہ اسلام آنحضرت صلعم کے وصال کے ساتھ ختم نہ ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ کرام نے قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کی تھی اور وہ اس پر نہایت مستعدی اور پابندی سے عمل فرماتے رہے۔ حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ

"آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ اور کردار ہی قرآن کا آئینہ ہے یا جیتا جاگتا قرآن مجید ہے"۔

یہ امر غور طلب ہے کہ قرآن مجید سب سے پہلی کلامِ الٰہیہ کی کتاب نہ تھی بلکہ قرآن مجید کے ظہور سے قبل مذاہب کے علاوہ اور بھی بیشمار کتابیں مختلف موضوعات پر موجود تھیں۔ مثلاً سائنس پر۔ یونانی معاشی اور معاشرتی مضامین پر۔ یونانی فلاسفی پر اور ایرانی نظم و نثر نیز ادب پر موجود تھیں۔ علاوہ ازیں ہنود۔ زرتشت۔ عیسائی اور یہودی مذاہب کے متعلق اور زبانوں کے علاوہ عربی میں بہت سی کتابیں موجود تھیں۔ یا یوں کہیئے کہ دنیا کا معاشرہ طلوعِ اسلام سے کتنی ہزار صدیاں قبل بنتا اور بگڑتا رہا اور اللہ تعالےٰ نے اسلام کو حضرت صلعم کے ذریعہ آخری شکل دی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلعم کو آخری نبی کے القاب سے مخاطب کیا گیا۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ صرف آنحضرت صلعم کے معاونوں کو صحابہؓ کا رتبہ عطا کیا گیا اور اس کے بعد کے بزرگان دین تابعین اور تا تابعین

کہلائے ۔ صحابہؓ کرام کو یہ رُتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پاک نیتوں۔ یک جہتی ۔ اشاعتِ اسلام (یعنی جہاد) میں انتھک کوشش اور بے لوث خدمت کی بنا پر عطا فرمایا تھا ۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ وہ ایسے ہی جلیل رُتبہ کے اہل تھے ۔ اُن سب کا رہنما قرآن مجید تھا اس کے ارشادات پر وہ عمل کرتے تھے ۔

ہاں یہاں یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ اسلام کی بے لوث خدمت صحابہ کرامؓ کی اور جس جس نے بھی کی اللہ تعالیٰ نے اُن کو بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا ۔ مثلاً غوثِ اعظم ۔ بابا داتا گنج بخش اور بایزیدؒ اور رابعہ بصری وغیرہ

صحابہ کرام اور دوسرے بزرگانِ دین درس دین نے محض اپنی ذاتی تسکین یا وسعتِ علم کے علاوہ ان الٰہیہ احکامات پر غور کر کے ان پر عمل کیا جو کہ قرآن مجید میں مومنوں کی رہنمائی کے لئے موجود ہیں ۔ تاکہ ان احکامات کو دنیا کے بدلتے ہوتے حالات میں صحیح طور سے استعمال میں لا کر مومن صحیح منزل سے نہ بھٹک جائیں۔ یہ حضرات یعنی مجاہد یا مجاہدہ اِن قرآنی آیات کی پیروی اس طرح سے کرتے تھے جیسے کہ یہ فرمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود آنحضرتؐ اُن کو اپنی زبان سے دے رہے ہیں ۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید کی صرف چند آیات آنحضرت صلعم کو اُن ایام کے حالات کی بنا پر موصول ہوتی رہیں اس طرح سے ان چند آیات کو آنحضرت صلعم

اور صحابہ کرام نہ صرف یاد کر لیتے بلکہ انہیں اپنے ذہن نشین کرنے کے بعد اُن پر عمل کرتے اور انہیں مشعل راہ بناتے۔ اس طرح سے بتدریج تمام قرآن مجید صحابہ کرام کو زبانی یاد ہو گیا۔ لیکن چونکہ اسلام نہایت سرعت سے پھیلا اور مسلمانوں کو اپنی حفاظت کی بنا پر مسلسل جنگیں لڑنی پڑیں اس لئے انہوں نے ایک طرف تو قرآنی آیات کو قلمبند کرنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ حفاظ کو اسلامی لشکروں کے ساتھ مختلف محاذوں پر روانہ کیا تاکہ نومسلموں کو قرآن مجید کا درس برابر کراتے رہیں۔

تاکہ اس طرح سے قرآن مجید اُن کی میدان جنگ میں بھی رہنمائی کرتا رہے۔ اور مجاہدین احکامِ الٰہی سے فیضیاب ہوتے رہیں۔

اس طرح سے مجاہدین کو مسرت اور اطمینانِ قلب ہوتا تھا کہ وہ اپنے ہر کام میں اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کر رہے ہیں اس کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ وہ درسِ قرآن محض ایک اخلاقی فرائض کے پورے کرنے یا محض مسرت کے حصول کے لئے نہ کرتے تھے بلکہ ان کا اصلی مقصد احکاماتِ الٰہیہ پر دل و جان سے عمل کرنا مقصود تھا۔ وہ قرآن مجید کو عام دلچسپی کے حصول کے لئے محض ایک عام کتاب نہیں تصور کرتے تھے بلکہ وہ اُسے اپنی زندگی کے لئے مشعلِ راہ اور آخرت کے لئے ذریعہ نجات مانتے تھے۔

خلفائے راشدین کے دور کے بعد انحطاط کی زیادہ تر وجہ یہ ہوئی کہ عوام نے قرآن مجید کے مذکورہ بالا طرزِ درس سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس طرح سے قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے والوں کا دائرہ کم سے کم تر ہو گیا۔ خلافتِ عباسیہ کے دور میں تو یونانی۔ ہندی اور یہودی عالموں نے مسلمانوں میں ذہنی انتشار پھیلا دیا۔ یہانتک کہ کتنی جعلی حدیثیں بھی لکھی گئیں۔ یہ شماتشی مسلمان بن کر اور علماءِ سُو کا جامہ پہن کر عوام پر حاوی ہو گئے۔ خلیفہ صرف نام کے تھے۔ اُن کو تو جاہ وحشمت۔ عیش وطرب سے کام تھا۔

اُدھر عوام آیتِ قرانی کا مقصد بھول گئے جس میں ہدایت کی گئی تھی۔ کہ

"ہم نے قرآن مجید مناسب وقفوں اور مناسب حالات میں تھوڑا تھوڑا حصہ یعنی چند آیات وقتاً فوقتاً اس لئے عوام تک پہنچائیں تاکہ وہ اُسے غور وخوض سے مطالعہ کر کے ان پر عمل کریں۔"

بالفاظ دیگر اب جبکہ قرآن مکمل صورت میں آپ (عوام) تک پہنچ چکا ہے تو اس میں جس قدر آیات آپ پڑھیں ان کو سمجھیں نیز ان پر عمل کریں اور محفلِ میلاد بھی اسی غرض سے قائم کی جاتی ہے کہ ہر محفل میں صرف چند اہم نقاط کو سامنے رکھکر

اُن پر غور و فکر کریں اور بھٹکے ہوتے مقام سے پھر راہِ راست پر
آ جائیں۔ اِن محفلوں میں چند پیشہ ور مردوں یا خواتین کو بلا کر
چند تقریریں سُننا۔ کھانے پینے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ
جانا ہرگز مقصود نہیں ہے۔ یہ رسومِ اہلِ ہنود کی ہیں۔ مگر
افسوس کا مقام ہے کہ ہم میں سے زیادہ تر عوام یہ طریقہ اختیار
کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اشتراکیت کے اثرات عوام
پہ مسلط ہوتے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں میں پنڈتوں۔ براہمنوں
اور پروہتوں کے فرقے نت نئی صورت میں نئے نئے ناموں سے ہمارے
سامنے آتے ہیں۔ حاجی، وحاجیہ جیسے القاب کو بہت باوقار ہونے
کے باوجود ہماری نظروں میں چونکہ قدر و منزلت کھو بیٹھے ہیں اس
لئے پاک میاں، پاک قبر، اور نوری بیگم جیسے القابات ان
پیشہ وروں نے اختیار کر لئے ہیں۔

طلوعِ اسلام کے وقت تو مسلمانوں کو یہ تسلی اور فخر تھا
کہ ہم نافہم اور بھولے ہوتے عوام سے نکل کر مسلم بننے کی وجہ
سے بافہم جماعت میں داخل ہو گئے ہیں اس کے برعکس اب
حالت یہ ہے کہ نادانستہ ہم ایسے پیشہ ور مسلم ہو یا مسلمہ اُن
کو دعوت دیکر اپنی نافہمی اور مذہب سے لاعلمی کا خود پرچار
کرتے ہیں۔ اسلام نے سب سے زبردست کارِ خیر یہ کیا تھا کہ
اس نے راہبوں۔ پادریوں۔ پنڈتوں اور طریقوں وغیرہ سے عوام

کو نجات دلا دی تھی۔ اور مسلمانوں کو اب آیاتِ قرآن مجید اور حدیث سے رہنمائی ملتی تھی۔ مگر ہم نے پھر ان عوام کش جماعتوں کو اپنے رہنما بنا کر اپنے ضمیر پر ان کو حاوی کر دیا ہے ہمارے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ہم اپنے تئیں نافہموں کے گروہ سے ایک کر کے خود اپنے آپ کو اس قابل بنالیں کہ نہ صرف اپنے آپ قرآن مجید اور حدیث سے رہنمائی حاصل کر سکیں بلکہ اوروں کو صحیح راستہ بتا سکیں۔ ہم آپ کو علمائے کرام کے پند و نصیحت اور وعظ کے لیے بلانے سے ہرگز منع نہیں کرتے بلکہ ہم صرف ان پیشہ وروں سے پرہیز کرنے کی تلقین کرتے ہیں جنہیں ہم علمائے سو کے لقب سے پکارتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ایسی محفلوں میں علما کو (مرد ہو یا عورت) محض قرآن مجید کی آیات کی باریکیوں کو واضح کرنے کے لیے دعوت دیں جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہوں۔ اور ان محفلوں کو آمدیم۔ شنیدیم۔ خوردیم و رفتیم کا ماحول نہ بنائیں بلکہ جو بیان وہاں پڑھے جائیں وہ تاریخی لحاظ سے مستند ہوں۔

مذکورہ بالا بیانات کے ذکر سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اپنے آپکو نافہم اور اسلامی عقائد سے نابلد فرقہ سے الگ کریں پیشہ ور مقرروں سے پرہیز کریں اور ایسے لوگوں سے مستفید ہوں جو علم و عمل میں افضل ہوں۔ عامل باعمل ہوں۔ ہمارا منشا یہ ہے کہ ہم

غیر اسلامی رواجوں اور کمزوریوں سے اپنی جماعت کو پاک رکھیں آنحضرت صلعم حضرت خدیجہؓ اور صحابیین (مرد و خواتین) کی شاندار مثالوں کو بار بار اس غرض سے دوہرائیں تاکہ ہم ان کے نقش قدم پر چلکر دنیا اور اپنی آخرت کو سنوار لیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ہمیں قرآن مجید و حدیث اسوۂ حسنہ اور اسلامی تاریخ کو محض ورق گردانی اور وقت کے گذارنے اور حظ حاصل کرنے کی غرض سے کریں ان شاندار مثالوں کو اپنی مشعل راہ بنائیں۔ اگر ہم تقرر کرنے کے اہل نہیں ہیں تو سوال و جواب سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں نیز دوسروں کی دسترس بھی کر سکتے ہیں۔

باب

اگرچہ مضمونِ زندگی میں الم کی تمہید بھی بڑی ہے
خدا کے فضل وکرم سے لیکن مجھے تو امید بھی بڑی ہے
طلب کی منزل میں رنج وراحت سے رہتا ہے اعتدال قائم
بہت ہے رمضان کی یہ سختی مسرتِ عید بھی بڑی ہے
منہ اپنا غفلت سے موڑ اکبر نماز ہرگز نہ چھوڑ اکبر
بہت فوائد ہیں اس کے اندر اور اسکی تاکید بھی بڑی ہے

عورت کا مقام اسلام میں

عورت اور مرد...... ماحول کے یہ متحرک سائے مستقل کردار ہیں جو ہمارے سامنے ہر روز نیا نقش پیش کرتے ہیں۔
ہمیں چند روز ہوئے چند خواندہ خواتین جو معاشرتی خدمت کرنے میں مصروف ہیں ان سے یہ سنکر تعجب اور افسوس ہوا کہ ہماری بہنوں

کو ہماری غلطیوں کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کس طرح سے عورت کی معاشی زندگی اور معاشرتی مقام کو اسلام کی بدولت بدل ڈالا۔ مثلاً باوجودیکہ عیسائیت اسلام سے سات صدیاں پرانی ہے مگر ابھی تک اس مذہب میں خواتین کو وہ حقوق نہیں ملے جن سے آنحضرت صلعم نے مسلمہ کو فیضیاب فرمایا۔ اسلام کے ظہور ہونے سے پہلے عورت اپنے گھرانے میں ایک باندی کے مثل سے تھی۔ خاوند اسے جب چاہے کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ سکتا تھا۔ خاوند کے مرنے کے بعد وہ دوسروں کے ترکہ میں چلی جاتی تھی۔ خاوند حسب منشا کئی شادیاں کرسکتا تھا۔ کئی باندیاں رکھ سکتا تھا اور جب چاہے عورت کو طلاق دے سکتا تھا۔ مگر عورت خاوند سے کسی صورت میں (سوائے موت) علیحدگی اختیار نہ کرسکتی تھی۔ ظلم ستم ہو یا ناانصافی۔ بےپروائی ہو یا سختیاں۔ ان سب کو خاموشی سے برداشت کرنا۔ عورت کا فرض تھا وہ اس کے خلاف اف تک نہ کرسکتی تھی۔

ہندوؤں میں حالات اور بھی ناگفتہ بہ تھے۔ راماین اور مہابھارت ان حالات پر پوری طور سے روشنی ڈالتی ہیں۔ یہ مذاہب گو دیرینہ ہونے پر نازاں ہیں۔

مگر انھوں نے ... برس سے آجتک ہندو عورت کے متعلق اپنے نظریہ کو نہیں بدلا۔ ہندو دھرم نے "عورت کو مجسمہ شیطان بتایا ہے جس کی ذات شر و بدی سے لبریز ہے اور ان کے رشی منی تو یہانتک

کہہ گئے ہیں کہ عورت کی صحبت میں اس کا بیٹا بھی اس کی ہوس سے باہر نہیں رہ سکتا وہ رام اداس کی سوتیلی ماں کے واقعات کو اپنی دلیل میں دیتے ہیں اور مہابھارت کی جنگ جو سات بھائیوں میں ایک ہی وقت میں بیوی تھی اور پانڈوں کی بیلائی تھی۔ انھوں نے مہابھارت کے کشت و خون کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ شری منوجی دھرم شاستر میں (۳۱۵ ر۲۱۳ : ۲) میں فرماتے ہیں۔

کہ " عورت قدرتی طور پر مرد کو ہوس و حرص کی طرف راغب کرتی ہے لہٰذا ہر ہوشمند انسان اس سے دور رہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اپنے چتر سے صرف بھولے بھالے کو ہی بیوقوف نہیں بنا سکتی بلکہ اس نے پڑھے لکھے تو کیا رشیوں اور منیوں کو بارہا اپنی ہوس کا شکار بنایا ہے اسلئے کسی انسان کو کسی عورت کے ساتھ علیحدگی میں بیٹھنا نہ چاہیئے چاہے وہ اس کی بہن ہو۔ لڑکی ہو یا ماں ہو۔ کیونکہ حرص ایک ایسا لاعلاج جذبہ اور مرض ہے جو عاقل انسان کو بھی اپنا شکار بنا سکتی ہے۔ "

اسلئے شری منوجی اپنے شاستر (۱۴۸ : ۵) میں فرماتے ہیں کہ۔

" عورت کے لئے بچپن میں اپنے والدین کی سرپرستی میں رہنا لازمی ہے۔ جوانی میں اپنے خاوند کے تحت اور جب وہ بیوہ ہو جائے تو پھر اس کے نگراں اس کے بیٹے ہوں گے۔ بالفاظ دیگر عورت کو

کسی حالت میں بھی خود مختار نہ رہنے دیا جائے۔ عورت کا خاوند اس کا دیوتا ہے وہ جہاں جی چاہے اپنی ہوس پوری کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور بدچلن یا بدخو ہونے پر بھی اپنی بیوی کا دیوتا ہے جس کی عبادت عورت کا اولین فرض ہے۔"

اب ذرا مسیحیت کی طرف چلیے۔ پادری عورت سے بیزارگی کا اظہار کھلے اور ننگے الفاظ میں کرتے ہیں ان کا فرمان ہے کہ۔

"عورت کو تمام ظلم وستم سہنے کا نہایت خاموشی سے عادی ہونا چاہیئے۔ اور عورت کو مرد کے حقوق کسی حالت میں نہ دیئے جائیں۔ کیونکہ حضرت آدم کو اللہ تعالے نے پہلے پیدا کیا اور پھر حضرت حوا کو پیدا کیا حضرت آدم سے خود شیطان جو کام نہ کراسکا۔ وہ اس نے بی حوا سے کرایا اور حضرت آدم کو جنت سے نکلوا دیا۔"

اسی قسم کی وجوہات کی بنا پر پادریوں نے عورت کو مساوات کے حقوق دینے سے انکار کر دیا۔ اور ۱۸۸۲ء میں چونکہ انگلستان رومن کیتھلک چرچ سے علیحدہ ہو چکا تھا لہذا انھوں نے عورتوں کو جائیداد کا وارث تسلیم کیا۔ البتہ رومن کیتھلک چرچ کا جہاں جہاں ابھی تک زور ہے وہاں عورتوں کے حقوق چونکہ کچھ ترقی نہ کرسکے لہذا عوام نے بیزار ہو کر سول قانون رائج کر دیا -لہذا اُس پر عمل کرنے والا ایک مجسٹریٹ کے سامنے تحریری اور زبانی اعلان کرتا ہے کہ وہ لا مذہب ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

آنحضرت نے یہ فرمایا۔ " عورتیں مردوں کا نصف ہیں۔ لہٰذا آپؐ نے اس قرآنی فرمان سے عورت کو مرد کے مساوی بنا دیا اور عورت کے مجسمہ شیطان کی بجائے ایک محسن کے القاب سے پکارا اور فرمایا کہ وہ مرد کو برائیوں سے بچاتی ہے جہاں جہاں اخلاقی اور معاشرتی ترقیوں کا سوال آیا۔ آپؐ نے دونوں کو برابری کا درجہ عطا فرمایا کیونکہ قرآن مجید (۲ : ۲۲۸) آیات میں فرماتا ہے۔

" عورتوں کے حقوق مردوں جیسے ہیں ان کی نگرانی مردوں کا فرض ہے۔"

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ " مسلمین میں وہ افضل ہونگے جن کے اعمال اچھے اور وہ جو کہ اپنی بیویوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے ہیں ایک مسلم کو کبھی اپنی بیوی سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے اور اُسے بیوی سے نفرت کرنے وقت اس کی کمزوریوں کا اس کی خوبیوں سے توازن کرنا چاہیئے تاکہ وہ فیصلے سے قبل انصاف و حق پرستی سے کام لے۔"

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ ایک امریکی جج پیری کریبائٹس (PIERRE CRABITES) نے آنحضرت صلعم کے متعلق یوں لکھا ہے کہ

" حضرت محمدؐ غالباً وہ عظیم ترین ہستی ہیں۔ جنھوں نے عورتوں کو حقوق دلائے جس کی مثال دنیا بھر میں آج تک کہیں نہیں ملتی۔"

مگر اسلام کے نظریہ میں مرد اور عورت ..... کائنات عالم کی دو نمایاں ہستیاں ہیں - ان دو مستقل عنوانوں کی ہم آغوشی کیفیات سے یہ دنیا معمور ہے - یہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک وجود - جوہر عصمت - قائم ہے -۔

مرد اور عورت میزان قدرت کے دو پلڑے ہیں جن میں سے ایک کے بغیر دوسرا بیکار ہے -

تخلیق کردگار کی یہ دو ہستیاں تمام اہم فرائض باہم ادا کرسکتی ہیں - اگر ان دونوں میں سے ایک بھی اپنا صحیح مقام پہچاننے میں غلطی کرتا ہے تو ماحولِ زندگی بدل جاتا ہے اور کشتی بھنور میں چکر کھاتی دکھائی دینے لگتی ہے - قدرت نے نظام دنیا کو ہموار رکھنے کے لئے زندگی کی ذمہ داریوں کو ان دو ہستیوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اس تقسیم میں عورت پر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں وہ نہایت متوازن ـــــ اہم ـــ اور حسن اخلاق کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں - جہاں ہم سیرت نبوی کے اور پہلوؤں پر غور کرتے ہیں اور سیرت کے جلسوں میں ان پر روشنی ڈالی جاتی ہے - مگر ہم سیرت کے اس پہلو کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھول گئے ہیں - ورنہ دانستہ طور پر کوئی سمجھدار ایسی غلطی نہیں کرسکتا - جبکہ ہمیں حدیثی ذرائعات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت تخلیق کردگار کی بہترین نعمت ہے - جس کے لئے حدیث میں آیا ہے کہ ... دنیا کی چیزوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ عورت سب سے زیادہ پسند تھی ۔۔

۲۔ قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ۔۔ تم اپنی عورتوں کے پاس اپنے لئے سکون پاؤ گے ۔۔ یا یوں کہیئے کہ ایک مرد تمام مصروفیتوں کے باوجود جب گھر میں داخل ہو تو اس کو اپنے گھر کا ماحول ایسا خوشگوار ملے کہ وہ تمام تکالیف کو بھول جائے اور سکون و اطمینان حاصل کرے۔ چنانچہ قدرت نے عورت کی ہستی کو سکون و اطمینان کی گرانقدر خوبی سے مزین کیا ہے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی بار وحی نازل ہوئی ۔ تو آپ گھر آئے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے جلد کمبل اڑھا دو۔ انھوں نے آنحضرتؐ کو کمبل اڑھا دیا۔ جب ذرا سردی اور کپکپاہٹ دور ہوئی تو رسول اللہ نے اپنی کیفیت کا حضرت خدیجہؓ سے اظہار کیا۔ وہ ایک عورت حضرت خدیجہؓ ہی تھیں کہ آپ نے آنحضرت کی اضطرابی کیفیت کو تسلی و تشفی دیکر دور کیا۔ اور فرمایا کہ ۔۔ آپؐ جیسے نیک بندے پر خدا کی ہمیشہ رحمت نازل رہیگی آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے ...... آپ کبھی کسی کو دکھ نہیں دیتے۔ آپ ہمیشہ بے کسوں اور لاچاروں کی مدد کرتے ہیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ سے کس طرح ناراض ہو سکتا ہے اور آپؐ کو حضرت خدیجہؓ ایک بہت بڑے عالم کے پاس لے گئیں جنھوں نے آپؐ کو بتایا کہ

آپؐ پر نبوت عطا ہوتی ہے۔ ایسے نازک وقت میں رسول اللہؐ کو بھی حضرت خدیجہؓ ہی تسکین پہنچاتی ہیں اور مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

۴۔ حضرت فاروقؓ ابھی غیر مسلم تھے اور وہ اپنے جانی دشمن آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی غرض سے برہنہ تلوار لے کر جب جاتے ہیں تو کسی نے طنزاً ان سے کہا کہ پہلے اپنی بہن کو جا کر دیکھئے کہ انھوں نے نیا مذہب اختیار کر لیا ہے چنانچہ حضرت عمر سیدھے اپنی بہن کے گھر کی طرف رخ بدل دیتے ہیں اور بہن کو تلاوت میں مشغول پاتے ہیں تو حضرت عمر اپنی بہن کو اسقدر مارتے ہیں کہ ان کے خون بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ مگر بھائی کو جواب دیا جاتا ہے کہ اگر جان سے مار بھی دو گے تب بھی اسلام سے باہر نہ ہوں گی۔ حضرت عمرؓ پر اس صداقتِ ایمان اور مضبوط عزم کا گہرا اثر ہوتا ہے اور وہ اپنی بہن کے عزمِ مستحکم اور استقلال کو دیکھ کر الٹے پاؤں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں اور کوہ صفا اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھتی ہے۔

یہ بھی ایک عورت ہی کے عزم و صداقت کی مثال ہے کہ ایک اعلیٰ اور نامور مبلغ اسلام جیسی نعمت عورت ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ جو کہ خون بہا کر بھی کچے ایمان و جذبہ عقیدت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔

اب آپ چلئے میدان جنگ میں تاکہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ مسلم عورت نے جہاد کے لئے عین تلواروں کے سایہ میں کیسا نمایاں کام کیا۔ یہ یاد رہے کہ جہاد ایسے ہر مسلم اور مسلمہ پر فرض ہے جو کہ بالغ ہے اور جن کی جسمانی و دماغی حالت صحیح ہے۔

ممکن ہے۔ آپ یہ خیال کریں کہ ایک فوجی جس کی زندگی کا بہت بڑا حصہ میدان جنگ میں گذرا ہے وہ سوائے جنگ کے اور کیا سوچ سکتا ہے یا کہہ سکتا ہے بلاشک میں نے اپنی ۲۸ سالہ ملازمت میں دو عالمگیر جنگوں اور ایک درجن سرحدی لڑائیوں میں حصہ لیا مگر میں آپ کو وثوق سے کہتا ہوں کہ جس انسان نے میدان جنگ کو خون اور لاشوں سے لت پت دیکھا ہے وہ جنگ کے نام سے نفرت کرتا ہے علاوہ ازیں جہاد کے معنی جنگ کے نہیں ہیں بلکہ جہاد میں جنگ صرف اس وقت جائز ہوتی ہے جبکہ دشمن کو سمجھانے بجھانے میں چاہے وہ زبانی ہو یا تحریری مسلم ناکامیاب ہو گئے ہوں نیز دشمن اسلام نے جنگ کرنے میں پہل کر دی ہو۔ تو اس وقت اپنی دفاع و بچاؤ کے لئے جنگ فرض ہو جاتی ہے مگر وہ بھی صرف اس وقت تک جب تک دشمن صلح کے لئے درخواست نہ کرے یا ہتھیار نہ گرا دے۔ اس کے بعد جنگ کرنا حرام ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ ۔ عالم کے قلم کی سیاہی شہید کے خون سے افضل ہے۔

جنگ احد کا میدان ہے۔ قریش کے پاس ایک ہزار سے زائد فوج ہے اور مسلمانوں کی تعداد ۲۰۰ نفر سے کچھ زیادہ ہے قریش کے لشکر کے امیر ابوسفیان بن حرب ہیں اور رسالہ کے کمانڈر خالد بن ولید کے ہاتھ میں ہے کیونکہ خالد ابھی غیر مسلم تھے۔ قریش کا پہلا حملہ جب ناکام ہوتا ہے تو ان کی عورتیں جان بچانے کے لئے بھاگنے لگتی ہیں اور مسلمانوں کے تیر اندازوں کے دستے لوٹ کی خاطر اپنی جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ خالد کی باریک بین نظر اس حالت سے فائدہ اٹھاتی ہے اور مسلمانوں کی فتح شکست سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لاثانی قیادت سے حالات پھر پلٹا کھاتے ہیں اور دشمن دوبارہ شکست کھا کر میدان جنگ چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

ان خوفناک اور بھیانک حالات میں مسلم خواتین میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی ہیں۔ پانی اور کھانا کھلاتی ہیں۔ ام المومنین بھی اس کام میں سب کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ اور آپ سب کے پیش پیش تھیں۔

صفیہ بنت مطلب کو آنحضرتؐ نے لوٹا دینے کے لئے فرمایا۔ تاکہ آپ کو اپنے حقیقی بھائی حضرت حمزہؓ کی سر بریدہ لاش دیکھ کر افسوس نہ ہو۔ مگر وہ آئیں اور اپنے بھائی کی مغفرت کے لئے دعا مانگی اور مطمئن واپس تشریف لے گئیں کیونکہ انکا نامور

بھائی اسلام کی خدمت کرتا ہوا میدان جنگ میں شہید کا رتبہ
حاصل کر چکا تھا۔

اسی طرح سے بنی دینار کی ایک مسلمہ جسکا اپنا شوہر۔ بھائی اور
باپ شہید ہوئے تھے اس نے میدان جنگ میں آتے ہی پہلا سوال یہ
کیا کہ "آنحضرت کیسے ہیں؟"

جب ان کو بتایا گیا کہ وہ اچھے ہیں مگر تم پر یہ ستم ہوا ہے
تو اس کا جواب اس مسلمہ نے یہ دیا کہ "آپ کی موجودگی میں ہر مصیبت
بے حقیقت ہے۔"

ام عمارہؓ نے غزوہ احد میں آنحضرت صلعم کی حفاظت کرتے
وقت گیارہ زخم کھائے مگر اپنی جگہ سے نہ ہٹیں اور پھر جنگ یمامہ
میں آپ کا بایاں ہاتھ دشمن کی تلوار کی نظر ہوا۔ اس پر بھی وہ
میدان جنگ چھوڑ کر نہ گئیں۔ ام کلثومؓ کو آنحضرت صلعم نے
دوبارہ مدینہ کا امیر مقرر کیا۔ حضرت عائشہؓ کا میدان جنگ میں
خطرات کا مقابلہ کرنا ویسا ہی اہم کردار تھا جیسا کہ آپ نے
احادیث کے رقم کرواتے وقت کیا۔ ان خواتین کے حالات تفصیل
سے بیان کئے جائیں گے۔

حضرت علیؓ جب میدان جنگ سے لوٹتے تو حضرت فاطمہؓ
سے فرماتے کہ "اس تلوار پر خون ہے اسے دھو ڈالئے۔"

اب چلیے غزوہ حنین میں ـــ مسلمانوں کو جب غزوہ

شروع میں اپنے تجربہ کے باعث شکست ہوئی تو فوج کا کچھ حصہ بھاگنے لگا۔ اس وقت ام سلیمؓ بنت ملحان اپنے شوہر ابو طلحہؓ کے ساتھ شانہ بہ شانہ دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بھگوڑوں کو غیرت دلا رہی تھیں۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے آپ کی دلیری کے باعث آپ کے حق میں دعا فرمائی تھی۔

اب چلئے شام کے میدان جنگ میں۔ جب حضرت خولہؓ بنت ازور کا بھائی دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو جاتا ہے اس کمسن مسلمہ نے چند ہمرائیوں کے ساتھ اس دلیری اور بیباکی سے دشمن پر جوابی حملہ کیا کہ وہ اس کے بھائی کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ خالدؓ اس مسلمہ کی دلیری۔ بیباکی اور فن سپاہ گری دیکھکر حیرت زدہ ہو گئے آپکو اور آپ کے بھائی کو مبارک باد دی اور دعا فرمائی۔

اجنادین کا میدان جنگ ہے۔ دشمن کی فوج تقریباً دو لاکھ ہے۔ اور ان رومیوں کے مقابل مسلمانوں کی تعداد ۳۰ ہزار نفری کے قریب ہے۔ روما کا لشکر ایک پہاڑ کی طرح آگے بڑھتا ہے۔ اور جو سامنے آتا ہے اسے ریلتا ہوا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ روما کا لشکر عورتوں کے کیمپ تک پہنچ جاتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ مسلم عورتیں ان کے قبضے میں آجائیں۔ مگر مسلم خواتین نے مجاہدین کے ساتھ ملکر دشمن کا اس بیباکی سے مقابلہ کیا کہ دشمن کا ریلا تھم گیا۔

ادھر سے خالدؓ نے دشمن کے پہلو پر ایسا کاری وار کیا کہ دشمن بھاگ نکلا۔ اور مسلمانوں کی اس فتح نے سلطنت روما کا شام سے جنازہ نکلا۔ خالدؓ نے فرمایا کہ مجھے اپنی بہنوں سے ایسی ہی دلیری کی امید تھی اسلئے میں نے دفاعی چال میں اس خطرے کی پرواہ نہ کی اور آخرکار اپنے دشمن کو خطرناک مقام پر پھنسا کر شکست فاش دی۔ سٹریٹجی کے نقطۂ نظر سے آخری فتح کے نام سے پکارا گیا ہے اور اس آخری فتح میں مسلم خواتین کا بہت بڑا حصہ تھا۔

اب چلئے اور دمشق کے میدان جنگ کی سیر کیجئے۔ جنرل توما قیصر روما کا داماد ایک بہت بڑا نامور اور بہادر جنرل مانا جاتا تھا۔ توما نے ایک رات شبخون مارا جس میں ابان بن سعد توما کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ حضرت ام ابانؓ بنت عقبہ کو اپنے شوہر اور شرجیل کے شہید ہونے کا بہت رنج ہوا۔ مگر آپ نے نہ تو ستی کے رواج پر عمل کیا اور نہ ہی غم میں منہ لپیٹ کر ایک کونہ میں بیٹھ گئیں بلکہ جنگی لباس پہن کر اس تاک میں رہیں کہ اپنا بدلہ توما سے لے لیں۔ آخرکار وہ دن آ پہنچا جبکہ توما پھر مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کرنے کے لئے قلعہ سے باہر نکلا حضرتؓ ام ابان نے توما کو ایسا تیر مارا کہ اس کی آنکھ میں گھس گیا۔ اس زخم نے توما کو ایسا پریشان کیا کہ تھوڑے عرصے کے بعد اس نے دمشق مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ لہٰذا شام کے دارالخلافہ کی فتح میں بھی ایک مسلمہ کا بہت بڑا حصہ تھا حضرت

عمر نے خالدؓ کی والدہ ماجدہ کے متعلق فرمایا تھا۔

"خوش قسمت ہے وہ ماں جس کے بطن سے خالدؓ جیسا فرزند پیدا ہو۔"

اب ہم اور آپ مصر کے میدان جنگ کی طرف چلتے ہیں ہجری ۶۴۷ یعنی ۱۲۲۹ء کا سال ہے اور جون کا مہینہ ہے۔ تمام یورپ کے بادشاہ شیر دل رچرڈ کے خواب کی تعبیر کی غرض سے مصر پر حملہ کرتے ہیں۔ فرانس کا بادشاہ لوئیس اس متحدہ فوج کا سپہ سالار ہے جس میں نامور ڈیوک لانگ سورڈ شاہ برطانیہ کا چچیرہ بھائی۔ اٹلی۔ روما۔ اسٹریا۔ بلغان اور فلسطین کے حکمران نیز شہزادے اپنی اپنی فوجیں لے کر اسلامی سلطنت کو مٹانے کی غرض سے حملہ آور ہوتے ہیں ان کا مقابلہ مصر کے حکمران الصالح سے ہے جو کہ وہ مختلف محاذوں پر یعنی فلسطین اور مصر میں جنگ کرتا ہوا سخت زخمی ہو کر مر جاتا ہے۔ اس کی ملکہ شجرۃ الدور اپنے وزیر اعظم اور سپہ سالار کو بلاتی ہے اور حکم دیتی ہے کہ سلطان کی وفات کو صیغہ راز میں رکھا جائے۔ اور وہ خود فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے۔ اور ایسے صائب دفاعی منصوبے سے اپنی چھوٹی سی فوج کو لڑاتی ہے کہ یورپ کے تمام شہزادوں کو قید کر لیتی ہے چنانچہ اس طرح سے یہ یورپ کی صلیبی جنگ آخری جنگ بن جاتی ہے اور پھر یورپ کے کسی بادشاہ کی ہمت نہیں ہوتی

کہ اسلامی سلطنتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھیں۔

ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ جھانسی کی رانی کے نام سے سب شناسا ہیں مگر اس بہادر اور بہترین جنرل مسلمہ کے نام سے بہت سے لوگ ناواقف ہیں۔ گو ان کا احسان ملت اسلامی پر بہت عظیم تر ہے۔

آپ شاید خیال کرتے ہوں کہ یہ پرانے افسانے تھے۔ آج کل کی مس صاحبہ نے بھی کچھ کیا ہے ہم کو ہم اس سے شناسا نہیں ہیں اس میں بھی اسے اپنا گناہ اور قصوروار تصور کرتا ہوں۔

بیسویں صدی کی فاطمہ سے ملیے۔ عالمگیر جنگ اول ختم ہو گئی ورسائی کے مقام پر تمام شکست خوردہ اقوام جسمیں ترکی بھی ہے ورسائی کے عہدنامے پر دستخط کر چکے ہیں۔ مگر اناطولیہ کا ایک بچہ جس نے بکریاں چرا کر اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ بھرا تھا وہ اپنی ماں زبیدہ کی تربیت و ہمت کے باعث پہلے فوج میں افسر بنتا ہے پھر جب جرنیل بن جاتا ہے تو ورسائی کے عہدنامہ کو ٹھکرا کر بغاوت کا علم بلند کرتا ہے تو زبیدہ ترکی خواتین کا لشکر تیار کرتی ہے۔ اس لشکر کا نام فاطمہ ہے۔

ترکی کے علاقے پر ایک طرف سے برطانیہ اور یونان نے دوسری طرف سے فرانس۔ تیسری جانب سے اٹلی اور چوتھی جانب سے روس نے حملہ کر دیا تاکہ مصطفیٰ کمال کو ختم کر دیا جائے۔ مصطفیٰ کمال

کے پاس نہ زر تھا۔ نہ فوج نہ اسلحہ۔ مگر اس ترک بچے نے ایسی دفاعی چالیں چلیں کہ دشمن کو مات کر دیا۔ اس سخت ترین آزمائش میں فاطمہ نے رات کے وقت کشتیوں سے سامان اتارا۔ پھر اس سامان کو رات کے اندھیرے میں بارش کے طوفان اور برف باری کے باوجود کندھوں پر لاد کر غاروں میں محفوظ کیا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی۔ کھانا پکانا اور کھلانا۔ پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر رسد و پانی کا کام فاطمہ نے کیا۔ اس لیئے ترکی کی حکومت نے اپنی مستورات کو ان کا پورا پورا حق دیدیا ہے اور ان بے انصافیوں کا خاتمہ ہو گیا ہے جو کہ سلطنت عثمانیہ کے زوال بنی تھیں۔ کیونکہ اپنی عیاشی کو بے لگام کرنے کی خاطر ترکوں نے اپنی مستورات کو سخت پردہ میں قید کر دیا تھا۔

اب میں آپ کی توجہ قرآن اور حدیث کی طرف مبذول کرا کے یہ توقع کرتا ہوں کہ آپ اور ہم سب ملکر اس نازک اور اہم مسئلہ پر غور کر کے اپنے فیصلہ پر عمل کریں گے۔ تاکہ دوسری قومیں ہم پر خندہ زن نہ ہوں۔ نظریہ کے ردوبدل سے پہلے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ انسان کی حیات اجتماعیہ پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا ہے اور اسے قبول کرنے کے بعد حیات انسانی میں کیا انقلاب رونما ہو سکتا ہے ہمیں یہ یاد رکھنا ہے کہ عورت کی گود ہی سب سے اہم تربیت ہوتی ہے جو کہ مرد و عورت بن جانے پر اس کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی

ہے۔ اگر مسلم خواتین کا دل معمولی سے واقعہ پر دھڑکنے لگیگا۔ تو قوم مستقل مزاج اور آہنی ارادے سے کام نہیں کر سکتی۔ جب ہم آنحضرتؐ کے حدیثی احکامات پر عمل کرنا فرض سمجھتے ہیں تو پھر اس پہلو کو کیوں فراموش کیا جائے۔

گھٹا کر دین کی عزت تری بڑھ سکتی ہے کیونکر
طریقِ کفر میں اے دوست حفظِ آبرو کیا

باب

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

خواتین اور جذبۂ جہاد

طبری نے لکھا ہے کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے فیروز الہمدانی کو یمن کا امیر مقرر کیا۔ قیس بن عبدلغوث جو پہلے اسود الکذاب العنسی کے ساتھ مل گیا تھا اور اس کا سپہ سالار تھا مگر جب اس نے یہ دیکھا کہ اسود قیس کو اپنا اقتدار حاصل کرنے کے بعد اسے موت کی گھاٹ لگانا چاہتا ہے تو وہ فیروز۔ دازویہ الفارسی۔ ذی الکلاع اور ذی ظلیم کے ساتھ اس غرض سے مل گیا کہ اسی طرح سے وہ خود یمن پہ قابض ہو جائے گا۔ جب قیس نے اپنی خواب کی تعبیر کو دوسری بار فیروز کے امیر ہونے پر پاش پاش ہوتے دیکھا تو وہ پھر باغی ہو گیا اور مشرکین

سے مل گیا۔

ادھر مسلیمہ۔ طلیحہ اور سجاح نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور عرب کے زیادہ تر قبائل مرتد ہو گئے نیز مرتدین کے بعض قبائل نے مدینہ کی طرف پیشقدمی شروع کر دی تاکہ وقت معینہ پر سب ملکر مدینہ پر حملہ کر کے اسلام کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیں۔ قیس نے خلیفہ ابوبکرؓ کی مصروفیتوں سے فائدہ اٹھا کر شکست خوردہ مرتد سرداروں کو جو اسد الکذاب کے حلیف تھے۔ ان سے سازباز کی۔ یہ مفرور اور لحمی قبیلے اسود کے تحت گوریلا قسم کی لڑائی میں ماہر ہو گئے تھے۔ اسود کے قتل کے بعد اس علاقے میں گوریلوں کی طرح پھرتے تھے۔ اور اس طرح سے اپنی روزی کماتے تھے۔ یہ گوریلے اور اُن کے سردار اب قیس کی دعوت پر اس کے ساتھ ان شرائط پر مل گئے کہ یمن سے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے خارج کر دیں نیز یمن میں پرانی قسم کی حکومت ونظم پھر سے قائم کر دیں۔

ان سب نے خفیہ طور سے ایسا منصوبہ بنایا کہ فیروز ان کی جارحانہ کارروائی سے بے خبر رہا۔ قیس نے ذی الکلاع کو بھی شمولیت کی دعوت دی مگر اس نے صاف کہدیا کہ اس معاملے میں ہم تمہارے اغراض میں شریک نہیں ہیں لہٰذا ہم کوئی دخل نہیں دیتے۔ تم ان کے رقیب اور وہ تمہارے رقیب ہیں تم آپس میں نپٹ لو۔

بہر حال قیس اور اس کے ساتھیوں نے صنعا۔ کی طرف اسود خفیہ طور سے پیشقدمی کی کہ وہ شہر کے باہر تک پہنچ گئے فیروز اور وازدیہ کو اس گٹھ جوڑ کی خبر نہ ملی۔ قیس بظاہر اس نئیہ وحشت اثر کو سنکر متاثر منہ بناتے فیروز اور وازدیہ کے پاس آیا تاکہ ان کو اس کی نیت پر شبہ نہ ہو نیز وہ اس سازش میں اسے ملوث نہ سمجھیں۔ ان سے آوارہ گرد شورشیوں اور گوریلوں کی روک تھام کے لیے مشورہ کرنے لگا۔ وہ لوگ بھی قیس کی نیک نیتی پر بھروسہ کرکے سوچنے لگے کہ اس فتنے کو کیونکر رد کیا جائے؟

اس کے بعد قیس نے ان سرداروں کو دعوت دی کہ کل دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں۔ پہلے اس نے وازدیہ کو دعوت دی پھر فیروز کو اور پھر حشیش کو۔ وازدیہ اپنے گھر سے چلکر قیس کے گھر آئے اور ان کے اندر آتے ہی قیس نے ان کو قتل کر دیا۔

اب فیروز اپنے گھر سے قیس کے پاس آنے کے لیے روانہ ہوئے۔

اس کے گھر کے قریب پہنچے ہی تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ دو مسلمان عورتیں جو کوٹھے پر کھڑی ہوئی فیروز کو سنانے کے لیے کچھ باتیں کر رہی تھیں۔ ایک نے کہا افسوس ہے یہ بھی وازدیہ کی طرح سے

مشرک قیس کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔"

فیروز نے ان کی گفتگو سن لی اور الٹے پاؤں اس بہانے سے پلٹ گئے تاکہ دیکھیں کہ وہ لوگ جو دشمن کی نگرانی کے لئے متعین کئے گئے تھے، وہ اپنی جگہ پر موجود ہیں یا نہیں۔ درحقیقت ان کے دل میں یقین ہو گیا تھا کہ دشمن ان پر وار کرنا چاہتا ہے۔

اسی اثنا میں قیس کو اطلاع دی گئی کہ فیروز واپس چلے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی فوج کو لیکر اس کی گرفتاری کے لئے روانہ ہوا۔ دونوں عورتیں فوراً غائب ہو گئی تھیں اور فیروز نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ دیدی راستے میں حسس مل گئے۔ اب وہ بھی ان کے ساتھ ہو کر دونوں جبل خولان کی طرف چلے۔ جہاں فیروز کے ننہالی رشتہ دار رہتے تھے وہ دونوں تعاقب کرنے والے دشمن کے رسالے سے آگے بڑھ کر پہلے پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے اور وہاں گھوڑوں سے اتر کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔

اس وقت وہ دونوں سادے جوتے پہنے ہوئے تھے جن کی وجہ سے پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے ان کے پاؤں لہو لہان ہو گئے۔ غرض کسی طرح سے وہ دونوں خولان کے پاس پہنچ گئے۔ اب قیس اور فیروز دونوں فیروز کے ننہال میں محفوظ ہو گئے۔ ان دونوں نے اس موقع پر قسم کھائی کہ اب آئندہ وہ کبھی معمولی سا جوتا استعمال نہ کریں گے۔ مشرکین کے سوار جو ان کے تعاقب میں آئے تھے وہ بے نیل ومرام قیس کے پاس چلے گئے۔

جب فیروز کو معلوم ہوا کہ عام اہل یمن قیس کے ساتھ ہوگئے ہیں تو اس نے تنہا قیس کے مقابلے کی ٹھان لی اور ساتھ ہی ساتھ خلیفہ ابوبکرؓ کو اطلاع دیدی کہ میں نے فلاں فلاں سے مدد طلب کی ہے اور اگر میں آخری دم تک مشرکین سے لڑوں گا۔

بنی عقیل اور بنو عک فیروز کی مدد پر آگئے ادھر ابوبکرؓ نے طاہر ابن ہالہ مسروق اور عبداللہ بن ربن اصغر کو فیروز کی مدد پر بھیجا۔ اس طرح سے سب نے ملکر قیس کو شکست دی اور وہ میدان جنگ میں مارا گیا۔

یمن کی حفاظت کیلئے دوسری بار ارتداد کے وقت دو مسلم خواتین نے جان پر کھیل کر اسلام کے پابند رہنے میں زبردست خدمت انجام دی۔ ہم ام عمارہؓ کا ذکر لکھ چکے ہیں۔ جنھوں نے عہد رسالت میں تمام غزوات میں حصہ لیا آپ جنگ یمامہ میں بھی شریک تھیں۔ وہاں جب مشرکین کے اچانک حملے کی وجہ سے پہلے تو مجاہدین کی پسپائی ہوئی مگر کمک پہنچنے کی وجہ سے مجاہدین نے پیشقدمی کی اور وہ حدیقۃ الموت میں پہنچے۔ ایک ساعت سخت جنگ ہوئی تا آنکہ ابو دجانہؓ باب حدیقہ پر شہید ہوئے۔ اسوقت ام عمارہ فرماتی ہیں کہ۔

" میں حدیقہ کے اندر گھس گئی چنانچہ دشمن خدا مسیلمہ الکذاب کو ڈھونڈتی رہی اور ارادہ اس کے قتل کا رکھتی تھی کہ ان میں سے

ایک شخص میرے سامنے آیا اور میرے ہاتھ پر تلوار مار کر اسے قطع کر دیا۔ واللہ وہ حدیقہ میرے تئیں باہر آنے سے مانع نہ تھا۔ مگر میں اس حدیقہ پر اس واسطے چڑھی تھی تاکہ اس کے قتل سے مطلع ہوں یہاں تک میں اس خبیث مرد مقتول پر پہنچی اور میرا بیٹا عبداللہ بن زید المازنی کپڑے سے اپنی تلوار صاف کر رہا تھا۔ میں نے کہا تو نے اس کو قتل کیا؟ اس نے کہا ہاں میں نے قتل کیا۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔

اس طرح ایران کے محاذ پر جب بویب کے مقام پر مسلمانوں کو فتح ہوئی تو مثنی۔ عصمہ اور جریر کو غنیمت میں بہت سی بکریاں گائیں اور آٹا وغیرہ ملا۔ مثنی نے وہاں کے مجاہدوں کا حصہ نکال کر باقی مجاہدوں کے ان عیال کے لئے حیرہ بھیجدیا جہاں مجاہدین ان کو چھوڑ آئے تھے۔

اس مال غنیمت کے لیجانے والوں کا رہبر عمرو بن المسیع بن لبقلیہ تھا۔ جب یہ لوگ حیرہ کے پڑاؤ کے قریب پہنچے تو وہاں اس کو مسلمان عورتوں نے عمرو اور اس کے ساتھیوں کو لٹیرا سمجھا لہٰذا وہ اپنی اور بچوں کی حفاظت کے لئے تیر کمان۔ ڈنڈے اور پتھر وغیرہ لے کر کھڑی ہو گئیں۔ یہ دیکھکر عمرو نے کہا کہ اس مجاہدین کے لشکر کی عورتوں کو ایسا ہی دلیر ہونا چاہیئے۔ عمرو نے انھیں فتح کی خوشخبری سنائی اور سامان ان کے حوالے کر کے میدان جنگ کی طرف لوٹ گئے۔

نہیں معلوم اور کتنے سنہری حرفوں سے لکھنے کے قابل ہماری بہنوں کے کارنامے ہمارے سامنے نہیں آئے یہ جواہر ریزے ہیں جنھیں یکجا کر کے مزین کرنا ہمارا نصب العین ہے ہم سب بھائیوں اور بہنوں سے التجا کرتے ہیں کہ ہماری مدد کریں۔ رہنمائی کریں. جزاک اللہ

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقیں آیا
اسے جینا نہیں آیا جسے مرنا نہیں آیا

شام کے میدانِ جنگ کی طرف

جب حضرت ابو بکرؓ نے حجاز اور ایران کے حدود پر حفاظت اور امن کا انتظام مکمل کر دیا تو آپ نے شام کی طرف اپنی توجہ مبذول کی ایران کی حکومت مسلمانوں سے حیرہ کے مقام پر شکست کھانے کے بعد درہم برہم ہو گئی تھی ان کے بادشاہ کئی بار بدلے لہٰذا ابو بکرؓ نے یہ صحیح اندازہ لگایا کہ کسریٰ کی طرف سے کم از کم کچھ عرصے کے لئے خطرہ کم ہو گیا ہے۔ اگر بیشتر اس کے کہ روما کا قیصر اپنے دفاعی انتظامات پورے کرے اس پر فوری حملہ کرنا لازمی ہے۔ تاکہ اس کا دفاعی نظام پراگندہ ہو جائے۔ بالفاظ دیگر اس اسٹریٹجی، کی چوتھی کڑی تھی جسے آنحضرتؐ نے سریہ موتہ سے شروع کیا اور غزوہ تبوک نیز اسامہؓ کی فلسطین میں یورش اس کی پہلی تین بنیادی

کڑیاں تھیں۔ لہٰذا ابو بکرؓ نے چار لشکر شام کی طرف روانہ فرمائے تاکہ ہرقل قیصر روما یہ نہ سمجھے کہ مسلمان کس مقام اور کب حملہ کریں گے ان لشکروں کی تعداد چند ہزار نفر سے زیادہ نہ تھی۔ مگر ان ہی کے امیروں (معاویہ بن ابو سفیان۔ عمرو بن عاص۔ یزید۔ شرجیل بن حسنہ اور ابو عبیدہ) کو آپ نے حکم دیا کہ وہ نفسیاتی اور نظریاتی جنگ یعنی اشاعت اسلام کی بدولت اپنے اپنے لشکروں میں مزید بھرتی کرکے اسے مسلسل مضبوط سے مضبوط ترین بناتے جائیں اور موقع ملنے پر دشمن کے لشکروں پر چھاپہ مار کر اسلحہ و خوراک وغیرہ چھین لیں تاکہ یہ لشکر دفاعی لحاظ سے خود کفیل ہو جائیں۔

انہی ایام میں ہرقل بیت المقدس میں زیارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ ہرقل بہت نامور اور تجربہ کار جرنیل تھا لہٰذا اس نے حالات کا جائزہ لے کر فوراً ایسا منصوبہ بنایا کہ مسلم لشکروں کو نہ صرف فوری روک دیا جائے بلکہ جہاں جہاں بھی ہوں ان کو شکست دیکر ان کا خاتمہ کر دیا جائے اور بچے کھچے مسلمان لشکریوں کو صحرا میں دھکیل دیا جائے تاکہ وہاں وہ بھوک پیاس سے مرجائیں۔ یہ ہرقل کی بدقسمتی تھی کہ اس کے لشکر کے جرنیل جو گو تجربہ کار اور جنگجو جرنیل تھے مگر وہ ایرانی فوجوں کو شکست دینے کے بعد بہت آرام طلب اور کاہل ہو گئے تھے۔ لہٰذا ہرقل کو جنگ لڑنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بالمقابل اسلامی فوج کے سالار جذبۂ جہاد

سے سرشار تھے۔ مسلم خواتین اپنے مجاہد بھائیوں اور عزیزوں کا ہر مشکل میں ہاتھ بٹاتی تھیں اور بوقت ضرورت ان کے شانہ بہ شانہ نہایت دلیری الوالعزمی اور ہمت سے لڑتی تھیں۔ گوان کا منصب اولین خانہ داری اور بچوں کی تربیت اور پرورش کرنا تھا۔

عرب اور ترک بچوں کو تین برس کی عمر سے بھیڑ یا بکری کی پیٹھ پر بیٹھا کر ان کی مائیں انھیں سواری سکھاتی تھیں اور وہ اس طرح سے بتدریج گھوڑے اور شتر سواری میں ماہر بنتے تھے ان عورتوں اور بچوں کا اپنے گھرانے کے جانوروں کی پرورش مثلاً چرانا، پانی پلانا وغیرہ ذمہ داریاں ہوتا تھا۔ یہ جانور ان کے لئے دولت و نعمت اور ذریعہ معاش اور خوراک ہوتے تھے۔ طلوع اسلام سے حضرت صلعم نے اسلامی طاقت کو ایسے سانچے میں ڈھالا کہ امت کا کوئی فرد مرد ہو یا عورت بیکار نہ بیٹھے۔ ہر ایک کی ذمہ داری اسے سونپ دی گئی تھی۔ چاہے وہ زمانہ امن کا ہو یا ایام جہاد کا۔

ہرقل نے اپنے بحری بیڑے کی مدد سے شام میں کئی لشکر بھیجدیئے تاکہ وہ مسلمانوں کی پیشقدمی کو ہر مقام پر روک دیں اس طرح سے ہرقل نے سب اسلامی لشکروں کو روک دیا تھا۔ لہٰذا جب خالدؓ بن ولید کے عرب میں امن قائم کرلیا۔ اور ایران

کی طرف سے حجاز کو خطرہ نہ رہا تو حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولید کو ابو عبیدہ کی جگہ شام کے لشکروں کا سپہ سالار مقرر کیا۔

چونکہ عرب سے شام کو جانے والے راستوں پر ہرقل نے سخت کڑی ناکہ بندی کر رکھی تھی لہذا خالد بن ولیدؓ نے ایسے صحرائی راستے کو چنا جو عراق سے دمشق کو جاتا تھا۔ مگر اس راستے کو سب نے ناقابل گذر قرار دیدیا تھا چونکہ ہرقل کے جرنیلوں نے باوجود قلعے اور نفرت فوج اپنے تحت ہونے کے اس طرف زیادہ دھیان نہ دیا تھا۔

صحرا سے گذر کر خالدؓ بجلی کی طرح یکے بعد دیگرے رومی قلعوں پر گرا اور اس طرح سے فتوحات کرتا ہوا دمشق پہنچ گیا۔ جہاں بعدازاں شام کے دوسرے لشکر خفیہ اور دشوار گذار راستوں کو طے کر کے خالدؓ سے مل گئے۔ اب سب اسلامی لشکر جن کی تعداد اب تقریباً بتیس ہزار ہو گئی تھی۔ ان کی مدد سے خالدؓ نے دمشق کا محاصرہ کر لیا دمشق کا گورنر رومی جرنیل تو ما تھا جو بہت جنگجو تجربہ کار ہونے کے علاوہ ہرقل کا داماد بھی تھا۔ گو تو ما کے پاس تقریباً ستر ہزار فوج تھی مگر اس نے ہرقل سے مزید فوج بطور کمک مانگی۔ ادھر خالدؓ کی خواہش تھی کہ بیشتر اس کے کہ فلسطین اور وادی یرموک کی رومی افواج دمشق کی طرف بڑھیں نیز نئی کمک بھی قسطنطنیہ سے دمشق پہنچے وہ دمشق کو فتح کرلے۔

دمشق پر مسلم فوجیں سختی سے حملہ کر رہی تھیں اور دمشق والے پریشان تھے کہ قسطنطنیہ سے رومی کمک کے پہنچنے کی اطلاع ملی۔ خالدؓ نے اس کمک کو شمالی پہاڑی علاقے میں برباد کرنے کی غرض سے دشمن کے نقل و حرکت اور تعداد کے معلوم کرنے کی غرض سے مجاہدین کا ایک دستہ بھیجا۔

یہاں سے اب ہمارا خواتین کے جہاد کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ ہم نے زیادہ تر خواتین کے جنگ و عزم بالجزم کو تشریح سے بیان کیا ہے اور دانستہ مجاہدین کے کارناموں کو اختصار سے لکھا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں اوّل یہ کہ ہم مجاہدہ کے بھولے بسرے کارناموں کو اجاگر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دوئم جہاں مجاہدوں کے سنہرے کارنامے بے شمار کتابوں میں درج ہیں وہاں ، خواتین اسلام کے کارناموں کو معلوم نہیں کیوں اپنی کتابوں میں جگہ نہ دی۔ علاوہ ازیں ہمیں اپنی بہنوں کے سامنے یہ نظریہ پیش کرنا ہے۔

سبق پڑھ پھر شجاعت کا۔ صداقت کا عدالت کا
لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

کیونکہ اسلام اور مسلم دونوں پھر سے آزمائش کے دور میں آ گئے ہیں۔ ہمیں بلند ہمتی اور بلند خیالی ۔عزم و استقلال۔ دور بینی اور دانشمندی سے اپنے وسائل کو یکجا کر کے تمام آزمائشوں کا

مقابلہ کرنا ہوگا۔ فتح ہماری ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ مگر یہ یاد رہے کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ " اے مسلمانوں تم کو اسی طرح سے آزمایا جائیگا جیسے آپ کے آباو اجداد کو آزمایا گیا تھا۔ بقول اقبال

آزماید صاحبِ ذوقِ سلیم
زورِ خود را از مہماتِ عظیم

خولہ بنت الازور رضی بن سنان بن طارق بنو مذحج

قیصرِ روم ہرقل نے اپنے مشہور جرنیل وردان کو جو اس وقت حاکم حمص تھا تو ما کی مدد کے لئے بھیجا تاکہ وہ دمشق میں مسلمانوں کی فوجوں کو تباہ کرکے تمام شام اور فلسطین کو مسلمانوں کے اثرات سے پاک کر دے۔ وردان نے بعلبک کے مقام پر پہنچ کر ان رومی لشکریوں کو جو جنوبی شام اور فلسطین کے مختلف مقامات سے آکر جمع ہو رہے تھے فی الحال انہیں وہیں ٹھہر جانے کا حکم دیا اور ان سے کہا کہ " میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔ "

لہٰذا وہ رومی لشکر وادیٔ یرموک یعنی اجنادین کے گردو نواح میں ٹھہر گئے تاکہ سب خشکی کے راستوں پر قابض ہو جائیں اور اس طرح سے اسلامی لشکروں کو حجاز سے کسی قسم کی کمک نہ آنے دیں۔ اور وردان خود بعلبک سے براہ سلمیہ اور وادیٔ الحیاۃ کے جانب

دمشق روانہ ہوئے۔

ادھر اسلامی لشکر نے دمشق والوں کو سخت پریشان کر رکھا تھا۔ خالدؓ یہ سوچ رہے تھے کہ اگر دمشق تھوڑے عرصہ میں فتح نہ ہوا تو وہ خود تمام لشکروں کو ایسے مقام پر لے جائیں گے جہاں ان کے شہسواروں کو اپنے گھوڑوں کو جولانی کا موقع ملے۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد وادیٔ دریائے یرموک کو ہی پسند کیا۔ مگر ابھی وہ سوچ رہے تھے کہ انہوں نے سنا کہ بجانب پہاڑ بیت الہیا کے قریب دشمن کی بڑی کمک پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے ضرارؓ بن الازور بن سنان کو پانچسو شہسواروں کے ساتھ اس غرض سے بھیجا کہ اگر یہ دیکھو کہ تمہارا ان پر کچھ قابو چل سکتا ہے تو اس سے لڑو۔ اور اگر تمہاری طاقت ان کے مقابلے کی نہ ہو تو پلٹ آؤ۔ بیشک تم مضبوط اور بہادر ہو۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے تم کو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ دیدہ دانستہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالو۔

ضرارؓ مع لشکریوں کے بیت لہیا تک پہنچے اور وہاں دشمن کے انتظار میں گھات لگا کر چھپ گئے۔ رومیوں کا مقدمہ الحبشی دلیعنی سامنے کی طرف کا حفاظتی دستہ آگے آگے تھا۔ ضرار کے سوار اس برق رفتاری سے دشمن پر جھپٹے کہ یہ حفاظتی جماعت منتشر ہو گئی۔ اور ضرارؓ یورش کرتے ہوئے وردان کے قریب جو اپنی فوج کے قلب میں تھا۔ اچانک پہنچ گئے۔ جنرل حمران بن وردان اپنے

باپ کی حفاظت کے لیے آگے بڑھا مگر وہ ضرارؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ضرارؓ نے اپنے نیزہ کو حمران کے جسم سے نکالا تو نیزے کا پھل حمران کے جسم کے اندر رہ گیا۔ رومیوں نے جھپٹتے ضرارؓ کو گھیر کر قید کر لیا۔

چونکہ مسلمانوں کے لشکریوں کا کافی نقصان ہو چکا تھا لہٰذا رافعؓ بن عمیرۃ الطائی نے سب کو واپس لوٹنے کا حکم دیا۔

واپس آکر رافعؓ نے خالدؓ کو اطلاع دی کہ وردان کے ساتھ بارہ ہزار فوج ہے۔ اور ضرارؓ نے وردان کے بیٹے جرنیل حمران کو قتل کر دیا ہے اور جاسوسوں سے اطلاع ملی ہے کہ رومی ابھی کچھ دن بیت لہیا میں قیام کریں گے۔

خالدؓ نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ سے مشورہ کر کے میسرہؓ بن مسروق العبسی کو اپنی جگہ مقرر کیا اور خود دو ہزار شہسوار لے کر رومیوں کی طرف بڑھے اور یکبارگی رومیوں پر حملہ کر دیا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ خالدؓ اپنے لشکر سے آگے اشعار رجز پڑھتے تھے اور ان کا گھوڑا (کمیت) پوری تیزی سے دشمن پر قتال کے لیے بھاگ رہا تھا کہ ناگاہ انھوں نے ایک شہسوار کو اپنے سے آگے بڑھتا دیکھا جو کمیت رنگ بلند قامت گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں بڑا

سانیزہ تھا اور اس کی طرز شاہسواری۔ ہوشیاری۔ حربی چال اور وضع سے شجاعت ٹپک رہی تھی۔

گو اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں ڈھیلی کردی تھیں مگر اسے اپنے گھوڑے کی نقل وحرکت پر پورا پورا قابو تھا وہ اپنے گھوڑے کی زین پر ایسا جما ہوا بیٹھا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ اپنے گھوڑے پر چسپاں ہے اور گھوڑا اس کے ہر اشارے کا مطیع ہے۔ اس نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے اوپر اس نے زرہ پہن ہوئی تھی اور اپنی کمر کو اوپر سے چادر کے ساتھ بہت مضبوطی سے باندھ رکھا تھا اور وہ برق رفتاری سے اور جذبہ سے بھرپور سب سے سبقت لے جا رہا تھا۔

خالدؓ نے کہا کاش میں یہ جانتا کہ یہ مجاہد شہسوار کون ہے؟ لہٰذا خالدؓ اس کے پیچھے روانہ ہوئے تاکہ اس کے متعلق معلوم کریں کیونکہ اب وہ بجلی بن کر رومیوں پر گرنے لگا تھا اور ایک مخالف کو جہنم پہنچا کر دوسرے پر شاہین کی طرح لپکتا تھا۔ وہ رومی لشکر پر اس طرح سے حملہ آور تھا جیسے ایک باز چڑیا کے غول پر بار بار حملہ کر رہا ہو۔ اسی طرح سے وہ رومیوں کے ایک جتھے پر قتال کرکے دوسرے جتھے میں گھس جاتا تھا۔

اس کا نیزہ خون سے لبریز تھا۔ اس نے بہتوں کو بری طرح سے زخمی کیا تھا۔ نیز بہت سے رومیوں کو خاک میں ملا چکا تھا مگر

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس شیرنی کی طرح ہے جو اپنے بچے کو شکاری کے پنجے سے بچانے کی فکر میں ہو۔ کیونکہ اس کی نقل و حرکت میں قلق اور فکر موجود تھا۔ دیکھتے دیکھتے وہ پھر رومیوں کے اندر گھس گیا اور خالدؓ کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

رافعؓ بن عمرۃ الطائیؓ نے بھی اس سوار کو دور سے جب دشمن پر بار بار وار کرتے دیکھا تو سمجھے کہ وہ سوار خالدؓ بن ولید کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ وہ اسی طرح سوچ میں تھے کہ دفعتاً خالدؓ، رافعؓ کے قریب پہنچ گئے۔ پس رافعؓ با آواز بلند خالدؓ سے پوچھا کہ وہ شہسوار کون ہے جو اپنی جان کو دلیری اور ہوشمندی سے خدا کی راہ میں دشمنوں پر موت بن کر صرف کر رہا ہے۔ ؟

خالدؓ نے کہا۔ بخدا مجھے خود معلوم نہیں ہے اور اس کے حالات اور صفات نے مجھکو تعجب میں ڈال رکھا ہے۔"

رافعؓ نے کہا کہ میں نے اس کا یہ حال دیکھا ہے کہ وہ تن تنہا ہے اور رومیوں کے لشکر میں دائیں بائیں نیزہ مار کر ہمارے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے۔"

خالدؓ نے پکارا اے مسلمانو! سب کے سب میرے ساتھ ملکر بالاتفاق حملہ کر کے اس شاہسوار کی حمایت کرو تاکہ وہ دشمنوں کے نرغے میں نہ آجائے۔ یہ کام حمایت خدا ہوگا۔" خالدؓ کے ساتھ ملکر سب نے حملہ کیا اور دیکھا کہ وہ شاہسوار رومیوں کے لشکر کے

قلب میں سے دفعتاً نکلا - وہ ایک آگ کے شعلہ کی مانند تھا۔ وہ خود اپنے جسم پر زخم لگنے سے خون سے بھرا ہوا تھا اور اس کے گھوڑے سے پسینہ ٹپکتا تھا۔

جو رومی سوار اس کی زد میں آجاتا تھا اسے جہنم رسید کرتا تھا اور پھر پلٹ کر اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ مل جاتا تھا۔ وہ شاہسوار اسی طرح لڑ رہا تھا کہ یکایک بہت سے رومی سواروں نے اسے گھیرے میں لے لیا۔ فوراً ہی خالد اس کی مدد کو پہنچ گئے اور جب انھوں نے رومیوں پر حملہ کر کے اس سوار کو دشمنوں کے ہاتھ قید ہونے سے بچا لیا۔ تو وہ شہسوار خالدؓ کی جماعت سے آملا۔!

پس مسلمانوں کے لشکریوں نے بہ نظر غور اس کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ گویا وہ ایک ٹکڑا ارغوان پھول کا ہے (جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے) اور وہ خون میں آلودہ تھا۔ پس خالدؓ نے اسے پکارا اور کہا۔ خدا تجھکو جزائے خیر دے کون شخص ہے تو؟ ہماری آگہی کے واسطے اپنے ڈھاٹے کو اتار دے! مگر اس سوار نے خالدؓ سے اور کچھ کلام نہ کیا بلکہ اپنے تئیں لوگوں کے بیچ اندر چھپایا۔ پس پکارا لوگوں نے:

"اے نیک مرد سردار! تجھکو عرب کا سردار خالدؓ پکارتا ہے اور تجھ سے کلام کر رہا ہے اور تو اس سے اعراض کرتا ہے؟

چل اپنے سردار کے پاس بیان کر اپنا تمام اور حال تاکہ وہ تم کو بزرگ تر کریں۔"

مگر اس پر بھی اس سوار نے جواب نہ دیا۔ اتنے میں خالدؓ خود اس کے پاس پہنچ گئے۔ اور اسے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"افسوس ہے کہ تم مجھ سے اور میرے مجاہدوں سے اپنا اصلی حال چھپا رہے ہو۔ تم کون ہو۔؟

جب خالدؓ نے اصرار کیا۔ تب اس سوار نے اپنے ڈھاٹے کے نیچے سے ان کو عورت کی زبان میں کہا۔ "اے سردار یہ حرکت میں نے آپ کی روگردانی یا نافرمانی کی وجہ سے نہیں کی بلکہ اس کی وجہ حیا و شرم ہے کیونکہ میں شریف نسب خاتون ہوں اور میں یہاں پر دشمنوں سے انتقام لینے کی غرض سے آئی ہوں۔"

خالدؓ نے پھر کہا۔ "آخر تم کون ہو؟ اس سوار نے کہا خولہؓ الازور کی بیٹی ہوں اور ضرارؓ جو قیدی ہیں میرے بھائی ہیں۔ میں قبیلہ مذحج کی عورتوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دفعتاً مجھ کو ضرارؓ کے قید ہونے کی خبر پہنچی۔ پس میں فوراً سوار ہو کر یہاں پہنچی۔ باقی کا حال آپ کو معلوم ہے۔ میں نے ابھی تک اپنے بھائیؓ کو نہیں پایا ہے۔"

خالدؓ نے کہا۔ "میں خود اسی غرض سے آیا ہوں۔ ہم سب ملکر پھر حملہ کریں گے جبتک کہ ضرارؓ کو دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑا نہیں لیں گے

نہیں لوٹیں گے۔

عامر بن الطفیل نے روایت کی ہے کہ میں اس وقت خالدؓ کے دائیں طرف تھا جب خالدؓ نے دشمنوں پر حملہ کیا۔ خولہؓ خالدؓ کے شانہ بہ شانہ دشمنوں پر بار بار برق بن گرتی تھی اور جس طرف جاتی تھی دشمنوں کو موت کی گھاٹ اتارتی تھی۔

مسلمانوں کے مسلسل با عزم حملوں اور بہت سا جانی نقصان ڈھانے کی وجہ سے رومیوں میں گھبراہٹ پیدا ہوگئی اور اگر وردان کا خوف نہ ہوتا تو وہ کبھی کا میدان چھوڑ کر چلے گئے ہوتے۔ یہ لڑائی دوپہر تک اسلئے جاری رہی کیونکہ وردان کے سمجھانے سے رومی سپاہی ثابت قدم ہوکر لڑنے لگے تھے مگر جس طرف خالدؓ۔ رافعؓ اور خولہؓ جاتے تھے وہاں کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔ خولہؓ لڑتے وقت برابر بلند آواز سے رجز کے اشعار پڑھتی جاتی تھی تاکہ شاید اس کا بھائی اس کی آواز سن لے۔ بقول عامر اس رجز کے اشعاروں سے مجاہدین کے دلوں میں جذبہ کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

خولہؓ ایک شیرنی کی مانند تھی جو اپنے بھائی ضرارؓ کی تلاش میں تھی حتیٰ کہ دوپہر کا وقت آگیا اور دونوں فوجیں سستانے کیلئے ایک دوسرے سے الگ ہوگئیں۔

خولہؓ بنت الازور نے ہر مسلمان سے پوچھا کہ کسی نے اس کے بھائی کو دیکھا ہے۔ خولہؓ کی بے چینی نے خالدؓ کو بھی بے چین کر دیا۔

اور وہ جلد ہی جوابی حملہ کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی اثنا میں مسلمانوں نے دیکھا کہ رومی فوج کے میمنہ میں سے سواروں کا ایک گروہ نکلا جو نہایت ہی تیز رفتاری سے ان کی طرف آرہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جوابی حملہ کرنے آرہے ہیں۔ خالدؓ نے فوراً اپنے ساتھیوں کو ان کا مقابلہ کرنے کے لئے حکم دیا۔ اور وہ خود بھی ان سے لڑنے کے لئے آگے بڑھے مگر جیسے ہی وہ رومی خالدؓ کی فوج کے قریب آئے تو انھوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور گھوڑوں سے اتر کر مغوں مغوں" یعنی - امان امان " پکارنے لگے۔ خالدؓ نے ان و امان دیدی اور اپنے مجاہدین کو فرمایا کہ ان کو آپ کے سامنے تیں تاکہ ان سے سوال کئے جائیں کہ وہ کون ہیں اور کیسے آئے ہیں ان رومیوں نے کہا۔

"ہم ذدوآن کی فوج کے لوگ ہیں اور حمص چھاونی کے رہنے والے ہیں چونکہ ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ہم آپ لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے - اس واسطے ہم اپنے اور اپنے اہل و عیال کی امان کی درخواست لے کر آپ کے پاس آتے ہیں ـــــ اب آپ ہمیں ان لوگوں کی طرح سمجھیں جنہوں نے ہم سے پہلے آپ سے صلح کی ہے اور ہم آپ کو اپنی بساط کے بموجب جتنا مال آپ طلب کریں گے آپ کو دیں گے۔ اور شہر کے دوسرے لوگوں کو بھی انہی شرائط پر رضامند کر لیں گے۔

خالدؓ نے فرمایا کہ جب ہم تمہارے شہر میں پہنچیں گے تو پھر صلح کریں گے۔ اس جگہ ہم صلح نہیں کر سکتے البتہ تم ہمارے ساتھ رہو جب تک کہ اللہ تعالےٰ کو ہمارے اور ہمارے دشمنوں میں صلح کرانا منظور ہو۔"

اس کے بعد خالدؓ نے اپنے مجاہدین کو حکم دیا کہ ان کو نگرانی میں رکھا جائے۔ اور پھر ان سے پوچھا۔

"کیا تم کو ہمارے ساتھی کا حال معلوم ہے۔ جنھوں نے تمہارے سپہ سالار وردان کے بیٹے کو قتل کیا تھا۔؟" انھوں نے جواب دیا۔

"غالباً آپ کی مراد اس ننگے جسم والے شہسوار سے ہے جو جس طرف گھوڑے کا رخ کرتا قیامت برپا کر دیتا تھا اس نے جرنیل حمران بن وردان کو قتل کیا تھا۔"

خالدؓ نے کہا ہاں! "مجھے بتاؤ کہ اس پر کیا حال گذرا۔؟"

رومیوں نے کہا۔ کہ جب وردان نے اس پر قابو پایا تو اسے ایک شتر (اونٹ) پر باندھکر سوار کرا دیا۔ اور اس کو ایک سو شہسواروں کے حفاظتی دستے کے ساتھ بجانب حمص روانہ کر دیا ہے تاکہ اسے قیصر ہرقل کے حضور میں پیش کرے۔ کیونکہ وردان کے خیال میں وہ بہت ہی دلیر اور جنگجو شاہسوار تھا۔"

خالدؓ یہ سنکر کہ ضرارؓ زندہ ہیں بہت خوش ہوئے اور انھوں

نے رافع بن عمیرۃ الطائی کو بلا کر فرمایا کہ

"تم اس ملک کی راہوں سے خوب واقف ہو نیز تم دلیر بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ تدبیر اور حیلے میں یکتا ہو۔ بس آپ ان جانبازوں کو جن پر آپ کو بھروسہ ہے اپنے ہمراہ لے جاکر ضرار رض کو چھڑا لائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس کام میں کامیاب ہوں گے اور اس کامیابی سے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کروگے۔"

رافع رض نے اس امر کو بخوشی قبول کیا اور یک صد مجاہدین کو اپنے ساتھ لے لیا۔

جب خولہ رض بنت ازور کو یہ خوشخبری ملی تو وہ مسلح ہو کر خالد رض کے پاس پہنچی اور کہا۔

"اے ہمارے سردار میں تم کو ذات پاک اور بہترین خلائق یعنی رسول اللہ صلعم کا واسطہ دلاتی ہوں کہ مجھے بھی اس جماعت کے ساتھ روانہ کردیں تاکہ میں بھی ان کی مدد دہی میں شریک رہوں"

خالد رض نے رافع رض سے کہا کہ آپ خولہ رض کی شجاعت اور بہادری معلوم ہے سو انکو بھی ساتھ لے لیں۔

رافع رض نے خولہ رض کو بھی ساتھ لے لیا اور روانہ ہو گئے۔

جب ان مجاہدین کا دستہ راہ سلیمہ میں چھوٹے راستے سے پہنچا۔ تو رافع رض نے ادھر ادھر گھوڑوں کے قدموں کے نشانوں کو دیکھا اور جب انہیں رومیوں کے گھوڑوں کے تازہ

نشان نہ دکھائی دیے تو رافع نے مسلمانوں کو کہا "بشارت ہو کہ رومی ابھی اس جگہ تک نہیں پہنچے۔"

لہٰذا رافعؓ نے وادی الحیاۃ کے گڑھوں میں اپنے شہسواروں کو چھپا دیا اور وہ لوگ گڑھے میں گھات لگا کر دشمن کا انتظار کرنے لگے۔ ابھی زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ انہوں نے سڑک پر ایک غبار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنے لشکریوں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کی۔

اتنے میں مسلمانوں نے دیکھا کہ رومی ضرارؓ بن الازور کو گھیرے میں لئے ہوئے بڑی بلا پرواہی سے سڑک پر چلے جا رہے تھے۔ اور ضرارؓ درد ناک آواز میں آیات قرآن پڑھ رہے تھے۔ خولہؓ نے کمین گاہ سے تکبیر کہہ کر حملہ کیا اور کہا۔ "اللہ تمہاری مدد کرے میں تمہاری بہن خولہؓ تمہاری نجات کے لئے آئی ہوں۔"

حمید بن سالم نے روایت کی ہے کہ میں مسلمانوں کی اس جماعت کے ساتھ تھا جس وقت خولہؓ نے تکبیر کہی اس کے ساتھ سب نے تکبیر کہی اور ہم نے تکبیر کہتے کہتے رومیوں پر حملہ کر دیا اور ہر شخص نے اپنے مقابل میں اپنے لئے ایک رومی سوار کو چن لیا اور زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ ہر ایک مسلم سوار نے اپنے مد مقابل کو ختم کر دیا تھا۔!

ضرارؓ کو اللہ تعالےٰ نے نجات دلائی اور ہم سبھوں نے دشمنوں

کے ہتھیار اور گھوڑے لے لیے۔

رافعؓ بن خادم التنوفی سے روایت ہے کہ خولہؓ نے اپنے بھائی کے بند کھولے اور ان کو سلام کیا۔ ضرارؓ نے اپنی بہن کو مرحبا کہا۔

ضرارؓ کو دشمن کے ایک گھوڑے پر سوار کیا اور ایک بھالا بھی ان کے ہاتھ میں دیا۔ ابھی ہم مالِ غنیمت اور گھوڑے جو اپنے سواروں کے مارے جانے کی وجہ سے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے جمع نہ کرنے پائے تھے کہ کچھ اور رومی بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے وہ اس قدر گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ میں تھے کہ ان کو ایک دوسرے کی فکر نہ تھی۔ رافعؓ نے ان کو دیکھکر کہا کہ رومی خالدؓ بن ولید سے بھاگ نکلے ہیں۔ پس رافعؓ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ آگے بڑھو اور وہ رومی جو ہاتھ آئے اُسے پکڑ لو۔

واقدی نے لکھا ہے کہ جیسے ہی خالدؓ نے رافعؓ کو ضرارؓ کے چھڑانے کے لئے بھیجا اس کے ساتھ ہی خالدؓ نے وردان کی فوج پر ایسی حالت میں اچانک حملہ کیا کہ وہ سنبھلنے نہ پائے اور مسلمانوں کے زبردست حملہ کی وجہ سے رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا مگر وردان اس تعاقب سے بچکر نکل گیا۔

خالدؓ اور اس کے مجاہدین تعاقب کرتے کرتے

وادیٔ الحیاۃ میں پہنچ گئے اور رافعؓ کے دستے سے آ ملے۔ خالدؓ نے رافعؓ۔ ضرارؓ اور خولہؓ کو مبارک بادی اور فوراً ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو فتحیابی اور وردان کے فرار ہوجانے کی اطلاع دی۔ اس کے بعد خالدؓ مع مال غنیمت دمشق کو پلٹے۔

جب ہرقل کو وردان کی ہزیمت اور اس کے بیٹے حمران کے مرنے کی خبر ملی تو اسے بہت صدمہ ہوا مگر اس نے ایک تجربہ کار اور دور بین جرنیل کی طرح سے ہمت نہ ہاری بجائے وردان کو لعنت و ملامت کرنے کے اس کی ڈھارس بندھائی اور اسے لکھا کہ

"میں نے تم کو ۹۰ ہزار فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ تم اجنادین کی طرف بڑھو تاکہ مسلمانوں کو ختم کرکے اپنی بدنامی کے داغ کو دھو ڈالو اور ساتھ ہی اپنے بیٹے کے قاتلوں سے بدلہ لو۔"

جب یہ خط وردان کے پاس پہنچا تو اس نے احتیاط کے ساتھ قدم بڑھانے کی ٹھان لی تاکہ پھر سے ہرقل کا منظور نظر ہو جائے۔

خولہؓ ازور نے جس طرح سے اپنے بھائی پر جان قربان کرنے کی مثال قائم کی وہ سب مسلم بہنوں کے لئے قابل تقلید مثال ہے۔ خولہؓ نے بتا دیا کہ وہ مسلم خاتون جو خدا سے جب اپنے

ہاتھ رنگتی ہے تو یہ رسم اسے یاد دلانے کی غرض سے ہوتی ہے کہ وہ اپنی نازک ہاتھوں سے اپنے لوگوں کی حفاظت کرنا بھی جانتی ہے ہاں اس وقت اس کے ہاتھوں پر حنا کے رنگ کے بجائے دشمنوں کے لہو کا رنگ ہوتا ہے۔ خولہؓ کی میدان جنگ میں موجودگی اور اس کے فن حرب اور شمشیر زنی کے ساتھ شہسواری تمام مجاہدین کے لئے قابلِ تقلید مثال تھی ـــ جب تک دنیا قائم رہے گی اس کا نام زندہ و پائندہ رہیگا۔ وہ اپنے بھائی کے لئے قابلِ فخر بہن تھی اور دوسرے مجاہدین کے لیے قابلِ تحسین و ناز تھی۔ اس کے جذبہ جہاد نے اس تھوڑی تعداد کے مسلمانوں میں وہ جذبہ پیدا کیا جس کی مدد سے انھوں نے اپنے سے بارہ گنا دشمنوں کو جو بہتر ہتھیاروں سے لیس تھے شکست فاش دی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالے ہمکو بہت سی خولہؓ بیسویں صدی میں عطا فرمایئے آمین

یہ کیفیت ہے مری جانِ ناشکیبا کی
مری مثال ہے طفلِ صغیرِ تنہا کی
اندھیری رات میں کرتا ہوں جب درد کا آغاز
صدا کو اپنی سمجھتا ہے غیر کی آواز
یونہیں میں دل کو پیامِ شکیب دیتا ہوں
شبِ فراق کو گویا فریب دیتا ہوں

آہ! موجود بھی وہ حسن کہیں ہے کہ نہیں؟
خاتم دہر میں یارب وہ نگیں ہے کہ نہیں؟

باب

اجنادین کی جانب

دمشق میں خالدؓ بن ولید کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ ہرقل نے ایک ایسا نیا منصوبہ بنایا ہے کہ جس کی مدد سے وہ تمام اسلامی افواج جو شام میں ہیں ان کو گھیرے میں لے کر تباہ کر دے۔ ایک طرف تو اس نے تمام راستوں پر ناکہ بندی کے لیے افواج بھیجنی شروع کر دیں تاکہ مدینہ سے کمک نہ آسکے اور ساتھ ہی جہاں تک ممکن ہو شام میں مقیم اسلامی افواج کے دستوں کو یکجا جمع ہونے سے روکا جائے۔

علاوہ ازیں ہرقل نے وردان کو نوے ہزار نئی فوج دی ہے تاکہ وہ اسلامی فوجوں کو کاٹتی مارتی ہوئی وادی یرموک میں دوسری رومی فوجوں سے مل جائے اور پھر بچی کچی محصور شدہ اسلامی فوج کا بالکل خاتمہ کر دے۔ خالدؓ کو یہ بھی کہا گیا کہ وردان نے قسم کھائی

ہے کہ وہ شام میں اسلامی فوجوں کو غارت کرنے کے بعد مدینہ پر دھاوا کر کے اسے تباہ و برباد کریگا۔
خالدؓ نے ابو عبیدہ بن جراحؓ اور دیگر سالاروں سے مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ انھیں جلد از جلد دریائے یرموک کی وادی میں اس طرح پہنچنا چاہیئے کہ دشمن کو اس کی خبر نہ ہو۔
خالدؓ کی مرضی تھی کہ وہ بذات خود ایک دستے کے ساتھ اسلامی فوج کی پشت پر حفاظت کے لیئے رہے تاکہ وہ توما اور دوسرے دشمنوں سے اپنی فوج۔ بار برداری اور عورتوں کو دشمن کے عقب سے محفوظ رکھے۔ مگر جب ابو عبیدہؓ نے اصرار کیا کہ خالدؓ فوج کے آگے رہے تاکہ وردان یا دوسرے رومی دستوں پر حملہ کر کے یرموک تک اس راستہ کی رکاوٹوں کو دور کرتا چلا جائے۔
خالدؓ تو آگے چلے اور ابو عبیدہ نے عقب کے بچاؤ کی ذمہ داری سنبھال لی۔
جب اسلامی لشکر دمشق سے چلا تو توما نے مشہور بطریق (یعنی جنگجو۔ جنگ آزمودہ سالار۔ جو مذہبی رہنما بھی تھا۔) بولص بن بلقا اور اس کے بھائی جرنیل بطرس کو چھ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں پر قتال کے لیئے بھیجا۔ تاکہ وہ ان پر بار بار حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچائے۔
اس سفر میں مسلمانوں کی خواتین اپنے بچوں وغیرہ کے

ساتھ اونٹوں کے کجاول میں سوار تھیں اور بار برداری کی کمی کی وجہ سے ایک ایک شتر پر چھ یا اس سے زیادہ عورتیں مع اپنے سامان کے سوار تھیں۔

بولص نے خود تو ابو عبیدہؓ کے لشکر پر اچانک حملہ کر دیا۔ اور اسی لمحہ اس کے بھائی بطرس نے عورتوں اور بھاری سامان کے بڑے حصہ پر حملہ کیا۔ بولص نے ابو عبیدہؓ کی فوج کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک بطرس مسلمانوں کی خواتین اور کچھ سامان لیکر دمشق کی طرف کافی دور واپس لوٹ گیا۔

لز استراق پر پہنچ کر بطرس رک گیا تاکہ بوقت اشد ضرورت وہ بولص کی مدد کے لئے جلد پہنچ سکے۔

جب یہ لڑائی ہو رہی تھی تو ابو عبیدہؓ نے خالدؓ سے مدد کے لئے درخواست کی اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ رومی بہت سی مسلم خواتین کو بھی پکڑ کر لے جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

سہیل بن صباح جن کو ابو عبیدہؓ نے پیامبر بنا کر خالدؓ کے پاس بھیجا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نہایت تیز رفتاری سے خالدؓ کے پاس پہنچا اور ان کو عورتوں کے پکڑے جانے اور ابو عبیدہ پر سخت حملے نیز لڑائی کے نازک حالات کا ذکر کیا تو خالدؓ نے رافع بن عمیرۃ الطائی کو ایک ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ تم عورتوں کو چھڑاؤ اس کے بعد عبدالرحمن بن ابو بکرؓ صدیق کو ایک ہزار

سردار ویجر بھیجا کہ تم ابو عبیدہؓ کی مدد کے لیے جاؤ۔ اس کے بعد ضرارؓ بن الازور کو حکم دیا کہ وہ رومی لشکر پر ایک جانب سے اچانک حملہ کرکے اسے شکست دیدے اور ساتھ ہی قیس بن ہبیرۃ المرادی ان کے پیچھے بھیجا اور خود بھی اسی لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ تاکہ بذات خود حالات کا جائزہ لے سکیں۔

بولص نے چیدہ دستہ بیکر ابو عبیدہؓ کی ذات پر حملہ کیا تھا تاکہ ان کو یا تو قید کرے یا قتل کردے۔

دست بدست لڑائی ہو رہی تھی کہ عین اسی وقت مسلمانوں کے دونوں دستے پہنچ گئے۔ بولص نے جب ضرارؓ بن الازور کو اپنی طرف آتے دیکھا تو سہم گیا۔ اس نے دمشق کی فصیل پر سے ضرارؓ کو کلوس اور عزرائیل کو قتل کرتے دیکھا تھا لہذا جب اس نے ضرارؓ کو اپنے اوپر حملہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے ضرارؓ کے نیزے کی مار سے بچنے کی غرض سے اپنے تیئں گھوڑے سے گرا دیا اور اس تدبیر سے وہ اجل سے تو بچ نکلا مگر ضرارؓ جب اس کا زمین پر ہی خاتمہ کرنے کو تھا کہ بولص نے پکارا۔۔ "اے بدوی! مجھکو باقی رکھ کیونکہ میری بقا میں تمہاری بقا ہے" لہذا ضرارؓ نے اسے زندہ گرفتار کرلیا۔ بولص کے جھنڈے کے گرنے سے رومیوں نے ہمت ہاردی اور بھاگ نکلنے کی کوشش کی۔ مگر ان میں سے بہت کم زندہ بچ نکلے۔

رفاعہؓ بن قیس سے روایت ہے کہ جب ضرارؓ کو معلوم ہوا
کہ قیدی عورتوں میں اس کی بہن خولہؓ بھی ہے۔ تو وہ بہت پریشان
ہوئے اور وہ خالدؓ کے پاس آئے۔ خالدؓ نے ان کو تشفی دی حضرت
ابو عبیدہؓ کو بار برداری اور وہ عورتیں جو قیدی ہونے سے بچ
گئی تھیں انہیں خالدؓ نے اسلامی لشکر کی طرف روانہ کیا اور ساتھ ہی
ان کے عقب میں دو ہزار مزید شہسوار بطور حفاظتی دستے
کے روانہ کئے۔ خالدؓ کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے تاکہ سب دستے
اپنا اپنا مقام حاصل کریں اور پھر تیز رفتاری سے دمشق کی طرف
ضرارؓ کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔ جب وہ استریاق کے مقام
پر پہنچ گئے تو انھوں نے ایک رومی لشکر کو دمشق کی طرف
جاتے دیکھا۔ خالدؓ نے ان پر حملہ کرکے ان کو ختم کر دیا۔ یہ
رومی فوجی درحقیقت بولص کی فوج میں سے تھے۔ جو جنگ
کے حالات بگڑتے دیکھکر پہلے سے ہی بھاگ آئے تھے تاکہ
دمشق میں پہنچکر امان لے لیں یا مزید مدد طلب کریں۔

واقدی رحمۃ علیہ نے لکھا ہے کہ جب بطرس برادر
بولص عرب عورتوں کو دمشق کی جانب لے جا رہے تھے۔
جب وہ لزا استریاق پہنچے تو وہاں اس لئے ٹھہر گئے کہ
جنگ کے حالات کو دیکھ سکیں اور بصورتِ ضرورت بولص
کی مدد کو پہنچ جائیں۔ وہاں ٹھہرنے کے بعد اس نے سب

مسلمان عورتوں کو سامنے بلایا اور خولہؓ بنت الازد کو جب اس نے دیکھا تو اس کی خوبصورتی دیکھکر دنگ رہ گیا اور کہا کہ میں نے اس عورت کو اپنے لئے پسند کرلیا ہے اور اب اس بات کا اعلان اس لئے کررہا ہوں تاکہ آئندہ چلکر کوئی جھگڑا نہ ہو۔ اس کے بعد رومیوں کے فوجیوں نے ہر عورت کو کسی نہ کسی کے لئے پسند کرلیا۔ اور سارے مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کرلیا۔

ان مسلمان عورتوں میں ایسی بھی تھیں جو عمر میں گو بوڑھی تھیں مگر جذبۂ جہاد کے لئے اسلامی لشکر کے ساتھ تھیں یہ عورتیں قوم حمیر [illegible] اولاد۔ عمالیقہ اور تبابعہ کی تھیں۔ یہ شہسوار ہونے کے علاوہ تیر اندازی اور فن حرب میں بہت ہی ماہر تھیں۔ اور رات کے وقت راہ گیری کرنے میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ ستاروں کی مدد سے میدانوں اور جنگلوں میں راہ تلاش کرلینے کی ان کو خاص مہارت تھی۔ اسی خاص مہارت کی وجہ سے مسلم خواتین بحری سفر میں بھی نیوی گیٹر (NAVIGATOR) کا کام نہایت کامیابی اور قابلیت سے سرانجام دیتی تھیں بحریہ میں یہ کام سخت مشکل اور اہم ترین ہے۔ انہی خواتین کی ہمت و عزم سے مسلمان ساتویں صدی عیسوی میں کینٹان (چین) میں پہنچ گئے تھے۔

ان بڑی بوڑھی عورتوں نے سب مسلم خواتین کو یکجا جمع کیا

اور خولہؓ سے انہیں خطاب کرنے کو کہا۔

خولہؓ بنت الازور نے کہا کہ " اے بنو حمیر کی بیٹیو آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی صورت میں بھی رومی گبر تم پر حاوی نہ ہو جائیں یہ شرک ہو گا اور ہمارے لئے حرام بھی، چاہے ہم ان کی خدمت گار (کنیزیں) ہی کیوں نہ بنالی جائیں۔ خبردار تمہاری شجاعت غیرت۔ دانشمندی اور جذبہ جہاد کو آنچ نہ آنے پائے! تمہیں یاد رہے کہ تمہارے ایثار اور قربانی کا چرچا ہر مجالس میں ہر عرب کی زبان پر ہے۔ اس پر ہم کو اور تمام اہل عرب کو فخر و ناز ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وجہ سے اس پر آنچ آجائے۔ بہر صورت ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دینا ہمارا اخلاقی فرض اولین ہے۔"

خولہؓ یہیں تک کہنے پائی تھیں کہ عفیرہ بنت الحمیرؓ نے کہا۔ " اے بنت الازورؓ قسم ہے خدا کی جیسا تم نے کہا ہے کہ ہم شہسواری معاملات لڑائی عقل و شجاعت۔ جذبۂ جہاد اور ایثار میں یکتا رہے ہیں لیکن اس وقت حالات دوسرے ہیں کیونکہ جس کے پاس نہ تو گھوڑا ہو اور نہ نیزہ وہ کیا کر سکتا ہے؟ دشمنوں نے ایسی حالت میں گرفتار کر لیا جبکہ ہم عاجز و ناکارہ تھے اس وقت ہمارے پاس کچھ ہتھیار نہیں ہیں اور ہم مثل ان بھاگنے والے بکریوں کے ایک ریوڑ کی مانند ہیں جنھیں بھیڑیوں نے گھیر کر گرفتار کر لیا ہو۔"

خولہؓ بنت الازور نے کہا۔ "آپ بنو حمیر کی بیٹیاں ہیں یہاں خیموں کی چوبیں لاتعداد ہیں۔ ان کی مدد سے ان بود سے رومیوں پر ہم سب ملکر حملہ کریں۔ ہم نے اُحد کی جنگ میں پتھر مار مار کر دشمن کو عاجز کر دیا تھا۔ بہر حال ایسی ذلت اور خواری سے موت بہتر ہے۔ آنے والی نسلیں یہ تو کہیں گی کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئیں۔ پس جنت ہمارے سامنے ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال ہوگی۔

سب عورتوں نے کہا۔ "ہم خدا کی قسم کھا کر کہتی ہیں کہ ہم نے تمہاری تجویز قبول کر لی ہے سب عورتوں نے خیموں کی چوبیں ہاتھوں میں لے لیں اور ان سب کے آگے آگے خولہؓ بنت الازور عفیرہؓ بنت عفا و امِ ابانؓ بنت عتبہ سلمہ بنت النعمان ابن المقر تھیں۔ باقی سب خواتین ان کے پیچھے صف میں کھڑی ہو گئیں۔ خولہؓ نے پکارا کہ

"سب یکبارگی حملہ کرو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا"

خولہؓ نے تکبیر کہی اور نزدیک والے رومی نگہبان کے سر پر اچانک چوب کے لوہے کا حصہ ایسا مارا کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ خولہؓ نے اس کا بھالا اٹھا لیا۔

بطرس نے جب عورتوں کا غول اپنی طرف آتے دیکھا تو پکارا کہ "بیوقوف عورتو! کیا معاملہ ہے؟" کیوں اپنی جان کے پیچھے

یا تھو دھوکر پڑی ہو ؟ "

عفیرہ ؓ نے کہا : " ہم نے عار اسلام اور عار عرب کی خاطر اپنی جان کو قربان کرنے کی ٹھان لی ہے اور ہم لڑ لڑ کر اپنی جانیں دیں گے اور ساتھ ہی تم میں سے بہتوں کو جہنم واصل کر دیں گے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے ۔ "

بطرس تحکمانہ ہنسا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان عورتوں کو گھیر لو۔ مگر ان پر تلواروں سے وار مت کرو بلکہ ان کو نہتا کر دو اور پکڑ لو تاکہ ہم ان کو اپنی لونڈیاں بنا ئیں۔

جب مسلم خواتین اس طرح سے رومیوں کے ہاتھ نہ آئیں تو غضبناک ہو کر جنرل بطرس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر ان پر پیشقدمی کر کے انہیں منتشر کر دو۔ اور پھر ان کو پکڑ لو اور باندھ لو

جب رومی سواران عورتوں کی طرف بڑھے تو انھوں نے ان کے گھوڑوں کے منہ اور ٹانگوں پر مسلسل وار پر وار کئے ۔ اس طرح سے جو رومی سوار اپنے گھوڑے سے زمین پر گرتا تو وہ اسے چوبوں کے نوہے سے مار دیتیں ۔

اس طرح سے ان مسلم خواتین نے تقریباً بیس رومیوں کو مار دیا۔ جب بطرس نے یہ حال دیکھا تو بہت خشمناک ہو گیا اور خود بھی گھوڑے سے اتر گیا ۔ رومی سپاہیوں کو حکم دیا کہ بچھو سے

(دوشاخہ بھالے) اور تلواریں لے کر ان سب کو گھیر لو۔ اس طرح سے رومیوں نے سب عورتوں کو جب اپنے گھیرے میں لے لیا۔ تو بطرس نے خولہ بنت الازور کو خطاب کر کے کہا

"اے عربیہ تم ایسی ناوان حرکتوں سے باز رہو۔ تم نے بالخصوص میرے چند سپاہیوں کی جان لی ہے۔ مگر اس پر بھی میرے دل میں تیرے لئے بہت جگہ ہے اور میں تمام عورتوں سے تم کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں تم بہت خوش نصیب ہو کیونکہ جرنل بطرس جس پر بے شمار رومی حسین عورتیں جان دیتی ہیں اور اس کی بیوی بننے کی آرزو رکھتی ہیں۔ مگر ان سب پر میں تم کو ترجیح دیتا ہوں۔ تم حسین بھی ہو اور بہادر بھی۔ اگر تم میری ہو جاؤ گی تو تم اپنے ملک میں بود و باش اختیار کرو گی جو کہ بہت سر سبز اور خوشحال ہے۔ جہاں ہر چیز فراوانی سے ملتی ہے۔ میرا رتبہ قیصر ہرقل کے دربار میں بہت بلند ہے۔ تم میری بات مان جاؤ۔ اپنے آپ کو اور دوسری عورتوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ میں تمہیں کل صبح تک سوچنے کا موقعہ دیتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اس نے رومیوں کو ان عورتوں پر کڑی نظر رکھنے کا حکم دیا۔ اور خود وہاں سے چلا گیا۔

ان مسلم عورتوں پر رات بہت کڑی گذری۔ نہ کھانا ملا نہ پانی مگر یہ عرب کی عورتیں ایسی سختیوں کی عادی تھیں۔ بطرس نے سمجھا تھا کہ اس سختی سے ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور جوش و خروش

کم ہو جائے گا۔ مگر جب بطرس دوسری صبح ان کے پاس آیا اور خولہؓ سے پھر مخاطب ہوا۔ تو خولہؓ نے غضبناک ہو کر کہا۔

"اے بدکار کافر کے ناقص بیٹے میں نے خدا کی قسم کھائی ہے کہ جیسے ہی موقع پاؤں گی۔ تیرے سر کو تن سے جدا کر دوں گی۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تم میرے جانوروں یا بکریوں کے چرواہے بننے کے قابل بھی نہیں ہو لہٰذا تم کو جہنم واصل کرنا بھی دنیا کے لئے مفید ہے۔" بقول شاعر

کھانے سے اگر جینا ہوتا مرتے نہ کبھی کھانے والے

کھانا بھی خدا کے حکم سے ہے جینا بھی خدا کے حکم سے ہے

ایمان سے الفت رکھتا ہوں شیطان کو دشمن جانتا ہوں

الفت بھی خدا کے حکم سے ہے کینہ بھی خدا کے حکم سے ہے

رہتا ہوں مست عہد ازل اور شیشہ دل ہے زیر بغل

مستی بھی خدا کے حکم سے ہے پینا بھی خدا کے حکم سے ہے

بطرس یہ تحکمانہ الفاظ سنکر سخت ناراض ہوا اور اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔

"ہمارا قیصر ہرقل کیا کہے گا کہ ہم نے ایسی چند نادان عربی عورتوں کے بل نکال کر انہیں سیدھے راستے پر نہ لا سکے۔ اور ان سے ہار مان لی۔ تم مسیح اور ہرقل کے غضب سے ڈرو۔"

یہ سنتے ہی رومی سپاہیوں نے تلواریں سونت لیں اور مسلم عورتوں کی طرف پوری طاقت سے حملہ کیا مگر عورتوں نے سخت مقابلہ کیا۔ یہ مقابلہ جاری ہی ہوا تھا کہ ان مسلم خواتین کو غیبی مدد مل گئی خالدؓ رافعؓ اور ضرارؓ گھوڑوں کو نہایت تیزی سے بھگاتے ہوئے آگئے۔ وہ حیرت زدہ تھے۔ کہ ان کی بہنیں کس ثابت قدمی اور بہادری سے رومیوں کا مقابلہ ڈٹ کر رہی ہیں۔

ادھر جب بطرس نے مسلمانوں کے شہسواروں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے عورتوں سے کہا میں تمہاری دلیری اور ثابت قدمی سے بہت خوش ہوا ہوں لہٰذا میں تم کو معاف کرتا ہوں اور تم اپنے آدمیوں کے ساتھ مل جاؤ۔ ہماری کچھ باتیں نہیں ہیں اسلئے میں نے صلیب کے صدقے تم کو رہا کر دیا ــــ البتہ جو کچھ تم پر گزری اس کا ذکر اپنے مردوں سے نہ کرنا"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور ایڑ لگائی تاکہ مسلم شہسواروں سے بچ نکلے۔ مگر اس نے دیکھا کہ اسلامی فوج کے قلب سے دو سوار برق رفتاری سے اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور ان میں سے ایک تو زرہ پہنے ہوئے ہے اور دوسرا ننگے جسم ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے زمین کو کاٹتا ہوا چلا آرہا ہے۔ ادھر خولہؓ نے بھائی کو آتے دیکھ تو چیخ کر پکارا۔ "اے بھائی تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ تحقیق اللہ تعالےٰ نے

آپ سب کو ہماری مدد کی لئے عین موقع پر بھیجا ہے۔"

بطرس نے بھاگتے ہوئے خولہؓ سے کہا۔

"جاؤ اپنے بھائی کے پاس مبارک ہو۔" واقدی نے لکھا ہے کہ آناً فاناً ضرارؓ جب بطرس کے قریب پہنچا تو بطرس نے بھاگتے بھاگتے پکارا۔ ضرارؓ لوٹ جاؤ اور اپنی بہن کی خبر لو۔ ایسی بہن تم کو مبارک ہو وہ ہدیہ اور تحفہ ہے میری طرف سے تم کو۔"

ضرارؓ نے پکارا۔ "مجھے قبول ہے اور للکار کر کہا۔ میری طرف سے بھی ہدیہ لیتے جاؤ۔" اور اس کو بھالے کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ وہیں گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہو گیا اور ضرارؓ نے بطرس کا سر اپنے نیزے کی نوک پہ لگا لیا۔

سب سے بدتر بتوں سے ہے امید

سب سے بہتر خدا سے ڈرنا ہے

نشہ جن کو چڑھا ہے نخوت کا

اُن کے چہروں چہروں کو بھی اترنا ہے

اکبر الہ آبادی

خالدؓ بن ولید نے تمام خواتین سے کہا۔ "تحقیق آپ سب یا تو اولاد عمالقہ اور تبابعہ سے ہیں۔ یا پھر تبع بن الاقرن اور تبع بن ابی کرب و ذی رعین و عبدالکلال المعظم اور تبع بن

حسان کی بیٹی تبع کی ہیں - جنھوں نے قبل ظہور رسول اللہ صلعم کے ذکر رسول کیا تھا اور گواہی نبوت کی دی تھی پس آپ نے خواتین عرب کی شجاعت کی روایات کو قائم رکھا ہے۔"

یہ خواتین عرب فن حرب میں یکتا تھیں اور انکی شہرت شہرہ عام تھی - انھوں نے ہی عرب کی خواتین کے لئے یہ روایت چھوڑی ہے کہ ننگ و ناموس کی حفاظت کی خاطر عرب عورت جان کی قربانی اور موت کو زندگی سے افضل اور عزیز سمجھتی ہے۔

خالد بن ولید رضؓ نے ایک چیدہ شہسواروں کا دستہ بھگوڑے رومیوں کے عقب میں بھیجا تاکہ ان پر قتال بھی کریں۔ مگر صرف اہل دمشق کو اپنی صورت دکھلا کر جلد ترین واپس لوٹ آئیں۔ تاکہ اہل دمشق خوف و ہراس سے قلعہ بند رہیں اور ان کی طرف سے مزید حملے کا خطرہ جاتا رہے مگر کسی حالت میں طویل جنگ میں نہ الجھیں۔

ابو عبیدہ رضؓ بن الجراح مقام مرج رابط پہنچ کر اسلئے ٹھہر گئے اور خالد رضؓ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ خالد رضؓ جلد ترین یرموک کی وادی میں اسلئے پہنچنا چاہتے تھے کہ وہ رومیوں کے مختلف دستوں کے یکجا ہونے سے قبل ہی ان پر قتال شروع کرسکیں۔

خالدؓ جب اجنادین شہر کے قریب پہنچے تو اس وادیٔ یرموک کو اپنی دفاعی نقل وحرکت کے لئے نہایت موزوں پایا اور آخرکار ۳۳ ہزار فوج سے دشمن کے نوے ہزار کے قوی لشکر کو شکست فاش دی۔ اس کے بعد پھر دمشق کو فتح کرنے کی غرض سے واپس ہوئے۔

حامدؓ بن عون الربعی کے حوالے سے واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں نے ضرارؓ بن الازور کو ۳۰ رومیوں کو قتل کرتے دیکھا۔ اور خولہؓ بنت الازور۔ عفیرہؓ بنت الحمیر اور دوسری خواتین کو ایسی سخت لڑائی چوبوں کے ساتھ کرتے دیکھا کہ انہوں نے ہم سب لشکریوں کو حیرت میں ڈالدیا اور سب کے منہ سے مرحبا نکلتا تھا۔

رومی اسلئے سخت پریشان ہو گئے تھے کہ سامنے سے ان پر مسلم شہسوار حملے کر کے جہنم واصل کر رہے تھے اور عقب سے عورتیں ان کے سر میں چوبیں مار مار کر ان کے سر پھوڑ رہی تھیں۔ وہ سب ایک زخمی شیرنی کی مانند تھیں جسے جان کی ہرگز پرواہ نہیں ہوتی۔ ہمیں یہ تو معلوم نہ تھا کہ وہ کس وقت سے لڑائی لڑ رہی ہیں مگر ان سب کو ہم نے تازہ دم حالت میں دیکھا۔ یہ سماں دیکھکر ہماری آنکھیں خوشی اور فخر سے چمک اٹھیں۔

مذکورہ بالا واقعات کے چند اہم نتائج ہمارے سامنے آتے
ہیں۔ کہ جب افراد اپنے لئے ایک اصول زندگی بنا لیتا ہیں تو
وہ عربی ہوں یا عجمی۔ رومی ہوں یا شامی۔ ان کے کردار میں
ایک نمایاں فرق نمودار ہوتا ہے۔ آپ احد کے میدان میں جائیں
یا جنگ خندق میں ایران کے محاذ پر ہوں یا شام کی وادیوں میں۔
وہاں یہ پتہ چلتا ہے۔ وہی قوم۔ قبیلے یا افراد اسلام قبول کرنے
کے بعد اپنے لئے ایک کردار قائم کر لیتے ہیں۔ مثلاً خولہؓ بنت
الازور کا بھائی ضرارؓ کے قید ہونے کی جذباتی ہیں تو سراسیمہ ہوکر
ہمت نہیں ہارتیں بلکہ اپنے بھائی کے کرانے میں ایک بنے
ہوئے منصوبے پر عمل کر کے مسلم عورتوں کے لئے ایک نیا مقام
قائم کرتی ہیں۔ اور جب وہ خود دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار
ہو جاتی ہیں تو ہاتھ پر ہاتھ رکھکر رونے دھونے اور واویلا
نہیں کرتیں بلکہ تقدیر کو تدبیر کی مدد سے تبدیل کرنے کی فکر
میں رہتی ہیں۔ وہ صبر اور حوصلے سے کام لے کر اپنی اور اپنے
ساتھیوں کے لئے اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ جذبۂ جہاد اسلامی
روایات ان سب کی راہگری کرتا ہے۔ وہ مایوسی اور مغروری
کے اندھیرے اور کٹھن راستوں کو اسلامی اصولوں کی مشعل
سے روشن کرتی ہیں اور آخر کار کامیاب و کامران ہو جاتی ہیں
یہ انہیں مشرک قبیلوں اور قوم کی بیٹیاں ہیں جنھوں نے احد کے

میدانِ جنگ میں دف بجا بجا کر اور قومی رجز گا گا کر شرک
قبیلوں کی ہمت بڑھانے کی سعی کی تھی - اپنے بھائیوں
اور شوہروں کو سرمہ دانی اور سرمہ کی سلائیوں سے غیرت دلانے
کی کوشش کی تھی - اور جو قیدی بنیں انھوں نے کنیز بننا قبول
کر لیا - اسی طرح سے یہودی اور عیسائی عورتیں اپنی عبادت
گاہوں میں روتی رہیں - کراہتی رہیں اور اس وقت تک
یہ حالت رہی جبتک کہ دشمن کے سپاہیوں نے انھیں
لونڈیاں یا کنیزیں نہ بنا لیا -

ہندو عورتوں کی دلبری کا مظاہرہ اپنے آپ کو
آگ میں جلا کر راکھ کر دینا انتہائی شجاعت کا مقام تھا -
مگر مسلمان عورتیں امن ہو یا جنگ اپنے شوہروں اور بھائیوں
کا ہر حالت میں ہاتھ بٹاتی رہیں اور جب تک
مسلمانوں کا یہ اصولِ زندگی رہا - فتحمندی - کامرانی - خوشحالی،
ان کے قدم چومتی رہیں دشمن ان کو عزت و احترام کی نظروں
سے دیکھتا تھا - محفلِ میلاد کا مقصد تب ہی پیدا ہو سکتا ہے
جب کہ ہم ان روایات کو اپنے سامنے رکھکر ان کو مشعلِ راہ
بنائیں - ورنہ ان کا صحیح مقصد موہوم بن کر رہ جاتا ہے -

نہ کوئی تکریم باہمی ہے نہ پیار باقی ہے اب دلوں میں
یہ صرف تحریر میں ڈیر سر ہے یا جناب مکرمی ہے

نظر مری ادر ہی طرف ہے ہزار رنگ زمانہ بدلے
ہزار باتیں بنائے ناصح جمی ہے دل میں جو کچھ جمی ہے

میری وفا میں ہے کیا تنزل میری اطاعت میں کیا کمی ہے
یہ کیوں نگاہیں پھری ہیں مجھ سے مزاج میں کیوں یہ برہمی ہے

اگر میں رند محترم ہوں مگر اسے شیخ جی سے نہ پوچھو!
کہ ان کے آگے تو اس زمانے میں ساری دنیا جہنمی ہے

باب

فتح دمشق اور اس کے بعد

"بہت جگہ تھوڑی جماعت غالب ہو جاتی ہے بہت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے مومنوں کے۔"

قرآن مجید

اجنادین کی جنگ میں مسلمانوں کی فتحیابی کی اہمیت سے ہرقل خوب آشنا تھا۔ گو وہ دل ہی سہم گیا مگر اس نے خالدؓ کے تحت فوجوں کو تباہ کرنے کی ٹھان لی۔

ہرقل نے تمام گورنروں کو فوجیں جمع کرنے کا حکم دے دیا اور اُن کو بحری راستے سے بحر وسط (MEDITRENIAN SEA) کی بندرگاہوں پر جمع کرنا شروع کر دیا تاکہ دوبارہ فوجی دستوں کا ایسا جال پھیلائے کہ اسلامی فوج کو اس میں پھنسا کر وہیں ختم کر دے

ہرقل نے اپنے داماد جرنل توما جو دمشق کے صوبہ کا گورنر تھا۔ کو

حکم دیا کہ مسلمانوں سے جم کر لڑے اور اُن کو اس وقت تک وہیں مصروف رکھے جبتک کہ اُس کی فوجوں کے دستے مقررہ دفاعی منصوبہ کے مطابق نقل و حرکت سے مسلمانوں کی فوج کو گھیرے میں نہ لے لیں۔

اِدھر حضرت ابو بکرؓ کی تاکید یہ تھی کہ طرطوس کے پہاڑی علاقے تک ملک کو رومیوں کے اثر سے جلد از جلد پاک کرے۔ کیونکہ قیصر ہرقل کی جنگی تیاریوں اور ایران کے بدلتے حالات کی وجہ سے ایسا کرنا ازحد ضروری تھا۔

خالدؓ نے اجنادین سے رومیوں کے تعاقب میں کئی دستے روانہ کئے تھے مگر اُن کو حکم دیا کہ وہ دمشق سے آگے نہ بڑھیں اور دمشق کا پھر سے محاصرہ کر لیں۔

اسلامی لشکر اجنادین میں زیادہ دیر نہ ٹھہرا۔ جلدی ہی مالِ غنیمت جمع کر لیا تو باقی ماندہ فوج کو لے دمشق کو روانہ ہو گئے۔ اب دمشق کا محاصرہ بہت سختی سے کیا گیا۔ جرنل توما جنگ کو طول دینے کی غرض سے اپنے نامور شمشیر زنوں کو قلعے سے باہر بھیجتا اور یہ لوگ مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دیتے۔ توما نے جب یہ دیکھا کہ اس کے نامور شمشیر زن یکے بعد دیگرے مارے جا رہے ہیں نیز فوجیوں اور عوام کے دلوں میں ہراس نے جگہ لے لی تو اس نے حیلہ اور فریب سے کام لینا شروع کیا۔ وہ یکدم رات کے وقت مختلف دروازوں سے

پیدل دستوں کو رات کے وقت بھیجتا اور مسلمانوں پر شب خون مارتا
اس کے جواب میں خالدؓ باری باری ایک ہزار شہسواروں کے دستے
مقرر کرتے جو رات بھر گشت کرتے اور جیسے ہی رومی شب خونی کے
لئے نکلتے وہ ان پر بجلی کی طرح سے گرتے اور انہیں قتل کر دیتے۔ جب
توما کا یہ منصوبہ بھی کارگر نہ ہوا تو اس نے کہا کہ میں خود اپنی قیادت
میں مسلمانوں پر صبح کاذب کے وقت حملہ کروں گا۔ کیونکہ اس وقت
مسلمان عموماً مختلف ضروریات سے فراغت میں مصروف ہوتے
ہیں تاکہ فجر کی نماز با جماعت ادا کریں۔

شرجیلؓ بن حسنہ کا بیان رفاعہؓ بن قیس کی زبانی واقدی
نے لکھا ہے کہ توما نے صبح کی پو پھٹنے کے وقت باب توما سے نکل
کر ہم پر سخت حملہ کیا۔ رومیوں نے اس سے قبل اتنی دلیری اور
عزم سے کبھی لڑائی نہ کی تھی۔ اس دست بدست لڑائی میں ہمارا
بھی بہت نقصان ہوا۔ رومی تیرانداز شہر کی فصیل سے بہت کارگر
طور سے تیر مارتے تھے اور گوپیے سے پتھر تاک کر پھینکتے تھے۔ ابانؓ بن
سعد بن العاص نے توما پر حملہ کیا مگر ابانؓ توما کے چلائے ہوئے
تیر کا نشانہ بن گیا۔ ابانؓ نے وہیں تیر کو نکال لیا اور اپنے عمامے
سے زخم کو کس کر باندھ لیا۔ توما مع لشکریوں کے پھر قلعہ کے اندر
چلا گیا۔

چونکہ ابانؓ کو بہت ہی زہریلا تیر لگا تھا۔ لہٰذا جب اسکے

ساتھی اُسے اُٹھا کر اپنے کیمپ میں لے آئے تو اس نے اپنے ساتھیوں کو زخم پر سے عمامہ کھولنے کو تاکید سے منع کیا۔ اور کہا مبادا ایسا کرنے سے زہر باقی جسم میں پھیل جائے گا۔ مگر ابانؓ کی بات کو ان کے ساتھیوں نے نہ مانا اور اُنہوں نے زخم پر سے عمامہ کھول دیا اور مرہم پٹی کی۔ عمامہ کھولنے کے تھوڑی دیر بعد ابانؓ نے اپنی آنکھ آسمان کی طرف کی اور کلمہ شہادت کہتے ہوئے شہید ہو گئے۔

اس سانحہ کی خبر جب ام ابانؓ بنت عتبہ بن ربیعہ زوجہ ابانؓ کو ... ملی تو اُسے سخت رنج ہوا۔ ام ابانؓ دمشق کے محاصرے۔ اور جنگ اجنادین میں شامل تھیں۔ وہ مشہور تیر اندازوں میں سے تھیں اور اِن جنگوں میں اس نے بہت شہرت حاصل کی تھی۔ اجنادین کی فتح کے فوراً بعد اُن کی شادی ابانؓ سے ہوئی تھی۔ لہذا اس کے ہاتھوں سے رنگتِ حنا اور جسم سے خوشبو عطر ابھی تک نہ چھوٹی تھی۔ مگر وہ ایک ایسے گھرانے کی بیٹی تھی جو شجاعت میں شہرہ آفاق تھا۔ لہذا وہ عزم و صبر سے اُٹھیں اور اپنے شوہر کی لاش پر گئیں۔ دعائے خیر پڑھی۔

خالدؓ سے روایت واقدی رحمۃ علیہ نے لکھی ہے کہ

"ام ابان اپنے خاوند کی لاش کو دیکھ کر نہ تو چیخیں نہ چلائیں بلکہ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد جب وہ میرے پاس آئیں۔ تو اپنے خاوند کی زرہ بکتر پہنے ہوئے تھیں اور ترکش و کمان سے لیس تھیں انہوں

نے مجھ سے دریافت کیا کہ کونسے دروازہ کے سامنے اس کا خاوند شہید ہوا اور رومیوں کے کون سے سالار کے حکم سے شہید کیا گیا۔ میں نے کہا کہ وہ توما دروازے کے سامنے لڑائی لڑتے شہید ہوئے ہیں اور اُن کو خود توما کا چلایا ہوا زہریلا تیر لگا تھا۔

یہ سنتے ہی ام ابانؓ میری اجازت سے شرجیلؓ بن حسنہ کے لشکر کے ساتھ مل گئیں۔ جن کو اُس دروازے کی نگرانی پر میں نے تعین کیا ہوا تھا۔ میں نے ام ابانؓ کو بتا دیا کہ توما رومیوں کا سالار اعظم ہے اور جب وہ جنگ میں شریک ہوتا ہے تو وہ اپنے ہاتھ میں سونے کی صلیب جس میں ہیرے جڑے ہوئے ہوتے ہیں لئے ہوئے ہوتا ہے میں نے بہ امانِ خدا کہکر رخصت کیا۔

شرجیلؓ بن حسنہ کا بیان واقدی رحمتہ علیہ نے لکھا ہے کہ۔

"ام اباںؓ نہایت ہی دلیر اور قابل تیر انداز ہونے کے علاوہ بہت ہی دانشمندی سے لڑنے والوں میں سے تھیں۔ ہم سب اُس کی جفاکشی اور ہمت پر نازاں تھے۔ تیراندازی کرتے وقت وہ بہت مستقل مزاجی کی وجہ سے اپنا نشانہ نہ چوکتی تھی۔

آخر کار ایک دن توما پھر زبردست فوج کے ہمراہ توما نامی دروازے سے نکلا۔۔۔ وہ جواہرات سے جڑی سونے کی صلیب ہاتھ میں اٹھائے ہوئے ہر جگہ پھرتا۔۔۔ اور رومیوں کے حوصلے بڑھاتا۔۔۔ یہ صلیب اعظم روحانی نظریئے سے اس کی محافظ تھی۔ اور دنیاوی نظریئے سے اس

کے عہدے۔ وقار اور جنگجو ہونے کا مظاہرہ کرتی تھی۔

شرجیلؓ نے کہا کہ وہ رومیوں کو پکار پکار کر ہمت دلا رہا تھا اور جنگی نقل و حرکت کے لئے احکام جاری کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ام ابانؓ نے توما پر ایسا تیر چلایا کہ اس کے تیر کا نشانہ توما کے ہاتھ پر لگا۔ اور تیر اس کے ہاتھ میں گھس گیا۔ دفعتاً ہم نے صلیب کو گرتے دیکھا۔ ہم سب اُس جواہرات سے ٹکی ہوئی صلیب کو لینے کیلئے لپکے۔

اُدھر رومی سپاہی اس کی حفاظت کے لئے ہم پر حملہ آور ہوئے طرفین ایک دوسرے سے صلیب کے حاصل کرنے میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ توما کے طبیبوں نے توما کے زخم کی مرہم پٹی کی۔ مگر وہ درد سے بہت بیقرار تھا۔ اس کے طبیبوں نے توما کو مشورہ دیا کہ وہ دوبارہ کچھ دیر کے لئے میدان جنگ میں نہ جائے مبادہ پھر سے چھوٹ نہ جائے۔ مگر وہ اُس جڑاؤ صلیب کے ہاتھ سے نکل جانے سے سخت پریشان تھا کہ وہ بادشاہ کے سامنے کونسا منہ لے کر جائے گا۔ پس توما نے حکم دیا کہ دروازہ کھول دیا جائے اور مسلمانوں پر زبردست جوابی حملہ کرنے کے لئے بڑا لشکر بطور کمک اُن رومیوں کے لئے بھیجا جو مسلمانوں سے صلیب کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے لڑائی لڑ رہے تھے۔

مگر توما صلیب کے ہاتھ سے جانے پہ اس قدر پریشان تھا کہ

وہ فوراً بذات خود مزید لشکر لے کر صلیب کو دوبارہ حاصل کرنے کی غرض سے آگیا۔ فریقین میں سخت لڑائی ہونے لگی۔ اتنے میں توما نے دیکھا کہ شرجیلؓ بن حسنہ کے ہاتھ میں صلیب اعظم ہے تو وہ سخت غضبناک ہوا اور اپنے رومیوں کو حکم دیا کہ شرجیلؓ بن حسنہ پر نہایت سختی سے حملہ کر کے صلیب چھین لو۔

چنانچہ رومیوں کا بہت بڑا لشکر شرجیلؓ پر لوٹ پڑا۔ لہذا شرجیلؓ نے صلیب اعظم کو زمین پر ڈال دیا اور تلوار لیکر دشمنوں پر لوٹ پڑا۔ دوسری طرف توما خود آگے بڑھا تاکہ صلیب کو دوبارہ حاصل کرے۔

"ام ابانؓ نہایت عزم و حوصلگی سے دشمن پر تیروں سے قیامت برپا کر رہی تھیں کہ اس نے کسی کو پکارتے سنا۔

"خدا غارت کرے توما کو وہ شرجیلؓ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے اور ایک گبر صلیب تک پہنچنے والا ہے۔"

ام ابانؓ نے ایسا تیر مارا کہ وہ تیر اس گبر کے سینے کے پار ہو گیا۔ اور وہ وہیں جہنم واصل ہوا۔ ام ابانؓ نے دیکھا کہ دوسرا رومی پھر صلیب کی طرف لپکا ہے۔ کسی نے پکارا۔

"ارے یہ تو توما ہے"

ام ابانؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے ایسا تیر مارا کہ وہ توما کی آنکھ میں گھس گیا۔ یہ دیکھتے ہی دو جنگجو رومی ام ابانؓ کی طرف بڑھے مگر ام ابانؓ نے پہلے نزدیک سے گبر کو ایسا تیر مارا کہ وہ تیر کھاتے ہی

زمین پر گرا اور مر گیا ۔ پھر دوسرا دوسرے رومی جنگجو کے مارا جو اس کی گردن میں لگا اور وہ بھی جہنم واصل ہوا۔ آنکھ میں تیر کھاتے ہی توما شہر کے قلعے کی طرف پھرا اور اس کے پھرتے ہی رومی لشکر کے قدم اکھڑ گئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا مسلمانوں کے ہاتھ میں صلیب اعظم اور تین جنگجو رومیوں کی زرہ بکتر اور اسلحہ ہاتھ آئے ۔

توما کے طبیبوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح سے تیر نکل جائے مگر جب اس کے نکالنے میں ناکام رہے تو انہوں نے تیر کے پھل کو کاٹ دیا اور آنکھ پر پٹی باندھ دی۔ جب توما کو زخم کے درد سے قدرے آرام ہوا تو اس نے اپنے سالاروں کو بلا بھیجا اور ان سے کہا کہ

"میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک صلیب اعظم واپس نہ لے لونگا آرام وچین سے نہ بیٹھونگا ۔ اپنی ایک آنکھ کے بدلے مسلمانوں کی ہزاروں آنکھیں لونگا ۔ ان کو صحرا میں دھکیل کر تباہ کر دونگا ۔ ان کی مساجد کو خاک میں ملا دونگا اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دونگا"

اس نے تمام سالاروں سے قسم لی کہ وہ صلیب اعظم کے حصول کے لئے اپنی جانیں قربان کر دینگے ۔

شرجیل رضؓ بن حسنہ کو جب مخبروں نے خبر دی تو اس نے خالد رضؓ بن ولید کو ان خبروں سے آگاہ کیا اور مزید کمک کے لئے درخواست کی ۔

صلیب اعظم اور مال غنیمت بھی خالد رضؓ کے پاس بھیج دیا۔

خالد رضؓ نے شرجیل رضؓ اور ام ابان رضؓ کی کارگذاری کا حال سن کر

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور اُس قاصد کے ہاتھ سے شرجیلؓ بن حسنہ کو پیغام یہ پہنچایا کہ۔

"ہر ایک شخص مختلف کاموں میں مشغول ہے اور ضرارؓ بن الازور تمہارے نزدیک اپنے علاقے کی نگرانی میں مصروف ہے۔ بہر حال میں تم سے بہت قریب ہوں اور بوقت ضرورت آپ کی مدد کو پہنچ جاؤں گا۔ ہاں اولین امر یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور دشمن کی تعداد کی کثرت سے نہ گھبراؤ۔"

گو توما خود تو قلعے سے باہر نہ آیا مگر اس کے رومی لشکری قلعے کی فصیل کے مختلف دروازوں سے نکل کر مسلمانوں کے خلاف عزم سے لڑتے رہے۔ یہانتک کہ دن گذر گیا اور عصر کے وقت جب رومی قلعے کے اندر چلے گئے تو مسلمانوں کے دستے نماز کی ادائیگی کے لئے اپنے اپنے کیمپوں میں لوٹ آئے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی اور عشا کی نماز کے بعد آرام کرنے اپنے خیموں کو چلے گئے۔

اچانک حملہ

جب رات کا پہلا پہر گذرا تو توما نے اپنے سالاروں اور مشیروں کو بلایا اور ان کو شرم دلائی کہ۔

"تم ننگے بھوکے عربوں سے ڈر گئے ہو اور وہ تم پر حاوی ہو گئے ہیں اگر اس دن میں دوبارہ زخمی نہ ہوتا اور خاصکر میری آنکھ نہ جاتی رہتی تو

صلیب اعظم کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ مگر آپ نے میرا ساتھ نہ دیا۔ میں نے اب ایسا دفاعی منصوبہ بنایا ہے۔ جس کی پوری طرح سے کامیابی کا امکان ہے۔ میرا منصوبہ یہ ہے کہ میں مسلمانوں پر ناگاہ اور ایسے وقت پر لوٹ پڑوں جبکہ وہ جنگ کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ مگر اس منصوبہ کی کامیابی تم لوگوں کے عزم پر انحصار کرتی ہے۔ ورنہ یہ یاد رکھو کہ یہ بھوکے ننگے عرب تمہاری بیوی بچوں کو اپنی کنیزیں بنائیں گے۔ تمہاری املاک پر قابض ہو کر تم کو غلام بنائیں گے۔ میرا منصوبہ یہ ہے کہ میں خود اپنے دروازے (توما دروازے) سے مع لشکر نکلونگا۔ فلاں سالار جائیگا باب جابیہ پر اور فلاں سالار باب شرقی پر چھاپہ ماریگا۔ جہاں کہ خالدؓ بن ولید مقیم ہے۔ البتہ باب جابیہ کے مسلمان سالار ناکس قسم کے ہیں۔ تیسرا گروہ باب الفرادیس پر حملہ آور ہوگا۔ جہاں عمرو بن العاص مقیم ہیں۔ اور سالار باب کیسان پر حملہ کریگا۔ جہاں سعید بن عمرو بن نفیل العدوی مقیم ہیں۔ جرنل توما نے سب لشکریوں سے کہا کہ وہ اپنے دروازوں کے نزدیک قلعے کے اندر نصف ساعت تک جمع ہو جاویں اور اپنی جمعیت کی تیاری کے متعلق مجھے باب توما پر اطلاع دیں۔

ہر دروازے کے اوپر کٹہرے میں ایک آدمی ہوگا جس کے ہاتھ میں ناقوس ہوگا۔ جس وقت میں اپنے دروازے سے شاہی ناقوس بجاؤنگا تو سب دروازوں کے ناقوس والے میرے اس حکم کو ناقوس

سے دوہرائیں گے۔ ناقوس کی آواز پر ہر دروازہ کا نگہبان اپنا اپنا دروازہ کھول دیگا۔ اور اس طرح سے ہم سب جلد اور یک جہتی سے ایک ہی وقت دشمنوں پر اچانک حملہ کر کے اُن کو فنا کر دیں گے۔ توما نے اپنے اس منصوبہ کو قابلیت سے نہایت صیغہ راز میں رکھا اور مسلمانوں کو اس منصوبہ کی کچھ اطلاع نہ ملی۔

جب توما نے ناقوس بجایا تو اس وقت صبح کاذب تھی مسلمان نماز کے لئے تیاری میں مصروف تھے کہ انہوں نے شاہی ناقوس کو بجتے سنا اور پھر اس کی تقلید میں دوسرے ناقوس بجے ساتھ ہی چند مسلمانوں نے رومی لشکریوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ دروازے سے نکلتے دیکھے۔ بس انہوں نے تکبیریں پڑھیں اور دوسرے مسلمانوں کو خطرے سے آگاہ کیا۔

خالدؓ نے فخان بن زید طائی برادر عدی بن حاتم طائی کو بلایا اور ان سے کہا تم اس جگہ ٹھہرو اور جو لوگ آئیں اُن کو لشکر میں آراستہ کرو تاکہ میں حالات کا جائزہ لے سکوں۔ جب وہاں چار سو شہسوار جمع ہو گئے تو خالدؓ ان کو ساتھ لیکر رافعؓ بن عمیرہ کی مدد کو پہنچے۔ گو رافعؓ بن عمیرہ پر رومیوں نے ناگہاں حملہ کیا تھا مگر انہوں نے نہایت ثابت قدمی اور دلیری سے اس حملہ کو روکے رکھا۔ تاکہ کیمپ کے مسلمان جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

گو خالدؓ کے پُر جوش جوابی حملے نے دشمن کے سیلاب کو دو رہی روکا

دیا پھر بھی خالدؓ شرجیلؓ بن حسنہ کے لئے بہت پریشان تھے کیونکہ اُن کو معلوم تھا کہ غالباً توما اسی دروازے سے جنگ کرنے کیلئے خود نکلیگا۔

سنانؓ بن عوف سے روایت ہے کہ دمشق کے یہودی رومیوں سے مل گئے تھے ۔ وہ لوگ دبابے اور گوپیا سے مسلمانوں پر سختی اور کارگر طور سے پتھراؤ کرنے لگے ۔ گوجرنل توما کی آنکھوں پہ پٹی بندھی ہوئی تھی مگر وہ بہت ہی جوش اور دلیری سے لڑ رہا تھا ۔ اور اس نے بہت سے مسلمانوں کو قتل یا زخمی کیا ۔ لڑائی سارا دن گھمسان سے ہوتی رہی جب عصر کے وقت توما نے شرجیلؓ کو دیکھا اور پہچانا کہ اِسی نے اُس سے صلیب اعظم چھینی تھی تو اس نے رومیوں کو اور بھی جوش دے کر للکارا کہ اس دشمنِ صلیب کو ہرگز زندہ نہ جانے دیا جائے ۔ یہ خونی لڑائی سارا دن لڑی گئی ۔

شرجیلؓ کا بیان ہے کہ ام ابانؓ بنت عتبہ ہر وقت اُن کی حفاظت میں اُن کے ساتھ ساتھ تھیں اور نہایت صبر، عزم اور استقلال سے وہ دشمن پر ایسے کارگر تیر چلاتی رہی کہ بہت سے دشمنوں کو اس نے جہنم واصل کیا ۔

رومی ام ابانؓ کو مرد سمجھ رہے تھے اور اس کے تیروں کے نشانوں سے بچنے کی فکریں تھے ۔ ایک رومی شخص نے پکارا کہ اس تیرانداز کے پاس تیر ختم ہوگئے آؤ سب ملکر اس پر حملہ کریں اور قتل کردیں ۔

رومی یہ فقرہ ختم کرنے نہ پایا تھا کہ ام ابانؓ کا تیر (یعنی آخری تیر) اُس کے سینے میں لگا اور وہ وہیں مرگیا۔ بہرحال اس کی پکار پر اس کے رومی ساتھیوں نے ام ابانؓ پر یکبارگی حملہ کر کے اُسے قید کر لیا۔ جب شرجیلؓ بن حسنہ نے ام ابانؓ کو قید کی حالت میں دیکھا تو انہوں نے ان رومیوں پر حملہ کیا۔ وہ اسی جنگ میں مصروف تھے کہ دو رومی ام ابانؓ کو کھینچتے ہوئے لے گئے۔

اس وقت ام ابانؓ کے سر پر سے عمامہ گر پڑا تھا اور اس کے بال کندھوں پر بکھرے ہوتے تھے۔ رومیوں کو اب پتہ چلا کہ وہ ایک عورت ہے۔ اتنے میں ایک رومی نے پکارا اسی بدخو عورت نے ہمارے جرنل توما کو تیر مارا تھا جس کی وجہ سے اُن کی آنکھ جاتی رہی ہے۔ اِسے جلدی سے سردار کے پاس لے چلو اور بہت بڑا انعام حاصل کرو۔ یہ آواز اور ام ابانؓ کا بےبسی میں تڑپنا دیکھکر شرجیلؓ کو بہت صدمہ ہوا مگر وہ دشمنوں میں گھرے ہوتے اُن سے لڑ رہے تھے کہ ناگہاں دو مسلم شہسوار آئے اور اُنہوں نے ام ابانؓ کو چھڑا لیا۔ اور پھر انہوں نے شرجیلؓ کے گرد رومیوں پر حملہ کر کے اُن کو بھگا دیا۔ یہ دونوں سوار عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ اور ابان بن عثمانؓ تھے۔ اسی اثنا میں خالدؓ اور ضرارؓ بن الازور شرجیلؓ کی مدد کو پہنچ گئے۔

جب توما نے خالدؓ اور اس کے لشکر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ فوراً اپنے ساتھیوں سمیت قلعے میں گھس گیا۔ مسلمانوں

نے رومیوں کا تعاقب کر کے بے شمار رومیوں کو جہنم واصل کیا۔

ہستی میں رہے مستی وحدت میں فنا ہو کر
عالم کو میں کیوں دیکھوں عالم سے جدا ہو کر
فتوائے خرد جو ہو دل کی تو صدا یہ ہے
فانی ہے جدا ہو کر باقی ہے خدا ہو کر

باب

غیر مسلموں کی نظر میں پیغمبر اسلام

"بلا شبہ حضرت محمد صلعم خدا کے رسول ہیں۔ اگر پوچھا جائے کہ اسلام یا عیسائیت میں سے کسی نے دنیا کو زیادہ فائدہ پہنچایا تو لامحالہ اسلام کا نام ہی لیا جائے گا۔ سب سے برتر سب سے بزرگ تر اور سب سے محسن صرف آپ ہی نظر آتے ہیں۔"

پروفیسر باسورتھ سمتھ

"حضرت محمد صلعم کا رتبہ بہت بلند ہے۔ آپ چاہتے تو تمام دنیا کی دولت جمع کر سکتے تھے۔ مگر آپ کی زندگی بالکل فقیرانہ تھی۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے جس قدر قربانیاں دیں۔ تاریخ اُن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔"

مہاتما گاندھی

"حضرت محمد صلعم کا طرزِ عمل اخلاقِ انسانی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اور ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ آپ کا پیغام

حقیقت و سچائی پر مبنی تھا۔"

طالس ظائی

"حضرت محمد صلعم کا مقام تمام پیغمبروں اور مصلحین سے بلند ہے"۔

لالہ لاجپت رائے

"دنیا کی تمام پریشانیوں کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس نے رسُول پاک محمد صلعم کا احترام ختم کردیا ہے"۔

بابا گرو نانک

"آنے والے سو سالوں میں تمام دنیا اسلام قبول کرے گی وہ اسلام جو محمد صلعم کے دور میں لوگوں کے دل و دماغ اور روح میں جاگزیں ہو چکا تھا"۔

جارج برنارڈ شا

"وہ وقت دور نہیں جب محمد صلعم کا پیغام تمام ملک میں پھیل جائے گا اور تمام برصغیر میں یہی ایک مذہب ہوگا۔

رابندرناتھ ٹیگور

"اسلام کے صلح اور عفو کے احکام کو اس کے نتیجہ میں ملاحظہ کرو عرب کی مذہبی اصلاح۔ رسوم کی تہذیب اور موافقت عام۔ ملکی اتحاد اور قومی یگانگت گویا از سرِ نو ایک طبقہ جدید پیدا ہوگیا۔ وہ خلقت بدل گئی۔ وہ جبلت ہی جاتی رہی"۔

سر ولیم میور

"محمد صلعم ہی صرف ایسے صاحب ہیں جنہوں نے خیرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ہے۔ اس کی مقدار معین کی۔ جائیداد کی نوعیت مقدار پر بدلتی ہے۔ درحقیقت فیاضی بنیاد ہے عدالت کی، اور جن لوگوں کی رعایت ہم کو لازم ہے ان کو ضرر پہنچانا ممنون ہے۔ کوئی بنی عالم لاہوت اور برزخ کے اسرار بیان کرے مگر ان احسانیات کے احکام میں اس کو ہمارے ہی دل کے احکام بیان کرنے ہوں گے"۔

اڈورڈ گبن

"اسلام کے مذہب میں قوم رنگ ونسل کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اسلام تمام اقوام میں پسند اور رائج ہو رہا ہے۔ کئی صدیوں سے عیسائی مذہب کے سفید فام مغربی مشنری اسلام کے خلاف یہ پراپیگنڈہ کرتے رہے ہیں کہ اسلام عیسائیت سے ہر پہلو میں کمتر ہے۔ مگر اُن کی سب کوششیں ناکام رہی ہیں۔ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں"۔

ماریئیون لاڈسنگ

حضرت محمد صلعم نے اس بات پر اکتفا نہ کیا کہ ان کی فوج بہترین قسم کی ہو بلکہ اُن کی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ یہ فوج اللہ تعالےٰ کی راہ میں چلنے والی فوج ہو۔ اس آرزو برآری کیلئے

آنحضرت صلعم نے اس مجاہد فوج کو ایسی تربیت دی کہ وہ اپنی ذمہ داریاں سمجھ لے اور مجاہد کہلانے کی حقدار بن جائے۔ لہٰذا ان مجاہدوں کے ذہن نشین کرایا کہ جہاد کے زیر اثر جنگ صرف انصاف و رحم کے حصول کے لئے لڑی جاسکتی ہیں اور جنگ ظلم و تشدد بدلہ لینے یا جارحانہ اغراض کے لئے لڑنا منع ہے۔ جنگ جہاں تک ہوسکے بربریت سے پاک ہو۔

دنیا نے پہلی بار ایک سیاستدان۔ امیر لشکر کے منہ سے جب یہ الفاظ سنے تو ان کو تعجب ہوا اور موجودہ دور کے عوام جو ہر لمحہ اپنے لیڈروں کو "ٹوٹل وار" کے راگ الاپتے رہتے ہیں بیشک ایک ایسا عجوبہ واقعہ معلوم ہوتا ہے جیسے کہ پریوں کی کہانی اور قصے۔ کیونکہ ہمیں بار بار یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ "ٹوٹل وار" یعنی بدترین بربریت سے بھرپور جنگ (ایٹمی دور کی) واجب اور جائز ہے۔

اس کے برعکس حضرت محمد صلعم نے جنگ پر روانہ ہونے والے لشکریوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ

• دغا اور فریب نہ کرنا۔ بچوں۔ عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا۔ دشمن کے علاقے میں دودھ پیتے بچوں اور عورتوں پر رحم کرنا۔ بیماروں کی مدد کرنا۔ عوام پر سختی نہ کرنا۔ ظلم و تشدد سے پرہیز کرنا۔ دشمن کے عوام کے گھروں، کھیتوں یا پھل دار

باغوں کو تباہ و برباد نہ کرنا یا بطور لکڑی نہ جلانا: ان احکام پر
حضرت ابوبکرؓ نے یوں روشنی ڈالی۔

"جب تم دشمن کے ملک میں جاتے ہو تو وہاں کے عوام
سے غاصبانہ سلوک نہ کرنا تاکہ وہ تم سے تنگ آکر محض اس
وجہ سے ہی جنگ کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ عوام کے ساتھ
انصاف۔ حق پسندی اور رحمدلی سے پیش آؤ۔ دشمن پر فتحمندی
تمہاری محنتوں کا ثمرہ ہے۔ اور جب دشمن تمہارے مقابل ہو تو
عزم بالجزم سے اس پر حملہ کرو۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے کرم
سے تم دشمن پر فتح حاصل کر لیتے ہو تو عورتوں اور بچوں کو قتل
یا نقصان نہ پہنچاؤ۔ لوگوں کی فصل جو کھیتوں میں ہو اور ان کے
گھروں کو تباہ و برباد نہ کرو۔ اور جب دشمن سے معاہدہ کر لیتے
ہو تو اس کی ہر شرط پر پابندی سے قائم رہو۔

جب نصرانیوں وغیرہ کے ممالک میں جاؤ گے تو تم کو
ایسے مقامات ملیں گے جہاں اُن کے مذاہب کے پیشوا اپنی اپنی
عبادت گاہوں میں خدا کی پرستش کرتے نظر آئیں گے ان کے
ساتھ اچھی طرح سے پیش آؤ۔ اُن کے راہب گھر۔ گرجے یا عبادت
خانے برباد نہ کرنا: اور اسی قسم کے احکامات جو ساتویں صدی
میں عوام نے سوائے مدینہ کی مسجد نبوی اور لوگوں کے مکانوں
کے احاطوں میں گونجتے ہوتے تھے۔ اس کی مثال اس سے قبل

نہ سنی گئی تھی اور نہ دیکھی گئی تھی۔ یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض اوقات ان احکامات پر مجاہدوں نے سو فیصدی گو عمل نہ کیا مگر اس پر بھی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجاہدین ان اثرات سے بالکل خالی یا بے بہرہ تھے کیونکہ جب لمحہ بھی اُن دور دراز علاقوں میں آنحضرت صلعم کی غیبی ندا اُن کے کانوں میں پہنچتی تھی تو وہ تھرا اٹھتے تھے اور نیکی کی طرف راغب ہو جاتے تھے۔

مجاہدین نہ کبھی بربریت پر دیر تک قائم رہے اور نہ ہی کبھی عمداً قتل و غارت گری کی۔ ان مجاہدین کے دلوں میں یہ خواہش ہر وقت چمکتی رہتی تھی کہ اُن کا وہ تیرانداز دشمن جو قلعہ بند مورچہ پر سے اُن پر تیر برسا رہا ہے اُس کے ساتھ ہی کہیں پردہ شخص بھی چھپا بیٹھا ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد جہاد میں اُن کا ہاتھ بٹائے گا۔

لہذا اُن کے دلوں میں حضرت محمد صلعم اور ابوبکرؓ کے اقوال ہونے کی وجہ سے وہ جبر و تشدد سے ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔

(ریمنڈ لیو رینج)

"معزز پادری آرتھر پیکاک نے ۱۹۵۸ میں لندن میں تقریر کرتے ہوئے یوں فرمایا۔

"اب ذرا ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ حضرت محمد صلعم کی زندگی کے حالات سے ہم عیسائی کیا سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ سب

سے اوّل اور اہم جس بات نے مجھے متاثر کیا وہ محمد صلعم کی دور بینی اور عزم واستقلال تھا۔ جن ایام میں محمد صلعم نے ہوش سنبھالا اس وقت مشرکوں کا ہر جگہ بول بالا تھا۔ آپ نے مشرکوں کو اپنے عقیدہ اور مذہب کی دعوت نہایت سادہ مگر موثر الفاظ میں دی۔ یہ پیام گو سمجھنے میں آسان تھا۔ مگر بنیادی طور پر بہت جامع اصولوں پر قائم تھا۔ آپ نے ہر انسان کی اپنی اپنی ذمہ داریوں کے ان سب کی حیثیت سے ایک جماعت کی ذمہ داریوں کو خوب ذہن نشین کیا کہ تمام دنیا کے عوام ایک دوسرے کے بھائی بہن ہیں۔

محمد صلعم کا طرز عمل خود پسندانہ تکبرانہ یا جارحانہ نہ تھا کہ وہ اپنے خیالات کو دوسروں کو زبردستی ماننے پر مجبور کرتے بلکہ ان کو خوب معلوم تھا کہ اُن کی مخالفت ہو گی جس کا علاج یہ ہے کہ دوسروں کے عقیدوں اور مذاہب کو برا بھلا نہ کہا جائے بلکہ ہر مقام پر اعتدال اور نرم اور زیرک الفاظ میں بحث کر کے مخالفین پر اسلام کے اصولوں اور برکتوں کو عیاں کرنا کامیابی کا سب سے بڑا راز ہے۔

آپ نے مسلمانوں کو بالخصوص اور تمام دنیا کو بالعموم یہ ذہن نشین کرایا کہ وہ دنیا جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں درحقیقت کسی شخص یا قوم کی نہیں ہے بلکہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ

کی اپنی خدائی ہے۔ لہٰذا جو کچھ ہمارے پاس ہے یا وہ اقتدار جو ہمارے بس میں ہے یا وہ حکومت و طاقت جس کے ہم بظاہر مالک ہیں وہ دراصل ایک امانت ہے جسے اللہ تعالےٰ نے ہمارے ہاتھ میں تمام دنیا کے عوام کی بہتری اور بھلائی کے لئے دی ہے۔ لہٰذا انسان ہو یا حکومت کسی وقت بھی اسے یہ نہ سوچنا چاہیئے کہ یہ میرا ہے۔ بلکہ بلند ترین مقام پر بھی اسے خوب سمجھنا چاہیئے کہ وہ اللہ کا ہے۔ اور جو کچھ بھی اس کے اقتدار میں ہے اللہ کی امانت ہے اور وہ دنیا میں ایک امانت دار کارندے کی حیثیت سے آیا ہے۔ اُسے وہی کام اور عمل کرنا چاہیئے جس میں اللہ تعالےٰ کی رضامندی ہو۔

محمد صلعم نے اپنی ساری زندگی یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہم آہنگی اور خوشگوار تعلقات پیدا کرنے میں گذاری۔ تاکہ سب مذاہب آپس میں مل جل کر رہیں۔ خاص طور پر آج کل پر تمام مذاہب و عقائد میں میل ملاپ اور رواداری نہایت ہی لازمی امر ہے۔ بیسویں صدی کی دنیا جو ہر طرف ترقی کرنے کی خواہاں ہیں اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ مختلف عقائد کے اہم اور بنیادی اصولوں کو اچھی طرح سے ذہن نشین کرے۔ اور اِس کے حصول کے لئے ہر انسان کو انتہائی کوشش کرنا از حد لازمی ہے۔ اور یہ جدوجہد درحقیقت

آنحضرت صلعم کے اصولوں کے مطابق ہے۔"

گو مورخ مسٹر کارلائیل اسلام کے ثنا خواہوں میں سے نہ تھا۔ مگر بقول شخصے جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے اس پر بھی وہ اسلام کے بارے میں بہت اہم اقتباسات لکھ گیا ہے۔

"حضرت محمد صلعم اوائل عمر سے ہی ہمدرد انسان مشہور تھے اور آپ کے صحابہؓ آپ کو "امین" کے لقب سے اس لئے پکارتے تھے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ وہ "قابل اعتماد اور سچائی پسند تھے۔ ان کے بیان اور عمل میں کبھی فرق نہ ہوا اور لوگ اُن کے قول و فعل کو سچا مانتے تھے۔ وہ بلا ضرورت باتیں نہیں کرتے تھے۔ اور ایسے موقعوں پر خاموشی اختیار فرماتے تھے۔ وہ صابر۔ دُوربین۔ دُور اندیش اور ہمدرد تھے اور جب وہ گفتگو فرماتے تھے تو وہ قیافہ شناسی اور پُر معنی ہوتی تھی۔ در حقیقت صحیح ترین طرز گفتگو یہی ہے۔

جب ہم آپؐ کی زندگی کے حالات پڑھتے ہیں تو آپؐ کو ٹھوس، شفیق اور مہربان انسان پاتے ہیں۔ گو وہ بہت سنجیدہ مزاج تھے مگر پھر بھی آپؐ وقت شناس۔ پُر خلوص ہونے کے ساتھ ساتھ بذلہ سنجی اور بامذاقی سے خالی نہ تھے۔ مردم شناسی میں یکتا تھے۔ ایسے اوصاف کا انسان گنوار و بربریت پسند عربوں کے درمیان ایک روشنی بن کر آیا تاکہ اُن کو جہالت کی اندھیری

غار سے باہر نکال آئے۔

ہم (مغربی) جبرئیل کو نہ جانتے ہیں نہ مانتے ہیں لہذا اُسے کیا نام دیں ہم اس جواب سے بھی قاصر ہیں لیکن اُن ایام سے جہالت کے عربوں کو اللہ تعالےٰ کی ہستی کا منوانا ہی کیا بذات خود ایک معجزہ سے کم ہے؟

حضرت خدیجہؓ نے اس پیام خدائی کو حیرت اور شاید شبہ سے سُنا مگر آپ نے یہ جواب دیا کہ آپؐ ضرور نبی اور خدا کے رسول ہیں۔" آگے چل کر کارلائیل اشاعت اسلام کو تلوار کی مدد سے پھیلانے کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔ یہاں پر ہم یہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ عیسائیت بقول خود مغربی مورخین کے تلوار اور جبر سے پھیلا تھا۔ اور اُن کا مقصد اپنے مغربی مورخین اور پادریوں کو متوجہ کرنا مقصود ہے۔

کارلائیل لکھتے ہیں کہ

"بہت سے مورخین نے یہ لکھا ہے کہ اسلام کی اشاعت محمد صلعم نے تلوار کی مدد سے کی۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر ہم عوام کو یہ یقین کرانے میں کامیاب ہو جاتے کہ عیسائیت کی اشاعت امن سے اور صرف تبلیغ سے ہوئی۔ اس صورت میں کہ ہم یہ تسلیم کرلیں کہ اشاعت تلوار کے خوف سے ہوئی تو یہ بھی بتانا ہوگا کہ شمشیر زن کہاں سے آئے؟ یہ امر نا قابل تردید ہے کہ ہر نیا

مذہب پہلے صرف ایک انسان کے تخیل سے نمود میں آتا ہے اور صرف ایک ہی انسان کا اس پر یقین ہوتا ہے لہٰذا تمام مخلوق کے بالمقابل صرف ایک انسان ہوتا ہے اور اگر یہ انسان تلوار کی مدد سے تمام مخلوق کو مجبوراً اپنا عقیدہ منوانا شروع کر دے تو اس کے کامیاب ہونے کو تسلیم کر لینا نہایت ہی مشکل اور امر محال ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تلوار حاصل کرنے والوں سے قبل ایسے جانبازوں کو اپنا عقیدت مند بنانا لازمی ہے جو اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر تلوار کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اگر عقیدت مند جمع ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ شمشیر زنوں کی ہرگز ضرورت نہیں رہتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ شارلیمین نے سیکسن قوم کو تبلیغ سے عیسائی نہ بنایا تھا بلکہ اس میں جبر کا بہت بڑا ہاتھ تھا اور ہم یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ جب عیسائیت کو اقتدار حاصل ہو گیا تو اس نے تلوار اور جبر کو استعمال میں لانے سے گریز نہ کیا۔ کاش عیسائی اپنی بائیبل کا ویسا ہی احترام کریں جیسا کہ مسلمان کرتے ہیں۔"

فرانس کا شہنشاہ نپولین بونا پارٹ اپنی سوانح عمری میں یوں لکھتے ہیں۔ کہ

حضرت عیسےٰ کے عیسائیت کے پیش کرنے کے ۶۰۰ برس

بعد تک عربستان مشرکین سے آباد تھا۔ اِن حالات میں محمد صلعم نے اللہ تعالےٰ کی ویسی ہی پرستش کے مذہب کا اعلان کیا یعنی وہی مذہب جو اس سے قبل حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسماعیلؑ حضرت موسےٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس مذہب کو آریہ قوم اور دوسری قوموں نے بگاڑ کر مشرق کے روحانی امن اور چین کو اپنے بزرگوں کی روحوں۔ مادہ پرستی باپ بیٹے اور پاک روح کی پرستش کے مذاہب میں بدل دیا تھا محمد صلعم نے اعلان کیا خداوند تعالےٰ کی ہستی واحد ہے نہ اس کا کوئی باپ تھا اور نہ اس کا کوئی بیٹا حالانکہ راہبوں نے بت پرستی کو رائج کر دیا ہے۔

محمد صلعم نے قرآن کے سرورق پر لکھ دیا کہ اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ اس کی ہستی واحد ہے۔

محمد صلعم بہترین قسم کے حکمران تھے جنہوں نے اپنے ارد گرد صحابہؓ کو جمع کیا۔ چند ہی سالوں میں مسلمانوں نے نصف دنیا کو فتح کر لیا تھا۔ انہوں نے پندرہ سال کے عرصہ میں بے شمار بت کدوں کو مسمار کر دیا اور عیسائیوں کے بمقابل مسلمانوں نے پندرہ برس میں بت پرستوں اور مشرکین سے کہیں زیادہ اسلامی دائرے میں لے لیا جتنے کہ حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ کے ماننے والوں نے پندرہ سو برس میں کئے تھے۔ اگر محمد صلعم نے لوگوں کو اپنے جاری

اصولوں پر کاربند نہ کیا ہوتا تو عوام اُس کو خدا مان لیتے ۔ جب طلوع اسلام ہوا تو عرب کئی برسوں سے خونریز خانہ جنگیوں میں بُری طرح سے پھنسے ہوئے تھے ۔ وہ اقوام جو عظمت کی چوٹی پر پہنچتی ہیں وہ اسی قسم کی آزمائشوں کے بعد اپنے دل و دماغ میں ایک نئی قسم کی رُوح اور جذبہ پاتی ہیں ۔

اگر قادسیہ کی جنگ میں فتحیابی کے بعد اسلام کا جھنڈا دریائے جیہوں (A X U S) پر نہ گاڑا جاتا اور چین کی سرحدوں پر نہ لہراتا ۔ تو اجادین اور یرموک کے میدان جنگ میں فتحیابی سے نہ بلند ہوتا جس کی بدولت شام اور مصر مسلمانوں کے قبضے میں نہ چلے گئے ہوتے یا پھر خالدؓ بن ولید ۔ حضرت ابو اور عمرو بن عاص شکست کھا کر ریگستانوں میں دھکیل دیئے گئے ہوتے تو عرب قوم پھر سے خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی اور عرب اپنے بزرگوں کی طرح سے دوبارہ غربت اور فاقہ مستی کی زندگی گذارتے اور دنیا حضرت محمد صلعم ۔ حضرت علیؓ ۔ حضرت عمرؓ جیسے گراں قدر ناموں سے ناآشنا رہتی ۔

حضرت محمد صلعم کے فرمان سے قبل ہر مرد لاتعداد عورتوں سے شادی کر سکتا تھا ۔ مگر آپ نے ایک خاص تعداد سے تجاوز کرنے کیلئے سختی سے منع کر دیا ۔ اس طرح سے شادیوں کی تعداد مقرر کر دی گئی ۔ عورتوں کی پیدائشی تعداد مردوں سے زیادہ

نہیں تھی مگر ایک عورت سے زائد بیویاں رکھنے کا رواج صرف امرا کے طبقے میں تھا۔ لہذا یہاں پابندی لگانا اہم اقدام تھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دن دور نہیں ہے جب کہ بس دنیا کے تمام ممالک کے علماء، فضلا اور با اثر حضرات کو یکجا کر کے ایک ایسا نظام قائم کرونگا جو سب کیلئے یکساں ہوگا اور یہ نظام آیاتِ قرانی کے اصولوں پر قائم ہوگا کیونکہ صرف یہی ایسا نظام ہے جو کہ سچا ہے اور یہی یہ ایسے اصول ہیں کہ جن کی رہنمائی سے دنیا بھر کے عوام دائمی امن اور چین سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

باب

لب لباب

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا
(اقبال)

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔
"اے اللہ! ہم تیری ذات کو اتنا نہیں پہچان سکے۔ کہ اللہ کسی شے کا مماثل نہیں ہے۔"
حضرت ابوبکرؓ کا فرمان ہے۔
"اللہ کی ذات کا ادراک نہ کر سکنا اللہ کی ذات کا ادراک ہے۔"

علامہ اقبال نے فرمایا ہے۔

"سب سے پہلے چاہیئے تطہیر فکر
اس کے بعد آسان ہے تعمیر فکر"

خواتین اسلام کی تاریخ کو از سرِ نو لکھنے کی از حد ضرورت ہے۔ صرف اس لئے نہیں کہ تاریخ کا تصور بدلتا رہتا ہے یا بدل رہا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ ہر ایک ملک اور قوم کی تاریخ کو بدلتے ہوتے حالات کی وجہ سے از سرِ نو لکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں تک مغربی اقوام کی اپنی تاریخ کا سوال ہے یہ خدمت بہت عمدگی سے انجام دیتی رہی ہیں اور دے رہی ہیں اس کے برعکس مسلمانوں نے دسویں صدی عیسوی سے جب کہ اُن کا دورِ انحطاط شروع ہوا ہے۔ اس طرف سے قطعی بے توجہی کا ثبوت دیا ہے جس کے نتائج سخت نقصان دہ نکلے۔

چنانچہ ہم آج ایسے مقام پر کھڑے ہیں جہاں اپنی ہی تاریخ نسواں کو ہم اغیار سے پوچھنے پر مجبور ہیں۔ جنہوں نے اسے مسخ کر دیا ہے اور ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس کا اثر ہماری بہنوں اور طالبات کے ذہنوں پر بے حد بُرا ہوا ہے کیونکہ بجائے اس کے کہ انہیں یہ معلوم ہو کہ ہمارے رسول اللہ صلعم اور ہمارے آباؤ اجداد کی خواتین اسلام نے اپنے بنیادی اصولوں پر کس

طرح عمل کیا اور وہ کس طرح بلندی پر پہنچیں ۔ موجودہ تعلیم کے نصاب سے اُن کے دماغوں میں یہ خیالات جاگزین ہو جاتے ہیں کہ ہماری تاریخ بربریت ۔ قتل و غارتگری خونریزی اور عیش پسندی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے ۔ درحقیقت مغربی مورخوں نے اسلام کی تاریخ کو دانستہ طور پر اتنا بگاڑ کر پیش کیا ہے کہ ہم اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں کر سکتے ۔ اس غلط بیانی کی وجہ صرف یہ چند وجوہات ہیں ۔

۱ ۔ جب اسلامی جذبۂ جہاد کے باعث اسلام بہت سرعت کے ساتھ ایشیا میں پھیل گیا تو پاپائے روم اور یورپ کے پادریوں پر یہ خوف طاری ہو گیا کہ کہیں مسلمان ایشیا کی طرح سے یورپ پر بھی نہ چھا جائیں ۔ لہٰذا انھوں نے جہاد کے جواب میں "کروسیڈ" یعنی صلیبی جنگوں کا محاذ قائم کیا ۔ اور کروسیڈ میں یورپ کی عورتیں شام میں آ گئیں ۔

۲ ۔ مذہبی اور نسلی تعصب کی بنا پر سوچی سمجھی سکیم کے تحت غلط اور بیہودہ باتوں کا پروپگنڈہ کیا گیا ۔ اور ان کو تاریخی رنگ دے کر بالکل بے بنیاد واقعات کی صورت میں پیش کیا گیا ۔ اس کے ساتھ ساتھ پادریوں نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ (بادشاہ ۔ امرا ۔ نائٹ اور عوام) کروسیڈ پر جائیں گے ان کے ماضی کے گناہ پوپ اعظم معاف کر دیں گے ۔ چونکہ یورپ میں عیسائی مذہب میں عورتوں

کو طلاق کی اجازت نہ تھی۔ مگر سیرت عنقا تھی۔ اس لئے فساد و عناد عام تھے۔ مثلاً فرانس کا بادشاہ ایک کاؤنٹ اینجو کی بیوی ٹراڈ سے ناجائز تعلق رکھتا تھا۔ اور وہ اپنے خاوند کو چھوڑ کر فلپ کے پاس رہنے لگی۔

اُدھر جرمنی کا قیصر اپنی بدکاریوں سے بدنام تھا۔ انگلستان کے بادشاہ نے اپنی بہو سے دوستی قائم کر لی اور حرامی بچہ بھی پیدا ہو گیا۔ ان کمزوریوں کا پادریوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ان کے تمام گناہ اس شرط پر معاف کر دیئے کیونکہ وہ شام میں صلیبی جنگ لڑنے گئے۔

غرضیکہ پادریوں نے بادشاہ۔ امرا اور عوام کو عورتوں (بیویاں بہو بیٹیاں) ساتھ لے جانے کے لئے مجبور کیا۔ مگر اس مقدس جنگ پر جانے سے قبل اُن کو سیرت اور اخلاقی زیورات سے مزین نہ کیا۔ اس کا نتیجہ اسقدر ہولناک ہوا کہ باوجود مسلمانوں کا شیرازہ خانہ جنگی کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو گیا مگر مذہبی اور اخلاقی خوبیاں جو اسلام کی وجہ سے اُن میں باقی رہ گئی تھیں۔ اُن کی بدولت وہ پھر سے سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے مجاہد کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور کروسیڈیوں کو پے در پے شکستیں دے کر بہت سے علاقوں اور خاص کر بیت المقدس کو عیسائیوں کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔

علاوہ ازیں کروسیڈیوں کو لمبے عرصے تک شام میں رہنے اور مسلمانوں سے میل جول کے باعث اسلام کی عظمت اور خواتین اسلام

کی قدر و قیمت کا پتہ چل گیا۔ کروسیڈی مسلمانوں کے جذبہ جہاد۔ جذبہ مساوات۔ اخوت خلوص اور سیرت سے بہت متاثر ہوئے۔ عرصہ دراز سے یہ عیسائی زائرین مسلمانوں کی سفاکی اور بربریت وغیرہ کے ہولناک افسانے سنتے آتے تھے۔ انھوں نے اسلامی خواتین میں مساوات اور ان کی پاک سیرت کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ ششدر رہ گئے۔ کیونکہ عینی مشاہدہ ان کو کچھ بتاتا تھا اور ان کی مذہبی تعلیم اور قصے ان کو اس کے برعکس بتلاتے تھے۔ آخر کار ان مشاہدات کا اثر ایک نئی شکل یعنی مذہبی انقلاب کی صورت میں ہوا اور اس طرح سے "نیا چرچ" قائم ہوا۔ پادری اور یورپ کے امرا بوکھلا اُٹھے۔ لہذا اب اسلامی تاریخ کو نئی شکل میں پیش کرنا شروع کیا اور خطرناک حربہ آخر کار مسلمانوں کے خلاف اٹھارہویں صدی میں ضرب کاری ثابت ہوا۔ جو بہنیں اس منصوبہ کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہیں وہ "کروسیڈ یا جہاد" "ترکوں کا جہاد" "مصطفےٰ کمال پاشا" اور "بیسویں صدی کا مجاہد اتاترک" کے حالات پر "رنگروٹ" کی تصنیف کردہ کتابیں پڑھیں۔

کروسیڈی جنگوں نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ مسلم دنیا نے مجاہد اور مجاہدہ یورپ کے بہترین جرنلوں۔ اور فرمانرواؤں سے کہیں زیادہ صلاحیت سے بہرور پیدا کیں۔ یہ خواتین اسلام اگر گھر میں بہترین صالح مائیں۔ بیویاں۔ بہنیں اور بیٹیاں تھیں تو میدان جنگ میں نہایت جانباز بیباک۔ مستقل مزاج۔ انصاف پسند حکمران اور قابل سالار بن کر

اپنے جوہر دکھلا سکتی تھیں۔

قرآن مجید فرماتا ہے۔

تم آیات الٰہیہ اور اس علم کو یاد رکھو"

زندگی ہے گرچہ ذکر اور بس

حریت ہے عقبیٰ فکر اور بس

(اقبال)

مشہور پادری کاک (COCK) نے یوں لکھا ہے۔

باوجودیکہ فی زمانہ نیشنلزم و سیکولرزم اور کمیونزم نے دنیا کے عوام میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ مگر جہاں تک اسلام اور مسلمانوں کا تعلق ہے۔ اسلام ایک چٹان کی طرح قائم ہے۔ اسلام کو ساری دنیا کا مذہب بغیر تمدن مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ میں نے اسلام کے مطالعہ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔

اور میری رائے ہے اسلامی تمدن و تعلیم کو اپنے لئے ایک مثالی نمونہ بنانا چاہیئے"۔

پادریوں کے اس قسم کے بیانات نے یورپ کو چونکا دیا۔ مثلاً پروفیسر گیلیمن نے لکھا ہے کہ۔

"اسلام نے پھر سے پیش قدمی شروع کر دی ہے اور اس ترقی کی وجہ تعلیمات قرآنی ہے"۔

مغرب اور سوشلسٹ اقوام نے ہمارے اخلاق کو بگاڑنے کیلئے

کاونٹ۔ ہسپتال۔ اخبارات۔ رسالے جن میں تصاویر کے ذریعے فیشن کی آڑ میں ہمارے تمدن پر کاری زخم لگانے شروع کر دیئے ہیں اور دیہاتوں میں جہاں پر اعلیٰ تعلیم کی کمی کی وجہ سے بیکار ثابت ہوتے وہاں پر پیس کور (PEACECORPS) کے جال کو پھیلا دیا ہے۔ یہ بھی دراصل ہمارے اُن اقدام کی نقل ہے جن کی بدولت آنحضرت صلعم کے عہد سے لیکر خلفائے راشدین کے عہد تک مجاہدین تمام دنیا میں پھیل گئے تھے۔

اور اشاعتِ اسلام کی۔ مثلاً آنحضرت صلعم کی عین حیات میں دس (۱۰) صحابہؓ کرام حبشہ سے معہ اپنی بیوی بچوں کے روانہ ہوئے اُن میں چار خاندان بمبئی (ہند) کے ساحل مالابار پر اُترے۔ جہاں وہ تجارت کرتے رہے۔ اور اشاعت اسلام بھی۔ ان کا علاقہ مالابار کے ساحل سے جنوب کی طرف لنکا اور پھر بحر بنگال میں دریائے نربدہ کے دہانے تک تھا۔ میں اپنے سفر میں اُن کے مزاروں پر گیا اور فاتحہ خوانی کی۔ انہی حضرات نے اسلام کی بنیاد ہندوستان میں ڈالی بعدازاں بہت سے بزرگ خشکی اور سمندر کے راستے ہندوستان آئے۔

چار صحابہؓ کرام کینٹن (چلین) میں اُترے اور آہستہ آہستہ چین کے اندر چار صوبوں میں پھیل گئے اور ہزارہا تو کیا لاکھوں چینیوں کو مسلمان کیا۔ اس علاقے میں جب مغربی اقوام یعنی بارھویں صدی میں آئیں تو انہوں نے مسلمانوں کی بیخ تک نکالنے کا منصوبہ بنایا۔ میں

نے چین کے اس علاقہ کا بھی سفر کیا اور کینٹن (CANTON) کی مسجد میں نماز دوگانہ ادا کی اور فاتحہ خوانی بھی۔ یہ مسجد ۶۲۸ عیسوی میں تعمیر ہوئی تھی اور ابھی تک خدا کے فضل سے قائم ہے۔ چین کی لائبریری میں میں نے ایک پادری کی چودھویں صدی میں لکھی ہوئی کتاب پڑھی۔ اس میں پادری صاحب نے اپنے اس خط کو رقم کیا ہے جو انہوں نے پوپ اعظم کو لکھا تھا۔

"میں اس امر پر پہلے بھی بہت پرزور لہجہ اور سنجیدگی سے لکھ چکا ہوں کہ مسلمانوں کا اقتدار ابھی کافی ہے۔"

حال ہی کا واقعہ سخت اہم ہے۔ میں نے کئی ہزار تاتاریوں کے قبائلی سردار کو عیسائیت قبول کرنے پر رضامند کر لیا تھا۔ اس قبیلے کی تعداد کئی لاکھ ہے۔ چنانچہ دن اور وقت مقرر ہوا۔ لیکن جب مقررہ وقت پر پہنچا تو تاتاری خان مجھ سے تپاک سے ملا چند لفظوں کے بعد اپنے خیمے میں چلا گیا۔ میں نے کئی گھنٹے انتظار کیا اور جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے دوسرے کیمپ میں چلا گیا ہے۔ کئی میل کا سفر کرنے کے بعد میں وہاں پہنچا تو اس سے ملاقات ہوئی۔ میں نے شکایت کی کہ آپ نے وعدہ خلافی کی ہے۔ اس پر اس نے مجھے کہا آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے مجھے ایک ترکی نژاد کنیز بطور تحفہ دی اور چند کنیزیں دوسرے سرداروں کو دیں تھیں۔ میں ان سے مشورہ کرنے کے لئے یہاں آگیا۔ اب میں (خان) نے عیسائیت قبول نہ کرنے کا فیصلہ

کرلیا ہے میں اور میرا سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا ہے۔ اِن مستورات نے ہمیں اُس مذہب کی دعوت دی جو عیسائیت سے آسان فہم اور بہت افضل ہے۔

اِس واقعے کے لکھنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ آئندہ جب آپ بطور رشوت و نذر کے لونڈیاں یا غلام بھیجیں تو یہ یقین کرلیں کہ وہ مسلمان تو نہیں ہیں۔ خصوصاً مسلمان عورتیں بہت سمجھدار، عیار اور چالاک ہیں، اُن کو مذہب سے بہت واقفیت ہے وہ ہمارے سارے بنے بناتے کام کو بگاڑتی ہیں۔ اس عورت نے تو کم از کم پندرہ ہزار تاتاریوں کو مسلمان کیا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا بُرا اثر دوسرے قبائل پر بھی پڑیگا۔"

لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ہمیں کور کی ریشہ دوانیوں سے خبردار رہیں۔ کیونکہ یہ کئی صورتوں اور منصوبوں کے تحت ہمارے اخلاق پہ ڈاکہ زنی کرنے آتے ہوتے ہیں۔

ٹی آرجی ولنیگا نزلے نے لکھا ہے کہ

انگلستان کا بادشاہ شیر دل رچرڈ جب سلطان صلاح الدین الیوبی کو اپنی بہن اور بھانجی سے شادی کرانے میں ناکام رہا تو پادریوں نے پاپائے روم کو لکھا۔

"اب ہمیں یورپ کی نہایت خوبصورت اور اعلیٰ النسب لڑکیوں کو عربی اور دیگر زبانیں سکھلا کر مشرقی اقوام کے آداب کا ماہر بنانا

چاہیئے اور اس کے بعد اُن کی شادیاں مشرقی اقوام کے امراء سے کر دیں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ اپنے حسن۔ قابلیت اور روشن خیالی سے تمام مشرق کو اسلام سے ہٹا کر عیسائی بنا دیں گی۔"

بہرحال مغربی اقوام نے پندرھویں صدی میں تو اس پر عمل نہ کیا مگر عثمانی ترکی سلطان اور ترکی پاشا اس جال میں ضرور پھنسے اور وہ بھی ایسی بری طرح سے کہ سو سال کے اندر ترکی سلطان اور ان کے پاشا صحیح ترکی نژاد نہ تھے۔ اور آخر کار انہوں نے عثمانی حکومت کا خاتمہ کر کے چھوڑا۔ مثال کے طور پر ہم صرف ایک واقعہ لکھتے ہیں جس کی وجہ سے ترکی حکومتِ عثمانیہ میں زوال شروع ہوا۔

یہ یاد رہے کہ ترکی کے زیادہ باشندے پاکستان کی طرح سے دیہاتی ہیں گو اب دیہاتیوں نے شہروں کی طرف روزگار تلاش کرنے کیلئے کثیر تعداد میں آنا شروع کر دیا ہے۔ بہرحال ترک جو دیہاتی ہے سو فیصدی ایک نیک اور پکا مسلمان ہے اتاترک نجیب الطرفین ترک تھا۔

قرآن مجید فرماتا ہے۔

"اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں باہمی ہمدردی اور محبت پیدا فرمائی اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔"

ترکی سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بارھویں صدی (۶۹۹ھ) میں دولت سلجوقی کے کھنڈروں پر قائم ہوئی۔ اور بہت ہی تھوڑے عرصہ میں عثمانی ترک یورپ کے اندر داخل ہو گئے۔

اور اب کروسیڈ بجائے ایشیا کے یورپ میں لڑنے گئے۔ بحر وسط پہ اگر عثمانی ترکوں کا اقتدار ہو گیا تو ادھر روس کی طرف تیمور بڑھتا جا رہا تھا۔ یورپ نے یہ محسوس کیا کہ وہ چکی کے دو پاٹوں میں آگیا ہے اگر جلد ہی تدارک نہ کیا گیا تو یورپ مٹ جائیگا۔ چنانچہ ۱۲۴۵ء میں پوپ نے اپنے سفیر کے ہاتھوں یہ خط لکھا۔

"ہم ماضی میں تمہارے بھائیوں (ترکوں) کی جو ایران میں آکر آباد ہوتے ہیں مدد کرتے آتے ہیں اور اب ہم آپ کے سامنے جو انہی نامور لوگوں کے خاندان سے ہیں مدد کے لئے اپنی جھولی پھیلا رہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ اپنی خاندانی روایات اور باہمی تعلقات کو از سر نو تازہ کر کے ان کو برقرار رکھیں گے نیز عثمانی ترکوں کے مظالم سے نجات دلوائیں گے"۔

فرانس کے شاہ چارلس ششم اور جرمنی کے قیصر نے بھی تیمور سے مدد مانگی اور لکھا کہ

"عثمانی سلطان بایزید آپ کے متعلق اچھے ارادے نہیں رکھتا"

اس طرح سے تیمور اور بایزید ایلدرم کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ ایلدرم تیمور کے ہاتھ قید ہوا اور جب وہ قید کی حالت میں مر گیا۔

یورپ نے چین کا سانس لیا اور سمجھا کہ اب وہ خطرے سے آزاد ہو گئے۔ مگر ایلدرم کے لڑکوں نے جلد ہی پھر سے اپنے آپ کو سنبھالا اور ادھر تیمور کی وفات ہو گئی۔

ایلدرم کی شکست کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے سربیا کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ اس کے زیر اثر آنے پر اس نے اپنے بھائی شہزادہ یعقوب کو جو کہ بہت ہی قابل سالار اور فاتح سربیا تھا۔ قتل کروا دیا۔ ایلدرم کا یہ فعل پھل لا کر رہا۔ کیونکہ عثمانی سلطانوں نے اس کی پیروی کی اور سلاطین کے بھائیوں کی ہلاکت برائے حراست سلطنت کا رواجی قانون بن گیا۔ سہ

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا

سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

چونکہ اللہ تعالےٰ کو منظور نہ تھا لہذا عثمانی حکومت پھر با اقتدار ہو گئی یعنی بارہ سال کی خانہ جنگی کے بعد پھر سے اس حکومت کو باوقار بنا دیا۔ اس کا بیٹا شاہ مراد ثانی۔ ہنگری کے اندر تک گھس گیا مگر قسطنطنیہ ابھی تک روما کا پایہ تخت تھا۔ اسے محمد ثانی نے ۱۴۵۳ء میں فتح کر کے اس کا نام "اسلام بول" رکھا جسے بگاڑ کر استنبول کہتے ہیں۔ یہاں نہایت ہی اہم اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سلطان محمد ثانی نے اس وقت کے اسقف جارج کو اپنے محل میں بہت احترام سے بلایا۔ اور بیش قیمت صلیب دیکر "اسقف اعظم" کا خطاب دیا نیز گرجاؤں کی

تمام جائیداد اور مال و متاع اُن کے حوالہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی سلطان محمد ثانی نے اپنی سوتیلی ماں جو کہ شاہ سربیا کی بیٹی تھی۔ اُسے اس کے لڑکوں اور دودھ پیتے بچے کو بھی قتل کرا دیا۔

اس نے عذر میں یہ کہا کہ یہ ہمارا رواجی قانون ہے۔

سلطان محمد ثانی کے بعد اس کا بیٹا بایزید ثانی اور اس کے بعد سلطان سلیم اوّل اسلام بول جسے خلیفہ بغداد نے "سلطان روم" کا لقب دیا۔ تخت نشین ہوا سلیم اوّل نے تبریز۔ ہمدان۔ آذربائیجان قفقاز۔ بلاد عرب میں دیار بکر اور مملکت ذوالقدریہ فتح کر کے روم کی حکومت میں شامل کر لئے

یہاں سے فارغ ہو کر وہ شام کو روندتا ہوا مصر پر حملہ آور ہوا۔ اور چرکس بادشاہ غوری کو شکست دی۔ آخر کار شریف مکہ کے بیٹے نے سلطان کو اپنے باپ کی طرف سے "حرمین شریفین" کی کنجیاں پیش کیں۔ جمعہ کی نماز کا خطبہ پڑھتے وقت جب خطیب نے سلیم کے لئے "مالک الحرمین الشریفین" کے الفاظ استعمال کئے تو سلطان سلیم فوراً بول اُٹھا کہ

میری یہ حیثیت نہیں ہے کہ میں حرمین شریفین کا مالک کہلاؤں بلکہ میرے لئے یہی فخر کچھ کم نہیں ہے کہ میں "خادم الحرمین الشریفین" کے نام سے یاد کیا جاؤں۔ یہی وہ خطاب تھا جسے سلطنت عثمانیہ کے خاتمے تک سلیم کے جانشینوں نے اختیار کیا تھا۔ سلیم نے نہ صرف

بحری فوج کو بہترین بنایا بلکہ اس کا بحری بیڑہ بھی بحر روم (بحر متوسط) پر فاتحانہ اپنا جھنڈا لہراتا پھرتا تھا۔ سلیم کی جگہ اس کا بیٹا سلیمان خلیفہ روم ہوا۔

سلطنتِ روم کے دشمنوں نے نئے بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ مگر سلیمان نے تھوڑے ہی عرصے میں ٹیونس۔ عجم۔ بغداد۔ طرابلس۔ الجزیرہ۔ جزیرہ نمائے عرب۔ سربیا۔ ہنگری۔ بلغاریہ۔ بوسنیا۔ البانیہ۔ جزیرہ نمائے بلقان اور شمالی افریقہ کے بہت سے علاقے اپنی حکومت میں شامل کر لئے اور بلغراد پر بھی ترکی جھنڈا لہراتا تھا۔ اُدھر ترکی امیر البحر نے جزیرہ ہائے۔ برقہ۔ کریٹا۔ قبرص اور روڈس ترکی میں شامل کر لئے۔ عثمانی بحری بیڑے کا جھنڈا بحر روم اور بحیرہ اسود میں لہراتا تھا۔ مورخوں نے سلیمان کو سلیمان اعظم کے لقب سے پکارا ہے۔

یورپ کانپ اٹھا اور اس کے سلاطین نے فرانس کے بادشاہ پر حملہ کرنے کی ٹھان لی کیونکہ فرانس سلیم اول کے عہد سے سلطان روم کا اتحادی بن گیا تھا لہذا ہنگری۔ اسپین۔ ہالینڈ۔ جرمنی اور جنوبی اٹلی (شاہ چارلس) نے اتحادی فوج کھڑی کی۔

سلطان سلیمان اس اتحادی فوج کے خلاف خود ایک جرار لشکر لیکر بڑھا اور اس لاتعداد فوج کو شکست فاش دی۔

روس کے بادشاہ (زار) نے ڈر کر دوستی کے لئے درخواست

کی اور اپنی وفاداری کے ثبوت میں اپنی بہن روکسیلین (ROCLILANE)
جو حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھیں۔ سلیمان کی زوجیت کے لئے پیش
کی۔ اس نئی ملکہ نے جلد ہی سلطان کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا۔
اب اُس نے خود جنگ میں جانا چھوڑ دیا اور اپنے بڑے لڑکے
شہزادہ مصطفےٰ نے جو ولیعہد قرار پا چکا تھا فوج کا نظم اور جنگ میں
جانا سپرد کر دیا۔ شہزادہ مصطفےٰ نے ہر طرح سے اپنی دفاعی قابلیت
انتظامی قابلیت اور سپہ سالاری سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ سلیمان اعظم کا
صحیح معنوں میں قابل جانشین ثابت ہوگا۔
ملکہ روکسیلین نے بادشاہ کے وزیر اعظم کی شادی بھی ایک
روسی شہزادی سے کر دی۔ اس پر مہربانیاں نچھاور کر کے اسے بھی خرید
لیا۔ اب وزیر اعظم کے ذریعے سے ملکہ نے سلیمان کے کان بھرنا شروع
کر دیئے اور یہاں تک کہ سلطان کو یقین کرا دیا کہ پرچہ نویسوں نے وزیر اعظم
کو اطلاع دی کہ جیسے ہی شاہزادہ ایشیا کے مختلف ممالک کی فتحیابی
کے بعد اسلام بول آئیگا تو وہ بغاوت کر کے خود سلطانِ روم بننے کا
اعلان کریگا۔
حقیقت یہ تھی کہ مصطفےٰ نے میدان جنگ میں اپنی بہادری
فن سپہ سالاری اور فیاضی سے اپنے سپاہیوں کے دلوں کو موہ لیا
تھا۔ مگر تاریخ اس بات کی بھی شاہد ہے کہ وہ اپنے باپ کا وفادار
اور جانثار بیٹا تھا۔

بہر حال ملکہ کا جادو چل گیا۔ لہذا جب شہزادہ مصطفیٰ ۲۰ ستمبر ۱۵۵۳ء کو سلطانی فرودگاہ پر حاضر ہوا تو بحیثیت ایک فاتح سالار بیٹے کے اس کا نہایت شان و شوکت کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ وہ خلوت گاہِ سلطانی میں لایا گیا جیسے ہی شہزادہ نے خلوت گاہ میں قدم رکھا سات آدمیوں نے نہایت پھرتی اور خاموشی کے ساتھ کمند کا پھندا اس کے گلے میں ڈال کر ہلاک کر دیا۔

شہزادے نے بے سود باپ سے مدد کی درخواست کی سلیمان اور ملکہ پردے کے پیچھے شہزادے کی بھیانک موت کا نظارہ دیکھتے رہے۔ مصطفیٰ کا شیر خوار بچہ جو گود میں تھا اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ یہی حشر نہایت ہی سرعت کے ساتھ دوسرے ترکی نژاد شہزادوں اور ان کے بچوں کا ہوا۔ اس طرح سے ملکہ روکسیلین نے اپنے بیٹے سلیم ثانی کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ چونکہ سلیمان کی اور بیویاں تھیں۔ اور ان سے اولاد ہو رہی تھی لہذا روکسیلین نے ایک اور چال چلی کہ آئندہ چل کر بھی کوئی خالص ترکی نژاد شہزادہ تخت کا وارث بننے کی کوشش کرے لہذا اس نے آئندہ تمام شہزادوں اور شہزادیوں کو ایک ایسے شہر میں لبسایا جہاں وہ پیدا ہوتے ہی بھیج دیئے جاتے اور جہاں پر ان کی خاص قسم کی تعلیم و تربیت کی جاتی۔ اسے کیج سسٹم (CAGE SYSTEM) کے نام سے پکارا گیا ہے۔ درحقیقت یہ شہزادوں کو محل میں بند رکھکر تعلیم و تربیت دلانے کا رواج

ڈال دیا گیا ... شہزادوں کو فنِ دفاع سے نابلد رکھا جاتا اور تن آسانی اور عیش و عشرت کا متوالا بنا دیا جاتا۔ تمام مورخین نے ان واقعات کو ترقی کے زوال میں پہلا سنگِ میل کی حیثیت دی ہے۔

سلیم ثانی اور اس کے جانشینوں میں کوئی سلطان روم (جو نام نہاد خلیفۃ المسلمین بھی تھا) صحیح ترکی نژاد نہ تھا۔ اُن کی مائیں یورپ کی شہزادیاں تھیں۔ اس کا اثر پاشا (جرنل) اور امراء پہ بہت گہرا پڑا۔ امرا طبقہ نہایت مخلوط ذات ہو گیا۔ عیش و عشرت اُن کا شیوا بن گیا۔ عالمگیر جنگ اوّل میں تمام پاشا مختلف یورپی اقوام کے دلدادہ تھے ان میں خود انور پاشا کی ماں یورپی تھی۔ اور اس کی اپنی بیوی فرانسیسی تھی۔ وہ مغربی قوموں کے ہاتھ بک چکا تھا۔ انور پاشا کو اس وقت ہوش آیا جب پانی سر سے اوپر چڑھ چکا تھا۔ ترکی مختلف یورپی حکومتوں میں ہٹ گیا۔ انور وطن سے بھاگ گیا۔ مگر مصطفےٰ کمال پاشا (اتاترک) نے ترکی روایات کو قائم رکھا وہ اصلی ترک تھا۔ وہ غریب گھرانے کا تھا مگر مجاہد تھا۔ اس نے تمام دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔

کمال۔ جاوید اور فیضوی پاشاؤں نے ملکر حلف اٹھایا کہ وہ آخری دم تک مقابلہ کریں گے۔ آخر کار اتاترک نے ترکی قوم جو مردہ ہو چکی تھی اس میں پھر سے نئی روح ڈالی اور ترکی بہت ہی شدید جدوجہد کے بعد آزاد ہوا۔

سلیمان اعظم کے عہد سے ۱۹۲۰ تک بے انتہا حادثات مغرب کی پری پیکروں کی وجہ سے وقوع میں آئے۔ روس جس کو میدان جنگ میں تین شکست فاش ہو چکی تھیں اپنی پری پیکروں اور رشوت خور پاشاؤں کی وجہ سے ہر بار بچ گیا۔

یہ حالات نہایت اختصار میں بیان کئے گئے ہیں۔ حکومت معاویہ نے جہاد پر کاری ضرب لگایا۔ کیونکہ اس حکومت کے خاندان نے عورت کو روما حکومت کی طرح سے پردہ میں مقید کیا۔ لہٰذا مجاہدوں کی تعداد ہی نصف نہ رہ گئی بلکہ عورتیں ان پر یورپی اقوام کی طرح سے ایک بوجھ بن کر رہ گئیں۔

بنو عباسیہ کے الف لیلی کے قصے بیان کے محتاج نہیں۔ حکومت خلیفہ کی نہ تھی بلکہ خواجہ سراؤں، حسین کنیزوں اور لونڈیوں کی تھی جو وزراء و امراء سے ساز باز کرکے حکومت اسلامی کی جڑیں کھوکھلی کرتے رہے۔ ورنہ چنگیز خاں اور تیمور جو بہترین مسلم سلاطین میں تھا۔ انہوں نے اپنے لشکروں میں عورتوں کا دستہ بطور "فوج محفوظہ" قائم کیا ہوا تھا۔

اتاترک کی کامیابی کا سہرا ترک مجاہد (جس کا نام اس نے محمد کی فوج رکھا تھا اور ترکی مجاہدہ یعنی فاطمہ) کے سر پہ رہا۔ مغربی اقوام نے اتاترک کو بدنام کرنے کی غرض سے کتنے افسانے گڑھے اور شائع کئے۔ "گرے ولف" اُن میں سے ایک ہے مگر تعجب اس بات

کا ہے کہ حال ہی میں ایک تبصرہ ملا طغرے کا میری نظر سے گذرا یہ حضرت بھارت کی ہائی کمیشن میں سکریٹری ہیں۔ اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں۔ انہوں نے کئی بھارتی علما جو اپنے تئیں "ندوی" کہتے ہیں۔ نہایت ہی شرمناک خیالات ترکی خواتین اور اتاترک پر کئے ہیں کاش وہ اس قدر ذہنیت میں نہ گر جاتے۔ چاہیئے تھا کہ اپنے آپ کو شہری سنگاسٹن کے مہاشے ہونے کا اعلان کرتے اور "ملا" کے نام کو بدنام نہ کرتے۔

دراصل غلطی ہماری ہے کہ ہم اپنی ماؤں۔ بہنوں۔ بہوؤں اور بیٹیوں کو صحیح طور سے اسلامی تاریخ نہیں پڑھاتے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم بجائے حکومت پر الزام رکھنے کے خود اس قسم کے شرانگیز حالات کے خلاف نوٹس لیں۔

حیرت آتی ہے مجھے اس حضرت الشان پر
کارِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

خواتین کی مختلف سوسائٹیاں اور مجالس ہیں۔ اپوا اُن میں سے ایک ہے اُن سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مختلف لڑکیوں کے کالجوں اور اسکولوں کی لائبریریوں میں جا کر کتابوں کو دیکھیں۔ مجھے یقین ہے کہ اُن کا معائنہ کار آمد ہوگا اور اُن کو حالات دیکھ کر شاق ہوگا۔ میں اپنی بہنوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ لچر افسانے محض روپیہ بٹورنے کی خاطر نہ لکھیں بلکہ وہ اپنی بہنوں کی تمدنی اور معاشرتی حالات پر

توجہ دیں۔ مجھے یقین ہے کہ اُن کی قلم میں اللہ تعالےٰ اور برکت دیگا اور اُن کو روپیہ کمانے میں سہولتیں دیگا!

انشاء اللہ تعالےٰ آپ کی اپنی سعی و کاوش سے خواتین اسلام اپنے اُس اصلی مقام پہ پہنچ جائیں گی۔ جو درس آنحضرت صلعم نے آج سے چودہ سو برس پہلے دیا تھا۔

حکومت کا نہیں رونا کہ وہ عارضی شے ہے
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں انکو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

اقبال

ـــــــــ

دُعَا

مدیحِ سرورِ کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں
خیالِ کفر کی ظلمت پہ اک بجلی گراتا ہوں !
شبِ اوہام میں شمعِ یقیں محفل میں لاتا ہوں
چراغِ طورِ ایمن کوہِ معنیٰ پر جلاتا ہوں !
الٰہی شوخیِ برقِ تجلّی وہ دبا نم سا
قبولِ خاطرِ موئے نگاہاں کُن بیانم را
محمدؐ پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں
معزز ہیں مقدس ہیں معظم ہیں مکرّم ہیں
فروغِ محفلِ ہستی ہیں نورِ عرش اعظم ہیں
حبیبِ حق ممدوحِ ملک ہیں فخرِ آدم ہیں
انھیں کے رنگ سے رنگِ گلِ ہستی کی زینت ہے
انھیں کی بو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے
انھیں کے دل کو آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر
انھیں کی طبع کو وجد آگیا تھا سازِ فطرت پر

وہی چشمِ خدا ہیں محو تھی انداز نظرت سے
انھیں کا ناز غالب آگیا تھا نازِ فطرت پر!
وفا تھے ان کے عزم و فکر سانچے میں ڈھلتے تھے
ذرائع غیب سے تکمیل مقصد کو نکلتے تھے
وہ نظریں ساقیِ میخانۂ یزداں پرستی تھیں
وہ آنکھیں مظہرِ انوارِ رازِ بزمِ ہستی تھیں
انھیں پر بدلیاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں
اسی محفل کی بخشش خلد کے پھولوں میں لبتی تھیں
اسی سرکار نے رتبہ بڑھایا طبعِ انساں کا
اسی دربار نے خلعت بنایا نورِ ایماں کا

ثنا

وہی ہنسلائے وہی رلائے وہی جگائے وہی سلائے
وہی بگاڑے وہی سنوارے وہی نکالے وہی بلائے
اسی میں خوش ہو اسی کا غم کر، اسی کو دیکھ اور اسی میں گم ہو
دعا اسی سے ثنا اسی کی جو گر تو چپ ہو سنبھل جو خم ہو
جہاں فانی کے کل کو الطاف اسی کی قدرت کے ہیں عطا
اسی کی رحمت کوئی نہ غافل اسی کی عظمت سے کوئی خالف

دلوں کا مالک نظر کا حاکم سمجھ کا صانع خرد کا بانی :
جمال اسی کا جلال اسی کا ، اسی کو زیبا ہے لن ترانی

اس چیز کا کہنا اکبر تھا جس نے دلوں کو نیک کیا
لاکھوں ہی طبائع کو کھینچا ہموار کیا اور ایک کیا
جو قوم کو ابتر کرتے ہیں اب ان اثروں پہ رونا ہے
معلوم نہیں کیا مطلب ہے معلوم نہیں کیا ہونا ہے
تعلیم جنہوں نے پائی ہے وہ بد تو نہیں ہیں بےحس ہیں
دعوے جو ہیں رسم و مذہب کے سب ان کے یہاں سے ڈسمس ہیں
کیوں دولت و قوت کی ہے کمی اسکے تو سبب پیچیدہ ہیں
کچھ اس کو سمجھ سکتے ہیں وہی بوڑھے جو زمانہ دیدہ ہیں
لیکن یہ جو شورش آفت ہے طوفان بپا ہے فتنوں کا
بے مہری ملت کی یہ ہوا ایک قہر ہے جس کا ہر جھونکا

اعتدال

گئے برہمن کے پاس لیکر جو اپنے جھگڑے کو شیعہ سنی
بگڑ کے بولا جاؤ بھاگو۔ ملچھ تم بھی ملچھ وہ بھی

بڑھی جو تکرار تو وہ بے کرانہیں زنگی کے پاس پہنچا
وہ بولا بس دور ہو یہاں سے کہ تم بھی نیٹو ہو وہ بھی نیٹو
فلک نے آخر ہر اک کی سن کر کہا کہ تم سب ہو مست غفلت
سمجھ لو اس کو کہ تم بھی فانی ہو وہ بھی فانی ہے یہ بھی فانی

بر گڑ کے مولوی کو کیا پوچھتے ہو کیا ہے
مغرب کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہے

غدر دانوں کی طبیعت کا عجب رنگ ہے آج
بلبلوں کو ہے یہ حسرت کہ وہ الو نہ ہوئے

درود و سلام

ذکر رسول پاک ہے تحفۂ زبان انس و جان
روح کو اس سے ہے سرور قلب ہے اس سے مطمئن
ولولۂ جوان قوت خاطر مسن
سنتے اگر ہو گوش و ہوش ورد ملک ہے رات دن
صلّ علیٰ محمدٍ صلّ علیٰ محمدٍ

خضرِ رکوع ہے یہی شوق سجود اسی سے ہے
حالت ذوق و وجد کا دل میں درود اسی سے ہے
دین خدائے پاک کی شان و نمود اسی سے ہے
منبع خیر ہے یہی ہمت وجود اسی سے ہے
صَلِّ عَلٰے مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰے مُحَمَّدٍ

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کر دے سما ابھار کر
اکبر اسی کا ورد تو صدق سے بے شمار کر
صَلِّ عَلٰے مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰے مُحَمَّدٍ

شافع عاصیاں ہیں وہ تائبوں کے کفیل ہیں
فیضِ رساں خلق ہیں حامیٔ بے عدیل ہیں
شکل میں وہ جمیل شان میں وہ خلیل ہیں
منظرِ نورِ حق ہیں وہ مہبط جبرائیل ہیں
صَلِّ عَلٰے مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰے مُحَمَّدٍ

سینۂ بت ہے اس سے شق کفر کے دل میں تیر ہیں
حکم خدا کے ہیں مطیع دین کے دستگیر ہیں
راحتِ جان و روح ہیں روشن ضمیر ہیں
خلق ہے ان سے مستفید ہادیٔ بے نظیر ہیں
صَلِّ عَلٰے مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰے مُحَمَّدٍ

عالتِ ملک و قوم پہ ہوں شب و روز بیقرار
دین سے دل کو پھیر دیں ایسے سبب ہیں بے شمار
ہرگز جمع کیا نے جس سے ہو کم یہ انتشار
آئی صدا فلک سے یہ پڑھ تو کسی کو بار بار
صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ

رہنے دے آسمان اگر تجھ سے ہے بر سر جفا
ہو یہ ملول تجھ سے دولتِ جاہ اگر خفا
مسلک مستند یہ ہے چھوڑ نہ تو وہ صفا
نسخہ حفظ دین یہ ہے یہی ٹھیک فلسفا
صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ علیٰ مُحَمَّد

تعلیم نسواں حضرت اکبر کی نظر میں

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے
لڑکی جو بے پڑھی ہو تو وہ بے شعور ہے
حسنِ معاشرت میں سراسر فتور ہے
اور اس میں والدین کا بیشک قصور ہے
ان پر یہ فرض ہے کہ کریں کچھ نہ تعذیت
چھوڑیں نہ لڑکیوں کو جہالت میں شاد و مست

لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت
جس سے برادری میں بڑھے قدر و منزلت
آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت
ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی و مصلحت
ہرچند ہو علوم ضروری کی عاملہ
شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ
مذہب کے جو اصول ہوں اس کو بتائے جائیں
باقاعدہ طریق پرستش سکھائے جائیں
اوہام جو غلط ہوں وہ دل سے مٹائے جائیں
سکے خدا کے نام کے دل میں بٹھائے جائیں
عصیاں سے محترز ہو خدا سے ڈرا کرے
اور حسن عاقبت کی ہمیشہ دعا کرے
تعلیم خوب ہو تو نہ آئے گی دام میں
خالق پہ لو لگائے گی وہ اپنے کام میں
خیرات ہی سے ہو گی غرض خاص و عام میں
اس کو سکھایا جائے یہ واضح کلام میں
اچھا برا جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ ہے
نیکی اگر کرے گی تو فطرت بھی ساتھ ہے

تعلیم سے حساب کی بھی واجبات میں
دیوار پر نشان ہیں واہیات سے
یہ کیا زیادہ گن نہ سکے پانچ سات سے
لازم ہے کام لے وہ قلم اور دوات سے
گھر کا حساب سیکھ لے خود آپ جوڑنا !
اچھا نہیں ہے غیر پہ یہ کام چھوڑنا !
کھانا پکانا جب نہیں آیا تو کیا مزا
مطبخ سے رکھنا چاہیے لیڈی کو سلسلہ
وقت آ پڑے تو گاڑھے گزی ہیں عذر کیا
گھر کے لیے طعام پزی میں بھی عذر کیا
سینا پرونا عورتوں کا خاص ہے ہنر
درزی کی چوریوں سے حفاظت پہ ہو نظر
عورت کے دل میں شوق ہے اس بات کا اگر
کپڑوں سے بچے جاتے ہیں گل کی طرح سنور
کسبِ معاش کو بھی یہ فن ہے کبھی مفید
اک شغل بھی ہے دل کے بہلنے کی بھی امید
سب سے زیادہ فکر ہے صحت کی لازمی
صحت نہیں درست تو بے کار زندگی

کھانے بھی بے ضرر ہوں صفا ہو لباس بھی
آفت ہے ہو جو گھر کی صفائی میں کچھ کمی
تعلیم کی طرف ابھی اور اک قدم بڑھیں
صحت کے حفظ کے جو قواعد ہیں وہ پڑھیں

پبلک میں کیا ضرور کہ جا کر تنی رہو
تقلیدِ مغربی پہ عبث کیوں ٹھنی رہو
داتا نے دھن دیا ہے تو دل سے غنی رہو
پڑھ لکھ کے اپنے گھر ہی میں دیوی بنی رہو

مشرق کی چال ڈھال کا معمول اور ہے
مغرب کے ناز و رقص کا اسکول اور ہے
دنیا میں لذتیں ہیں نمائش ہے شان ہے
ان کی طلب میں حرص میں سارا جہان ہے

اکبر سے یہ سنو کہ جو اس کا بیان ہے
دنیا کی زندگی فقط اک امتحان ہے
حد سے جو بڑھ گیا تو ہے اس کا عمل خراب
آج اس کا خوشنما ہے مگر ہوگا کل خراب

تمکین ایک نشان ہے عصمت کی آن کا
پردہ بس اک ظہور ہے عورت کی شان کا
پردہ تو ان کا حق ہے نہیں ان پر جبر کچھ
آیا ہے ان پہ وقت یہ سخت امتحان کا

شوخیٔ مغربی کے خریدار ہیں بہت
گاہک مگر خدا سے حیا کی دوکان کا

کرلی ہے میں نے خوب نئی روشنی کی جانچ
مجھ سے بہت نہ کہیئے اب آپ تین پانچ
ان لیڈروں کی شعلہ زبانی سے کیا ہوا
ہانڈی تو سرد رہ گئی مذہب پہ آئی آنچ

کتابیات

مجموعہ کامل ترجمہ تاریخ واقدی رحمۃ اللہ علیہ
یعنی مغازی الصادقہ

تاریخ عرب طبری	ابی جعفر محمد بن جریر الطبری
تاریخ اسلام	عبدالرحمن شوق امرتسری
حدیث دفاع	میجر جنرل محمد اکبر خان (رنگروٹ)
تمدن عرب	جرجی زیدان
ابن اثیر	تاریخ الکامل
حضرت محمدؐ مکہ اور مدینہ میں	منٹگمری واٹ

★

ملٹری سائنس ایسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام

میجر جنرل محمد اکبر خان (رنگروٹ)

کی پیش کردہ اردو کی کتابیں۔

ترکوں کی جدوجہد آزادی	۴/۰	اسلحہ جنگ
مصطفے کمال پاشا	۴/۵۰	اسلحہ جنگ کل آج اور کل
بیسویں صدی کا مجاہد	۲/۵۰	اسلامی طریق جنگ
خواتین اسلام اور حدیث	۲/۵۰	جہاد یا کروسیڈ
حدیث دفاع	۵/۰	سپر چین
(یعنی آنحضرت صلعم کے غزوات)		سٹریٹجی کی تلاش
جہاد صدیق ؓ	۲/۵۰	مجاہد و مجاہدہ
خالد بن ولید		خواتین اسلام کے لیے مشعلِ راہ
محمد بن قاسم		

پاکستان کے صاحب سیف وقلم بزرگ میجر جنرل محمد اکبر خان
کی تازہ ترین تصانیف۔

* ترکوں کی جدو جہد آزادی ۴/=
* مصطفیٰ کمال پاشا ۴/۵۰
* بیسویں صدی کا مجاہد ۲/۵۰

مذکورہ بالا تینوں کتابیں ترکان عثمانیہ کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ جنرل صاحب نے اپنی عسکری بصیرت، دینی حمیت اور علمی ذہانت کو بروئے کار لاکر ملت ترکیہ کی مبسوط تاریخ مرتب فرمادی ہے۔

آج ہی طلب فرمائیے۔

مکتبہ ارتقائے ادب ۳۹ آدم خان مارکیٹ

کراچی

(باب الاسلام پریس کراچی)